إرشاد السالكين إلى رياض الصالحين

المعروف بہ

# حدیث

# کے

# اصلاحی مضامین

## جلد پانزدہم

افادات

حضرت اقدس مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

سابق صدر مفتی وحال شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل

ناشر

مکتبۂ محمودیہ، محمود نگر، ڈابھیل

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

# تفصیلات

کتاب کا نام:............... حدیث کے اصلاحی مضامین (جلد پانزدہم)

افادات:............ حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

بہ اہتمام:..........................خدّام حضرت اقدس دامت برکاتہم

صفحات:.................................................. ۳۱۲

ناشر:.................. مکتبۂ محمودیہ، محمودنگر، ڈابھیل، گجرات

اِن مضامین کو انٹرنیٹ سے حاصل کرنے اور ہر سنیچر کو براہِ راست حضرتِ اقدس کی مجلس سننے کے لیے حسبِ ذیل ویب سائٹ کا استعمال کریں:

www.muftiahmedkhanpuri.com

ملنے کے پتے

- شعبۂ فیض محمود، سورت، Mo: 99988,31838
- ادارۃ الصدیق ڈابھیل، نزد جامعہ ڈابھیل، Mo:99133,19190
- مکتبہ محمدیہ (مفتی سلیمان شاہوی) ترکیسر Mo:88666,21229
- مکتبۂ انور (مفتی عبدالقیوم راجکوٹی) ڈابھیل Mo:99246,93470
- مکتبۂ ابوہریرہ، کھروڈ Mo: 9925652499
- مکتبۃ الاتحاد دیوبند Mo:98972,96985
- الامین کتابستان، دیوبند Mo: 9557515199
- مولانا رحمت اللہ صاحب مدظلہ (دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کشمیر)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

# اجمالی فہرست مضامین...... جلد پانزدہم



Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

# تفصیلی فہرست مضامین ...... جلد پانزدہم



Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

## باب بيان مَا أعدَّ الله تَعَالٰى للمؤمنين في الجنة



Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

باسمہٖ تعالیٰ

# اداریہ

حضرات مصنفین کا زمانۂ قدیم سے یہ دستور رہا ہے کہ وہ اپنی مصنفات میں مضامین کو ابوابِ مخصوصہ کے ذیل میں بیان کر کے جب فارغ ہو جاتے ہیں تو اخیر میں ''متفرقات'' کی ایک سرخی قائم کر کے ان میں ایسے مضامین ذکر فرماتے ہیں جن کو کسی ایک خاص عنوان کے تحت ذکر کرنا مشکل ہوتا ہے۔

فقہ و مسائل کی تو شاید ہی کوئی کتاب اس قسم کے عنوان سے خالی ہو، البتہ احادیث کے موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں میں یہ بات نسبۃً کم ہے، لیکن ہمارے امام نوویؒ نے اپنی مقبول و متبرک کتاب ''ریاض الصالحین'' کے جھومر میں آخری دو نگینے ایسے جڑے ہیں کہ واقعۃً داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے، ایک نگینہ تو ''متفرقات'' کا ہے، اور دوسرا اور اس جھومر کا سب سے آخری نگینہ ''جنت کی منظر کشی'' کا ہے۔

متفرقات والے عنوان کے لیے علامہؒ نے ''منثورات و ملح'' کی تعبیر اختیار فرمائی ہے، اس میں حضرت مصنف نے قیامت کی علامات کے علاوہ کچھ دلچسپ مضامین کی احادیث بھی ذکر فرمائی ہیں۔

انسان کے مزاج میں تنوع پسندی ہے، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی مجلس بابرکت میں گاہے بوقلموں مضامین بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے، لیکن ان کی خوبصورتی یہ ہے کہ انسان کے دل کو انتہائی چھونے والی باتیں ہیں، خالی لفاظی و لسانی نہیں، ان میں کہیں نہ کہیں پند و موعظت بھی ہے۔ سرِ دست صرف ایک مثال لیتے ہیں:۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک شخص نے دوسرے سے زمین خریدی، خریدار کو اس زمین میں سونا بھرا ہوا گھڑا ملا، اس نے بائع سے کہا: اپنا سونا لے لو، کیونکہ میں نے آپ سے زمین خریدی ہے، سونا نہیں خریدا۔ بائع نے کہا: میں نے زمین بھی بیچی اور جو کچھ اس میں ہے وہ سب بیچ دیا۔ دونوں فیصلہ کے لیے ایک تیسرے شخص کے پاس گئے۔ اس نے فیصلہ بڑا دلچسپ کیا۔ اس نے پوچھا: تمہاری کوئی اولاد ہے؟ ایک نے کہا: میرا ایک لڑکا ہے۔ دوسرے نے کہا: میری لڑکی ہے۔ اس نے کہا: دونوں کا باہم نکاح کردو اور ان کے نکاح میں یہ سونا خرچ کرلو، اور باقی صدقہ کردو۔ (حدیث نمبر:۱۸۲۶)

فیصلہ جتنا دلچسپ ہے؛ اس سے زیادہ تو جھگڑا دلچسپ ہے۔ کیا خیر وصلاح کا زمانہ رہا ہوگا! یہ صورت حال اگر آج پیدا ہو تو شاید نہیں، یقیناً معاملہ بالکل برعکس ہو۔ الّا ماشاءاللہ۔ غرض کہ ایسے مضامین جو فرحت ونشاط انگیز ہونے کے ساتھ ساتھ مہمیز بھی ہیں۔ کیا شان تھی ہمارے نبی ﷺ کی کہ لطائف وظرائف میں بھی امت کے لئے معارف چھوڑ گئے۔

جنت اور اس کی منظر کشی تو ایسی چیز ہے کہ اگر سلیقہ کے ساتھ تفصیل سے ہو تو انسان دنیا چھوڑنے کے لئے بے تاب ہوجاتا ہے، مؤلف مکرم نے اپنی مبارک تالیف کو اسی عنوان پر ختم کیا ہے، شاید قارئین کو یہ پیغام دینا چاہتے ہیں:

| | |
|---|---|
| جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے | یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے |

تذکرۂ جنت ہر مسلمان کا پسندیدہ موضوع ہے اور ہونا بھی چاہیے کہ وہ دنیا سے دل کو سرد کرنے میں بڑا مؤثر ہے، اسی لئے ہمارے حضرت اقدس دامت برکاتہم نے خصوصی اہتمام فرما کر اس سلسلہ کے اضافی مضامین بھی سنائے۔ اسی پر ہماری یہ سیر مکمل ہورہی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

محدث کبیر یحییٰ بن شرف نوویؒ نے ایک گلشن سجایا، اس کو ریاض الصالحین کا نام دیا، نیک لوگوں کی کیاریاں اور پارک۔ کتاب کے معنوی حسن وذائقہ کا تو کیا پوچھنا کہ اس میں تو آسمانی مضامین ہی ہیں؛ نیک بخت محدث نے نام بھی ہلکا پھلکا اور لطیف تجویز فرمایا، ایک طرح سے اشارہ دیدیا کہ مؤمن کی سیر وتفریح یہی ہونی چاہیے۔ ان ہی مضامین سے اس کا دل بہلنا چاہیے، ان ہی میں اس کو لطف آنا چاہیے، مذاق کا پاکیزہ ہونا شرط ہے؛ ورنہ بھنگی کو مشک وعنبر دردِ سر پیدا کر دیتا ہے۔ سنا ہے کہ کوئی بھنگی عطر فروش کی دکان سے گزرا، ایک دم سے چکرا کر گر گیا، بے ہوش ہوگیا، اس کو ہوش میں لانے کے لیے بہتیرے جتن کئے، سب بے سود۔ اخیر میں ایک شخص جو اسے پہچانتا تھا اس نے نجاست سنگھانے کا مشورہ دیا، اسی سے اس کو ہوش آیا۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل سے دست گیری فرمائے، ورنہ آج ہمارے عمومی احوال ناگفتہ بہ ہیں۔ جو نوجوان نغمہ، موسیقی اور سرود میں گھنٹوں گزار دیتا ہے، دینی وعلمی مجالس میں اسی کے لئے ایک منٹ ٹھہرنا دوبھر ہوجاتا ہے۔ فالیٰ اللہ المشتکی.

حقیقت یہ ہے کہ امام نوویؒ نے اپنی کتاب ریاض الصالحین تالیف فرما کر ہم پر بڑا احسان فرمایا ہے، ہم تو ان کے احسان کا کیا بدلہ دے سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہی سے درخواست کرتے ہیں کہ محدث مرحوم کو اپنی شایان شان بدلہ عطا فرمائے اور بلند درجات نصیب فرمائے، ہمیں حق استفادہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہمارے استاذ ومرشد، مشفق ومنعم، محسن ومربی حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہم العالی کے سایۂ عاطفت کو بصحت وسلامت ہم پر تادیر قائم رکھے، ہمیں قدردانی کی توفیق بخشے۔ حضرت کی سالہا سال سے ہر شنبہ کو (مسجد انوار، نشاط کالونی،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اڈاجن پاٹیا، سورت ) تشریف آوری ہوتی ہے، یکے بعد دیگرے مختلف کتابوں کے عمومی درس سے فیض رسانی فرمارہے ہیں، پہلے ریاض الصالحین، پھر الادب المفرد، پھر شمائل ترمذی، اور آج کل صحیح بخاری شریف کی کتاب الرقاق زیرِ درس ہے۔ اس ''ریاض الصالحین'' ہی کا درس کئی سالوں کے دورانیہ پر محیط رہا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم شامل حال رہا، رفیق مکرم مولانا عبدالمنان بن شیخ محمد منیار سلّمہٗ نے مخصوص توفیق ایزدی سے ریکارڈنگ سے لے کر ترتیب وتدوین کے مراحل سے گزارا، اور اس پندرہویں جلد کی شکل میں ریاض الصالحین مکمل ہوئی۔ فجزاہ اللہ خیراً وبارك في علومه وأعماله وماله وأولاده.

یہ راقم آثم اداریہ کے صفحات سیاہ کرتا رہا، إن کان صواباً فمن الله الرحمٰن، وإن کان خطأً فمني ومن الشیطان، والله ورسوله منه بریئان. ہر لغزش وخطا سے بندہ معافی کا خواستگار ہے۔ مکتبہ محمودیہ کے احباب کو اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی برکتوں اور رحمتوں سے نوازے کہ اس کی نشرواشاعت کا بیڑا اٹھا کر ریاض الصالحین کی ایک جامع ومبسوط اردو شرح امت کو عطا کی۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ. وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْراً كَثِيْراً كَثِيْراً۔

ابوزاہر

شب ۱۳؍ربیع الاول ۱۴۳۷ھ

۲۴؍دسمبر ۲۰۱۵ء

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

# بَابُ الْمَنْثُوْرَاتِ وَالْمُلَحِ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

# باب أحاديث الدّجال وأشراط الساعة وغيرها

یہاں سے کچھ متفرق اور دلچسپ چیزیں جو احادیث میں آئی ہیں ان کو پیش کر رہے ہیں۔

## ظہورِ مہدی، فتنۂ ظہورِ دجّال، نزولِ حضرت مسیح

۱۸۰۸:-عن النواس بن سمعان - رضی الله عنه - قال: ذَكَرَ رَسُولُ اللهِ -ﷺ- الدَّجَّالَ ذَاتَ غَدَاةٍ، فَخَفَّضَ فِيهِ وَرَفَّعَ حَتَّى ظَنَنَّاهُ فِي طَائِفَةِ النَّخْلِ. فَلَمَّا رُحْنَا إِلَيْهِ، عَرَفَ ذلِكَ فِينَا، فَقَالَ: ((مَا شَأْنُكُمْ؟)) قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ! ذَكَرْتَ الدَّجَّالَ الغَدَاةَ، فَخَفَّضْتَ فِيهِ وَرَفَّعْتَ، حَتَّى ظَنَنَّاهُ فِي طَائِفَةِ النَّخْلِ، فقالَ: ((غَيْرُ الدَّجَّالِ أَخْوَفُنِي عَلَيْكُمْ، إِنْ يَخْرُجْ وَأَنَا فِيكُمْ، فَأَنَا حَجِيجُهُ دُونَكُمْ؛ وَإِنْ يَخْرُجْ وَلَسْتُ فِيكُمْ، فَامْرُؤٌ حَجِيجُ نَفْسِهِ، واللهُ خَلِيفَتِي عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ. إِنَّهُ شَابٌّ قَطَطٌ عَيْنُهُ طَافِيَةٌ، كَأَنِّي أُشَبِّهُهُ بِعَبْدِ العُزَّى بنِ قَطَنٍ، فَمَنْ أدْرَكَهُ مِنْكُمْ، فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُورَةِ الكَهْفِ؛ إِنَّهُ خَارِجٌ خَلَّةً بَيْنَ الشَّامِ وَالعِرَاقِ، فَعَاثَ يَمِيناً وَعَاثَ شِمالاً، يَا عِبَادَ اللهِ فَاثْبُتُوا)) قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ! وَمَا لُبْثُهُ فِي الأَرْضِ؟ قَالَ: ((أَرْبَعُونَ يَوماً: يَوْمٌ كَسَنَةٍ، وَيَوْمٌ كَشَهْرٍ، وَيَوْمٌ كَجُمُعَةٍ، وَسَائِرُ أَيَّامِهِ كَأَيَّامِكُمْ)) قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، فَذلِكَ اليَوْمُ الَّذِي كَسَنَةٍ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

أَتَكْفِينَا فِيهِ صَلَاةُ يَوْمٍ؟ قَالَ: ((لَا، اقْدُرُوا لَهُ قَدْرَهُ)). قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَمَا إِسْرَاعُهُ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ: ((كَالْغَيْثِ اسْتَدْبَرَتْهُ الرِّيحُ، فَيَأْتِي عَلَى الْقَوْمِ، فَيَدْعُوهُمْ فَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَجِيبُونَ لَهُ، فَيَأْمُرُ السَّمَاءَ فَتُمْطِرُ، وَالْأَرْضَ فَتُنْبِتُ، فَتَرُوحُ عَلَيْهِمْ سَارِحَتُهُمْ أَطْوَلَ مَا كَانَتْ ذُرًى وَأَسْبَغَهُ ضُرُوعاً، وأَمَدَّهُ خَوَاصِرَ، ثُمَّ يَأْتِي الْقَوْمَ فَيَدْعُوهُمْ، فَيَرُدُّونَ عَلَيْهِ قَوْلَهُ، فَيَنْصَرِفُ عَنْهُمْ، فَيُصْبِحُونَ مُمْحِلِينَ لَيْسَ بِأَيْدِيهِمْ شَيْءٌ مِنْ أَمْوَالِهِمْ، وَيَمُرُّ بِالْخَرِبَةِ فَيَقُولُ لَهَا: أَخْرِجِي كُنُوزَكِ، فَتَتْبَعُهُ كُنُوزُهَا كَيَعَاسِيبِ النَّحْلِ، ثُمَّ يَدْعُو رَجُلاً مُمْتَلِئاً شَبَاباً فَيَضْرِبُهُ بِالسَّيْفِ، فَيَقْطَعُهُ جِزْلَتَيْنِ رَمْيَةَ الْغَرَضِ، ثُمَّ يَدْعُوهُ، فَيُقْبِلُ، وَيَتَهَلَّلُ وَجْهُهُ يَضْحَكُ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ بَعَثَ اللهُ تَعَالَى الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ ﷺ، فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُودَتَيْنِ، وَاضِعاً كَفَّيْهِ عَلَى أَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ، إِذَا طَأْطَأَ رَأْسَهُ قَطَرَ، وَإِذَا رَفَعَهُ تَحَدَّرَ مِنْهُ جُمَانٌ كَاللُّؤْلُؤِ، فَلَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ رِيحَ نَفَسِهِ إِلَّا مَاتَ، وَنَفَسُهُ يَنْتَهِي إِلَى حَيْثُ يَنْتَهِي طَرْفُهُ، فَيَطْلُبُهُ حَتَّى يُدْرِكَهُ بِبَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلُهُ، ثُمَّ يَأْتِي عِيسَى ﷺ قَوماً قَدْ عَصَمَهُمُ اللهُ مِنْهُ، فَيَمْسَحُ عَنْ وُجُوهِهِمْ وَيُحَدِّثُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِي الْجَنَّةِ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ أَوْحَى اللهُ تَعَالَى إِلَى عِيسَى ﷺ: أَنِّي قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَاداً لِي لَا يَدَانِ لِأَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ، فَحَرِّزْ عِبَادِي إِلَى الطُّورِ وَيَبْعَثُ اللهُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ، فَيَمُرُّ أَوَائِلُهُمْ عَلَى بُحَيْرَةِ طَبَرِيَّةَ فَيَشْرَبُونَ مَا فِيهَا، وَيَمُرُّ آخِرُهُمْ فَيَقُولُونَ: لَقَدْ كَانَ بِهَذِهِ مَرَّةً مَاءٌ، وَيُحْصَرُ نَبِيُّ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اللهِ عِيسَى ﷺ وأصْحَابُهُ حَتَّى يَكُونَ رَأْسُ الثَّوْرِ لأَحَدِهِمْ خَيْراً مِنْ مِئَةِ دِينَارٍ لأَحَدِكُمُ اليَوْمَ، فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللهِ عِيسَى ﷺ وأصْحَابُهُ - رضى الله عنهم - إلى اللهِ تَعَالَى، فَيُرْسِلُ اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِى رِقَابِهِمْ، فَيُصْبِحُونَ فَرْسَى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ، ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللهِ عِيسَى ﷺ وأصْحَابُهُ - رضى الله عنهم - إلى الأرْضِ، فَلاَ يَجِدُونَ فِى الأرْضِ مَوْضِعَ شِبْرٍ إلاَّ مَلأَهُ زَهَمُهُمْ وَنَتَنُهُمْ، فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللهِ عِيسَى ﷺ وَأصْحَابُهُ - رضى الله عنهم - إلى اللهِ تَعَالَى، فَيُرْسِلُ اللهُ تَعَالَى طَيْراً كَأَعْنَاقِ البُخْتِ، فَتَحْمِلُهُمْ، فَتَطْرَحُهُمْ حَيثُ شَاءَ اللهُ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللهُ - عز وجل - مَطَراً لاَ يُكِنُّ مِنهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَلاَ وَبَرٍ، فَيَغْسِلُ الأرْضَ حَتَّى يَتْرُكَهَا كَالزَّلَقَةِ، ثُمَّ يُقَالُ لِلأرْضِ: أنْبِتِي ثَمَرَتَكِ، وَرُدِّي بَرَكَتَكِ، فَيَوْمَئِذٍ تَأكُلُ العِصَابَةُ مِنَ الرُّمَّانَةِ، وَيَسْتَظِلُّونَ بِقَحْفِهَا، وَيُبَارَكُ فِي الرِّسْلِ حَتَّى أنَّ اللِّقْحَةَ مِنَ الإبِلِ لَتَكْفِي الفِئَامَ مِنَ النَّاسِ، وَاللِّقْحَةَ مِنَ البَقَرِ لَتَكْفِي القَبِيلَةَ مِنَ النَّاسِ، وَاللِّقْحَةَ مِنَ الغَنَمِ لَتَكْفِي الفَخِذَ مِنَ النَّاسِ، فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ إذْ بَعَثَ اللهُ تَعَالَى رِيحاً طَيِّبَةً فَتَأخُذُهُمْ تَحْتَ آبَاطِهِمْ فَتَقْبِضُ رُوحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَكُلِّ مُسْلِمٍ؛ وَيَبْقَى شِرَارُ النَّاسِ يَتَهَارَجُونَ فِيهَا تَهَارُجَ الحُمُرِ، فَعَلَيْهِمْ تَقُومُ السَّاعَةُ)). (رواه مسلم)

قولهُ: ((خَلَّةً بَينَ الشَّامِ والعِرَاقِ)): أي طَرِيقاً بَيْنَهُمَا. وقولُهُ: ((عَاثَ)) بالعين المهملة والثاء المثلثة، وَالعَيْثُ: أَشَدُّ الفَسَاد. ((وَالذُّرَى)): بضم الذال المعجمة وهو أعالى الأسْنِمَةِ وهو جَمْعُ ذِروةٍ بضمِ الذالِ وكَسْرِها ((وَاليَعَاسِيبُ)): ذُكُورُ النَّحْلِ. ((وَجِزْلَتَيْنِ)): أيْ قِطْعَتَيْنِ،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

((وَالغَرَضُ)): الهَدَفُ الَّذِى يُرْمَى إِلَيْهِ بِالنُّشَّابِ، أى: يَرْمِيهِ رَمْيَةً كَرَمْيَةِ النُّشَّابِ إلى الهَدَفِ. ((وَالمَهْرُودَةُ)) بالدال المهملة والمعجمة، وهى: الثَّوْبُ المَصْبُوغُ. قَولُهُ: ((لَا يَدَانِ)): أى لَا طَاقَةَ. ((وَالنَّغَفُ)): دُودٌ. ((وَفَرْسَى)): جَمْعُ فَرِيسٍ، وَهُوَ القَتِيلُ. وَ ((الزَّلَقَةُ)): بفتح الزاى واللام وبالقاف، وَرُوِى: الزُّلْفَةُ بضم الزاى وإسكان اللام وبالفاء وهى المِرْآةُ. ((وَالعِصَابَةُ)): الجَمَاعَةُ. ((وَالرِّسْلُ)) بكسرِ الراء: اللَّبَنُ. ((وَاللِّقْحَةُ)): اللَّبُونُ. ((وَالفِئَامُ)) بكسر الفاء وبعدها همزة ممدودة: الجماعةُ. ((وَالفَخِذُ)) مِنَ النَّاسِ: دُونَ القَبِيلَةِ

**ترجمہ مع تشریح:۔** حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے خطبہ میں دجّال کا تذکرہ کیا (قربِ قیامت کی جو علامات اور نشانیاں بتائی گئی ہیں ان میں ایک نشانی دجّال کا ظہور بھی ہے۔ دجّال، دَجْل سے ماخوذ ہے، اور دَجْل کا معنیٰ دھوکہ دینا۔ گویا دجّال لوگوں کو دھوکہ دے کر اپنی ذات کے متعلق غلط نظریے ان کے دل ودماغ میں جمانے کی کوشش کرے گا، شروع میں تو وہ نبوت کا دعویٰ کرے گا اور آخر میں الوہیت اور خدائی کا دعویٰ کر دے گا۔ اور اس سے پہلے بہت سے چھوٹے چھوٹے دجّال ظاہر ہوں گے، اور قربِ قیامت میں امام مہدیؒ کے ظہور کے ساتویں سال یہ بڑا دجّال ظاہر ہوگا۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دجّال کے سلسلہ میں سارے نشیب وفراز بتلا دیئے ہیں) اس خطبے میں آپ نے اپنی آواز کو پست بھی کیا اور بلند بھی کیا (بعض حضرات ترجمہ فرماتے ہیں کہ دجّال کا حال بیان فرماتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کی تحقیر بیان فرمائی یعنی اس کی اللہ تعالیٰ کی نگاہوں میں کوئی حیثیت نہیں ہے، وہ کانا ہے، اس میں فلاں فلاں کمزوریاں ہیں، اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتلایا کہ اس کا فتنہ بڑا خطرناک ہے۔) اس روایت کے راوی حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دجّال کا تذکرہ ایسے انداز میں فرمایا گویا ہم نے یہ گمان کیا کہ وہ قریب ہی نخلستان (یعنی کھجوروں کے درختوں کے جھنڈ) میں کہیں موجود ہے (کبھی کسی کے بیان کرنے کا انداز ایسا ہوتا ہے کہ جس کو سن کر طبیعتوں پر ایسا اثر ہوتا ہے کہ جو چیز پیش کی جارہی ہے وہ آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے) جب وہ بیان ختم ہوا اور شام کو ہم نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے (تو صبح کی تقریر کا ہمارے دل ودماغ پر اثر تھا اور سب کے چہروں سے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ صبح کے بیان سے بہت متأثر ہیں) اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا اثر ہمارے اندر محسوس بھی کیا تو پوچھا: تمہارا کیا حال ہے؟ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے صبح دجّال کا تذکرہ فرمایا، اس کے سارے نشیب وفراز سے آگاہ کیا، آپ کے بیان کی وجہ سے ہم ایسا گمان کرنے لگے ہیں کہ وہ کھجوروں کے جھنڈ میں ہی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب محسوس کیا کہ ان کی طبیعتیں زیادہ مضمحل ہیں، تو اس گھبراہٹ کو کم کرنے کے لیے ارشاد فرمایا: (اگرچہ دجّال خطرہ کی چیز ہے لیکن مجھے تمہارے متعلق اور چیزوں کا بھی خطرہ ہے) دجّال کے علاوہ دوسری چیزوں کا مجھے تم پر زیادہ اندیشہ ہے (بعض روایتوں میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایسے حُکّام کا خطرہ ہے جو تمہیں دین سے ہٹانے کا کام کریں گے۔ پھر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:) تم لوگ گھبراؤ مت، اگر دجّال نکل آیا اور مَیں تمہارے درمیان موجود ہوؤں گا تو تمہاری طرف سے مَیں اس کا مقابلہ کروں گا۔ اور اگر وہ ایسی حالت میں ظاہر ہوا کہ میں تمہارے درمیان موجود نہ رہا تو پھر ہر آدمی اپنی طرف سے جواب دہ ہوگا، اور میرے بعد اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کا مددگار ہوگا۔

(پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی کچھ اور نشانیاں بتلاتے ہوئے ارشاد فرمایا:) وہ ایک نوجوان ہوگا جس کے بال بہت زیادہ گھنگریالے ہوں گے، اس کی آنکھ اُبھری ہوئی ہوگی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

(دجّال کی آنکھ کے سلسلہ میں دو لفظ بیان کئے گئے ہیں، ایک ''طَافِیَۃٌ'' اور ''طَافِئَۃٌ'' آتا ہے۔ اور بعض روایتوں میں ''مَمْسُوْحَۃٌ'' بھی آتا ہے، یعنی مِٹی ہوئی اگر ''طِفَأٌ'' ہمزہ سے آئے تو اس کا مطلب ہے کہ اس کی آنکھ میں روشنی نہیں ہوگی۔ گویا اس کی بائیں آنکھ ایسی ہوگی جیسے بعضوں آنکھ بالکل سپاٹ ہوتی ہے اور اس میں ذرا سا معمولی شگاف ہوتا ہے، لیکن اس سے نظر نہیں آئے گا۔ اور دائیں آنکھ اُبھری ہوئی یعنی آگے کو نکلی ہوئی ہوگی جس سے دیکھنے کا کام لے گا۔ بعض روایتوں میں اس کو ایسے انگور کے خوشہ کے دانہ سے تشبیہ دی گئی ہے جو خوشہ سے باہر اُبھرا ہوا ہوتا ہے۔ ویسے تو انگور کے دانے بالکل ترتیب سے ہوتے ہیں لیکن اس میں سے کوئی دانہ آگے نکل آتا ہے، اسی طرح اس کی آنکھ اُبھری ہوئی ہوگی۔ پھر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ) میں اس کو عبدالعزیٰ بن قطن سے زیادہ مشابہ پاتا ہوں (یہ قبیلۂ خزاعہ کی شاخ بنو المطلب کا ایک آدمی تھا جو زمانۂ جاہلیت میں انتقال کر چکا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں وہ اُسی کی شکل وشباہت کا آدمی تھا) تم میں سے جو آدمی اس کو پالے تو اس کے سامنے سورۂ کہف کی شروع کی آیتیں پڑھ لے (بعض روایتوں میں تین آیتوں کا تذکرہ ہے، اور بعض میں دس کا تذکرہ ہے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ دس آیتیں پڑھے تو زیادہ احتیاط کی بات ہے، اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ دجّال سے بھی اور دجّال کے فتنوں سے بھی محفوظ رکھے گا، لہٰذا اس کا معمول بنالینا چاہیے) شام اور عراق کے درمیان کے راستے پر وہ ظاہر ہوگا اور وہ دائیں بائیں خوب فساد پھیلائے گا، اے اللہ کے بندو! جس وقت وہ ظاہر ہو اُس وقت تم ثابت قدم رہنا (راوی کہتے ہیں) ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! دجّال زمین میں کتنا رہے گا؟ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: چالیس دن۔ اس کا پہلا دن ایک سال کے برابر لمبا ہوگا (اب یہ سوال

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

پیدا ہوتا ہے کہ ایک سال کے برابر ہوگا تو کیا سورج کی رفتار کو سست کر دیا جائے گا؟ تو بعض حضرات فرماتے ہیں کہ وہ اپنے دجل وفریب سے لوگوں کی ایسی نظر بندی کرے گا کہ لوگوں کو ایسا معلوم ہوگا کہ دن موجود ہے، اور یہ کیفیت ایک زمانے تک رہے گی) اور ایک دن ایک مہینے کے برابر ہوگا، اور ایک دن ہفتہ کے برابر ہوگا اور باقی دن عام دنوں کے برابر ہوں گے۔ صحابہؓ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! وہ دن جو ایک سال کے برابر ہوگا اس میں کیا ایک دن کی نمازیں ہمارے لیے کافی ہوجائیں گی؟ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: (نہیں! پانچ نمازیں کافی نہیں ہوں گی) بلکہ عام دنوں کی طرح وقت کو شمار کرتے رہنا (یعنی جب فجر کی نماز پڑھتے ہو اس وقت فجر پڑھنا، اس کے بعد جتنے فصل سے ظہر پڑھتے ہو اس وقت ظہر پڑھنا، پھر جتنے فصل سے عصر پڑھتے ہو عصر پڑھنا، مغرب اور عشاء کا بھی یہی طریقہ رہے گا۔ اسی طرح سال بھر میں جتنی نمازیں پڑھی جاتی ہیں اُتنی ہی پڑھی جائیں گی۔ یہیں سے علماء کا وہ مسئلہ بھی نکل آیا کہ قطبِ شمالی اور قطبِ جنوبی جہاں پر چھ مہینے رات اور چھ مہینے دن ہوتا ہے، وہاں کے لیے یہی حساب بنایا جائے گا۔)

ہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! زمین میں اس کی تیز رفتاری کیسی ہوگی؟ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس بادل کی طرح ہوگی جس کے پیچھے ہوا لگی ہو۔ چناں چہ وہ کچھ لوگوں کے پاس آئے گا اور ان کو اپنی خدائی کی دعوت دے گا، وہ لوگ اس پر ایمان لائیں گے، اس کی پکار پر لبّیک کہیں گے، چناں چہ وہ آسمان کو حکم کرے گا تو آسمان بارش برسائے گا، زمین کو حکم کرے گا تو زمین غلہ اُگائے گی، ان کے چوپائے چرنے کے بعد جب واپس لوٹیں گے تو ان کی کوہانیں بڑی اونچی ہوں گی (یعنی خوب کھاپی کر تازہ ہوگئے ہوں گے) اور ان کے تھن دودھ سے خوب بھرے ہوئے ہوں گے، اور ان کی کوکھیں بڑی لمبی ہوں گی (مطلب یہ ہے کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ان کے جانور تر و تازہ ہوں گے )۔

اس کے بعد دوسرے لوگوں کے پاس جائے گا، ان کو بھی اپنی خدائی کی دعوت دے گا، وہ لوگ اس کی بات کو نہیں مانیں گے۔ جب وہ واپس لوٹے گا تو وہ سب لوگ قحط زدہ ہو جائیں گے، اور ان کے پاس مال میں سے کوئی چیز نہیں رہے گی، نہ چوپائے، نہ ساز و سامان (سب ختم ہو جائے گا) جب وہ غیر آباد اور بنجر زمین سے گزرے گا تو کہے گا کہ اپنے خزانے نکال۔ تو زمین کے خزانے اس کے پیچھے پیچھے چلیں گے، جیسے شہد کی مکھیاں اپنے راجا کے پیچھے پیچھے چلتی ہیں (اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وقتی طور پر ڈھیل دی جائے گی)۔

اس کے بعد وہ ایک آدمی کو بلائے گا جو جوانی سے بھرپور ہوگا، اس پر تلوار کا ایک وار کر کے اس کے دو ٹکڑے کر دے گا، دونوں ٹکڑے دور جا گریں گے، پھر جس کے دو ٹکڑے کئے تھے اس کو پکارے گا تو وہ زندہ ہو کر اس کے پاس آئے گا اور اس کا چہرہ کھِلا ہوا ہوگا (بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ حضرت خَضِر علیہ السلام ہوں گے، دوسری روایتوں میں اس کی تصریح موجود ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اور کوئی اللہ کا نیک بندہ ہوگا، لوگ کہیں گے کہ وہاں مت جاؤ۔ وہ ان سے کہیں گے کہ تمہارا بادشاہ دجّال کہاں ہے؟ پھر یہ دجّال کے لیے غلط الفاظ استعمال کریں گے تو اس کا محافظ دستہ کہے گا کہ ہمارے آقا کے متعلق غلط بات بولتا ہے؛ اس کو قتل کر دو۔ وہ دستہ مارنا چاہے گا تو دوسرے یوں کہیں گے کہ ہمارے آقا نے کہا ہے کہ میری اجازت کے بغیر کسی کو مت مارنا۔ وہ ان کو وہاں لے جائیں گے اور جب پیش کریں گے تو یہ کہیں گے یہ تو وہی ہے جس کی ہمارے نبی نے خبر دی ہے) دجّال اسی حال طرح فتنہ پھیلاتا پھر رہا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجیں گے، وہ دمشق کے شرقی جانب کے سفید منارہ پر، زَرد رنگ کے دو کپڑوں میں ملبوس، اپنے دونوں ہاتھوں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کو دو فرشتوں کے پَروں پر رکھے ہوئے اتریں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب اپنے سر کو جھکائیں گے تو پانی کے قطرے ٹپکیں گے، اور جب اپنے سر کو سیدھا کریں گے تو سر سے سفید چاندی کی طرح صاف شفّاف موتی جیسے پانی کے قطرے آپ کے چہرے پر سے لُڑھکیں گے (جیسے کوئی آدمی غسل کر کے نکلتا ہے تو اس کے سر میں سے پانی کے قطرے ٹپکتے ہیں، اور جب سر کو سیدھا کرے تو پانی کے قطرے اس کے چہرے پر سے لُڑھکتے ہیں)۔

(اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سانس میں اللہ تعالیٰ ایسی تاثیر رکھ دے گا کہ) جس کافر تک ان کی سانس پہنچے گی وہ مر جائے گا (کتابوں میں لکھا ہے کہ ان کی سانس میں ایک تاثیر تو وہ تھی کہ جب دم کرتے تھے تو مردہ زندہ ہو جاتا تھا، اور یہاں زندہ مر جائے گا) اور (آدمی کی سانس تو اس کے قریب ہی رہتی ہے لیکن) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سانس اتنی دور تک جائے گی جہاں تک ان کی نگاہ پہنچے گی۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجّال کو تلاش کریں گے (دراصل اُسی کو تو مارنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو اُتارا ہوگا۔ اور دجّال حضرت مہدی کے ظہور کے سات سال بعد ظاہر ہوگا۔ ایک جگہ پر عصر کی نماز کے لیے اقامت کہی جارہی ہوگی کہ اسی دوران حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُتریں گے، حضرت مہدی ان کو امامت کی پیش کش کریں گے کہ آپ نماز پڑھائیے، تو وہ کہیں گے: نہیں! اقامت آپ کے لیے ہی کہی گئی ہے، چناں چہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہ نماز حضرت مہدی کے پیچھے پڑھیں گے۔ بعد میں امام مہدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا لشکر حوالے کریں گے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجّال کو تلاش کریں گے) یہاں تک کہ اس کو بابِ لُد کے پاس پالیں گے اور اس کو قتل کر دیں گے۔

(بابِ لُد بیت المقدس کے قریب آج بھی ایک شہر ہے۔ البلاغ کے تازہ شمارہ میں حضرت مفتی محمد رفیع صاحب عثمانی دامت برکاتہم کا سفر نامہ بھی آیا ہے، اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

میں انہوں نے لکھا ہے کہ ہمارا وہاں سے گزر ہوا تو ہمارے رہبر نے کہا کہ یہاں یہودیوں نے ایک تختی لگا رکھی ہے، جس پر انہوں نے لکھا ہے کہ سلامتی کا بادشاہ یہاں ظاہر ہوگا۔ یہودی بھی دجّال کے نکلنے کا انتظار کرتے ہیں اور وہ اس کو اپنا مسیحا سمجھتے ہیں موجودہ اسرائیل کی حکومت نے دجّال کے قیام کے واسطے ایک محل بھی بنا رکھا ہے۔ اور دجّال یہودی خاندان ہی سے ہوگا۔ خیر! حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کو قتل کریں گے۔ روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کو قتل نہ بھی کریں تب بھی وہ آپ کی سانس سے ایسا پگھلے گا جیسے نمک پانی میں پگھلتا ہے، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام باقاعدہ لوگوں کو بتلانے کے لیے اس کو قتل کریں گے، اور اس کا خون نیزے پر لے کر لوگوں کو بتلائیں گے)۔

اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے لوگوں کے پاس جائیں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے دجّال کے فتنہ سے محفوظ رکھا تھا، ان کی تکالیف کو دور کریں گے اور جنّت میں ان کو جو درجے ملنے والے ہیں وہ بتائیں گے۔ اسی حال میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجیں گے کہ میں نے اپنے ایسے بندوں کو نکالا ہے کہ جن کا مقابلہ کرنے کی کسی میں طاقت نہیں ہے، آپ میرے (ایمان والے) بندوں کو لے کر کوہِ طور پر چلے جائیے۔ چناں چہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے کوہِ طور پر چلے جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجیں گے، وہ اتنی کثیر تعداد میں ہوں گے کہ ایسا معلوم ہوگا کہ ہر اونچی جگہ سے وہ پھسل رہے ہوں۔ یاجوج ماجوج کے لشکر کا شروع دستہ بحیرۂ طبریہ پر سے گزرے گا (طبریہ: طبرستان کی طرف نسبت ہے، وہاں ایک سمندر ہے) اور وہ اس سمندر میں جتنا پانی ہوگا سب پی جائیں گی، اسی لشکر کے آخر والے جب وہاں سے گزریں گے (اور اُس سمندر کو دیکھیں گے) تو کہیں گے کہ یہاں کسی زمانے میں پانی رہا ہوگا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

(حالانکہ ان کا ہی شروع دستہ وہ سب پی کر گیا ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ) اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے رفقاء بالکل بند اور محصور ہو کر رہ جائیں گے، کھانے پینے کی اتنی قلت ہوگی کہ بیل کی ایک سری ان کو اتنی مہنگی ملے گی کہ جیسے آج سو دینار کے بدلے میں ملے۔ اتنی تکلیفوں کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے رفقاء اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کریں گے اور ان کی دعا کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کی گردنوں میں کیڑے پیدا کر دیں گے (''نَغَفْ'' ایک قسم کا کیڑا ہوتا ہے جو جانور کی ناک یا گردن میں پیدا ہوتا ہے، جانور اس سے مر جاتا ہے) جس کے نتیجہ میں وہ سب ایک ساتھ مر جائیں گے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو کوہِ طور پر ایمان والوں کو لے کر محصور ہو گئے تھے وہ وہاں سے نیچے اتریں گے تو زمین میں ایک بالشت بھی جگہ ایسی نہیں پائیں گے جہاں یاجوج ماجوج کی چربی اور بدبو نہ ہو، سب جگہ ان کی لاشیں پڑی ہوئی ہوں گی اور بدبو پھیل گئی ہوگی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے رفقاء اللہ تعالیٰ کی طرف گریہ وزاری کریں گے تو اللہ تعالیٰ بختی اونٹوں کی گردنوں جیسے بڑے بڑے پرندے بھیجیں گے جو یاجوج ماجوج کی لاشوں کو اُٹھا کر لے جائیں گے اور ایسی جگہ ڈال دیں گے جہاں اللہ تعالیٰ چاہے گا، اس طرح زمین سے ان کی لاشیں ہٹا دی جائیں گی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ بارش بھیجیں گے تو کوئی کچا یا پکا مکان باقی نہیں رہے گا جو اس سے محفوظ رہے۔ چالیس دن تک بارش برسے گی، اس کا پانی ہر مکان کے اندر تک پہنچ جائے گا، وہ بارش زمین کو دھو کر بالکل صاف کر دے گی، یہاں تک کہ آئینہ کی طرح ہو جائے گی۔ اس کے بعد زمین سے کہا جائے گا کہ اپنے پھلوں کو اُگا، اور اپنی برکت کو لُٹا، چناں چہ اُس وقت جو پھل ہوں گے ان کا حال یہ ہوگا کہ ایک انار اتنا بڑا ہوگا کہ ایک بڑی جماعت کھا کر پیٹ بھر لے گی، اور اس کا چھلکا اتنا بڑا ہوگا کہ اس کے نیچے کئی لوگ سایہ میں بیٹھ سکیں گے۔ اور دودھ والے جانوروں میں اتنی برکت ہوگی کہ دودھ دینے والی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ایک اونٹنی کئی انسانوں کی جماعتوں کے لیے کافی ہوجائے گی، اور دودھ دینے والی ایک گائے پورے خاندان کو کافی ہوجائے گی، اور دودھ دینے والی ایک بکری ایک گھرانے کے لیے کافی ہوجائے گی۔ لوگ اسی طرح خوشحالی میں ہوں گے (اور کئی سال اس طرح گزریں گے کہ کسی کے دل میں کسی کے متعلق کوئی کینہ بھی نہیں ہوگا، سب کے دل ایک دم پاک اور صاف ہوں گے۔)

پھر اللہ تعالیٰ ایک خوشبودار ہوا بھیجیں گے جو ایمان والوں کی بغلوں کے نیچے سے گزرے گی تو ہر مومن اور مسلمان کی روح قبض کرلی جائے گی۔ اس کے بعد روئے زمین پر بدترین لوگ رہ جائیں گے جو ایسے بے حیا ہوں گے جیسے گدھے کہ وہ جس طرح لوگوں کے سامنے آپس میں جفتی کرتے ہیں اسی طرح یہ بھی لوگوں کے سامنے جفتی کریں گے، اور ان ہی پر قیامت قائم ہوجائے گی۔

# پانی آگ اور آگ پانی

۱۸۰۹:-وعن رِبعِيّ بنِ حِرَاشٍ قال: انطلقت مع أبي مسعود الأنصاری إلى حُذَيفَةَ بن اليمان رضی الله عنهم فقال له أبو مسعود: حَدِّثْنِي ما سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ في الدَّجَّالِ. قال: ((إنَّ الدَّجَّالَ يَخْرُجُ، وإنَّ مَعَهُ مَاءً وَنَاراً، فَأَمَّا الَّذِي يَرَاهُ النَّاسُ مَاءً فَنَارٌ تُحْرِقُ، وأَمَّا الَّذِي يَرَاهُ النَّاسُ نَاراً، فَمَاءٌ بَارِدٌ عَذْبٌ. فَمَنْ أدْرَكَهُ مِنْكُمْ، فَلْيَقَعْ فِي الَّذي يَرَاهُ نَاراً، فَإنَّهُ مَاءٌ عَذْبٌ طَيِّبٌ)) فقال أبو مسعود: وَأنَا قَدْ سَمِعْتُهُ. (متفق عليه)

ترجمہ:- حضرت ربعی بن حراش رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دجّال کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

سلسلہ میں جو سنا ہو وہ بیان فرمائیے۔ حضرت حذیفہؓ نے کہا: دجّال ظاہر ہوگا اور اس کے ساتھ پانی ہوگا اور آگ ہوگی، لوگ جس کو پانی دیکھ رہے ہوں گے وہ حقیقت میں آگ ہوگی۔ اور جس کو لوگ آگ دیکھ رہے ہوں گے وہ ٹھنڈا اور شیریں پانی ہوگا۔ تم میں سے جو آدمی دجّال کو پاوے، اس کو چاہئے کہ جس چیز کو آگ دیکھے اس میں گر پڑے، اس لیے کہ وہ ٹھنڈا اور شیریں پانی ہوگا۔ یہ سن کر حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے بھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سنا ہے۔

**افادات:**۔ اللہ تبارک وتعالیٰ دجّال کے ہاتھ پر بطورِ استدراج (ڈھیل) بہت سی چیزیں دکھلائیں گے۔ آج بھی بعض ایسے لوگ جو اللہ کو نہیں مانتے اور باطل پر ہوتے ہیں ان کے ہاتھوں پر خرقِ عادت کے طور پر ایسی کچھ چیزیں ظاہر ہوتی ہیں جس سے لوگ حیرت میں پڑ جاتے ہیں، اور ناواقف لوگ ان چیزوں کو اس کی حقّانیت اور سچائی کی دلیل سمجھ لیتے ہیں، لیکن درحقیقت وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے استدراج (ڈھیل) کا معاملہ ہوتا ہے جو ان کے ساتھ کیا جاتا ہے، اور اُس کا بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وقت مقرر ہوتا ہے، جب وہ وقت ختم ہو جاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی گرفت ہوتی ہے اور وہ ساری چیزیں چھین لی جاتی ہیں اور حقیقت لوگوں کے سامنے کھل جاتی ہے، لیکن جن کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش اور فتنہ میں مبتلا ہونا مقدّر ہوتا ہے وہ ناواقفیت کی وجہ سے اس فتنہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

دجّال کے ساتھ بھی ایک طرف باغ نظر آئے گا جس میں نہریں ہوں گی جس میں عیش وعشرت کا سامان نظر آئے گا، اور دوسری طرف سزا دینے کے لیے آگ کی شکل ہوگی۔ جو آدمی بھی اس پر ایمان لائے گا وہ اس کو اس باغ میں داخل کرے گا۔ اور جو اس کو نہیں مانیں گے ان کو آگ میں ڈالے گا۔ لیکن جب اپنے ماننے والوں کو اس باغ میں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

داخل کرے گا جو باغ نظر آرہا ہوگا تو وہ باغ ان کے لیے آگ بن جائے گی۔ اور اس کا انکار کرنے والوں کو جب وہ آگ میں ڈالے گا تو وہ آگ ان کے لیے باغ بن جائے گی۔ ان سب کرشموں کو دیکھ کر لوگ یوں سمجھیں گے کہ یہ دجّال جو خدائی کا دعویٰ کر رہا ہے اس میں سچا ہے، حالاں کہ خود نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد پہلے بھی گزر چکا، اور آئندہ بھی آئے گا کہ اس کے چہرہ ہی میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی باتیں ایسی رکھی ہیں جن کو دیکھ کر ہر معمولی ایمان والا بھی -جس میں کچھ سوجھ بوجھ ہوگی- آسانی سے فیصلہ کرلے گا کہ یہ خدا نہیں ہوسکتا، مثلاً: اس کی آنکھ میں جو عیب ہوگا وہ خود اپنے ہی اس عیب کو دور کرنے کی طاقت نہیں رکھتا ہوگا، تو بھلا وہ خدا کیسے بن سکتا ہے!

اور دوسری روایت میں آئے گا کہ اس کی پیشانی پر باقاعدہ ''ک، ف، ر'' یعنی کافر لکھا ہوا ہوگا جس کو ہر ایمان والا پڑھ لے گا، چاہے وہ پڑھا لکھا ہو، یا پڑھا لکھا نہ ہو، جس کی وجہ سے وہ جان لے گا کہ یہ نہ تو خدا ہے، اور نہ نبی ہے۔

## ختمِ دجّال کے بعد کا منظر

۱۸۱۰:-وعن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما، قال: قال رسول اللہ ﷺ: ((يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِي أُمَّتِي فَيَمْكُثُ أَرْبَعِينَ، لَا أَدْرِي أَرْبَعِينَ يَوماً أَو أَرْبَعِينَ شَهْراً، أَو أَرْبَعِينَ عَاماً، فَيَبْعَثُ اللهُ تَعَالَى عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ﷺ، فَيَطْلُبُهُ فَيُهْلِكُهُ، ثُمَّ يَمْكُثُ النَّاسُ سَبْعَ سِنِينَ لَيْسَ بَيْنَ اثْنَيْنِ عَدَاوَةٌ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللهُ -عز وجل- رِيحاً بَارِدَةً مِنْ قِبَلِ الشَّامِ، فَلَا يَبْقَى عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ خَيرٍ أَو إِيمَانٍ إِلَّا قَبَضَتْهُ، حَتَّى لَو أَنَّ أَحَدَكُمْ دَخَلَ فِي كَبِدِ جَبَلٍ، لَدَخَلَتْهُ عَلَيهِ حَتَّى تَقْبِضَهُ، فَيَبْقَى شِرَارُ النَّاسِ فِي

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

خِفَّةِ الطَّيْرِ، وأحلامِ السِّباعِ، لاَ يَعْرِفُونَ مَعْرُوفاً، ولا يُنْكِرُونَ مُنْكَراً، فَيَتَمَثَّلُ لَهُمُ الشَّيْطَانُ، فيقُولُ: ألاَ تَسْتَجِيبُونَ؟ فَيَقُولُونَ: فَمَا تأمُرُنَا؟ فَيَأمُرُهُمْ بِعِبَادَةِ الأوْثَانِ، وَهُمْ في ذلِكَ دَارٌّ رِزْقُهُمْ، حَسَنٌ عَيشُهُمْ، ثُمَّ يُنْفَخُ في الصُّورِ، فَلاَ يَسْمَعُهُ أحَدٌ إلاَّ أصْغَى لِيتاً وَرَفَعَ لِيتاً، وَأوَّلُ مَنْ يَسْمَعُهُ رَجُلٌ يَلُوطُ حَوْضَ إبِلِهِ فَيُصْعَقُ ويُصْعَقُ النَّاسُ حوله، ثُمَّ يُرْسِلُ اللهُ-أو قالَ: يُنْزِلُ اللهُ- مَطَراً كَأنَّهُ الطَّلُّ أو الظِّلُّ، فَتَنْبُتُ مِنهُ أجْسَادُ النَّاسِ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ أُخْرَى فَإذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ، ثُمَّ يُقَالُ: يا أيُّهَا النَّاسُ هَلُمَّ إلَى رَبِّكُمْ، وَقِفُوهُمْ إنَّهُمْ مَسْئُولُونَ، ثُمَّ يُقَالُ: أخْرِجُوا بَعْثَ النَّارِ. فَيُقَالُ: مِنْ كَمْ؟ فَيُقَالُ: مِنْ كُلِّ ألْفٍ تِسْعَمِئَةٍ وَتِسْعَةً وتِسْعِينَ؛ فَذَلِكَ يَوْمٌ يَجْعَلُ الوِلْدَانَ شِيباً، وَذَلِكَ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ)). رواه مسلم.

((اللِّيتُ)): صَفْحَةُ العُنُقِ. وَمَعْنَاهُ يَضَعُ صَفْحَةَ عُنُقِهِ وَيَرْفَعُ صَفْحَتَهُ الأُخْرَى.

**ترجمہ مع تشریح:۔** حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امّت میں دجّال ظاہر ہوگا اور وہ چالیس تک رہے گا (راوی کہتے ہیں کہ) مجھے یاد نہیں کہ چالیس دن فرمایا، یا چالیس مہینے، یا چالیس سال (لیکن پہلے آچکا ہے کہ چالیس دن رہے گا۔ پہلا دن ایک سال کے برابر ہوگا، دوسرا دن ایک مہینے کے برابر ہوگا اور تیسرا دن ہفتہ کے برابر ہوگا، اور باقی دن عام دنوں کے برابر ہوں گے) اللہ تعالیٰ دجّال کے ظاہر ہونے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجیں گے جن کو آسمان پر اُٹھالیا گیا ہے۔ وہ دجّال کو تلاش کریں گے اور اس کو ہلاک کردیں گے (پہلے آچکا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سانس میں ایسی تاثیر رکھیں گے کہ جس کافر تک بھی اُن کی سانس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

پہنچے گی وہ پگھل جائے گا اور ہلاک ہوجائے گا، اور دجّال بھی پگھلنا شروع ہوگا لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام باقاعدہ اس کو نیزے کے ذریعہ ختم کریں گے اور اس کا خون لوگوں کو دکھلائیں گے) دجّال کی ہلاکت کے بعد لوگوں پر سات سال ایسے آئیں گے کہ لوگوں کے درمیان بالکل امن وامان کا عالم ہوگا، کسی دو آدمیوں کے دل میں ایک دوسرے کے متعلق دشمنی، حسد، کینہ اور بغض نہیں ہوگا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ملکِ شام کی طرف سے ٹھنڈی ہوا بھیجیں گے، روئے زمین پر کوئی ایسا آدمی جس کے دل میں ذرّہ برابر بھی بھلائی یا ایمان ہوگا اس کو وہ ہوا نہیں چھوڑے گی مگر یہ کہ اس کی روح کو قبض کرلے گی (یعنی جس کو بھی وہ ہوا لگے گی اس کا انتقال ہوجائے گا) یہاں تک کہ اگر کوئی آدمی پہاڑ کے جگر میں داخل ہوگیا ہوگا تو وہ ہوا اس کے اندر بھی پہنچے گی اور اس کی روح کو قبض کرے گی (دنیا سے سب اچھے لوگ ختم ہوجائیں گے) اور ایسے بدترین قسم کے لوگ دنیا میں باقی رہ جائیں گے جو پرندوں کی طرح ہلکے اور درندوں جیسی سوجھ بوجھ والے ہوں گے (یعنی یہ لوگ برائی اور شہوتوں کی طرف ایسے لپکیں گے جیسے پرندہ کسی چیز کی طرف لپکتا ہے۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو ایسا نقصان اور ضرر پہنچائیں گے جیسے درندے پہنچاتے ہیں) وہ کسی نیک بات کو ذرّہ برابر نہیں جانیں گے، اور کسی گناہ کو ذرّہ برابر بُرا نہیں سمجھیں گے (یعنی ان میں سے نیکی کو نیکی اور گناہ کو گناہ سمجھنے کی صلاحیت ہی ختم ہوجائے گی) پھر ان کے سامنے شیطان ظاہر ہوگا جو کہے گا: کیا تم ہماری بات نہیں مانو گے؟ لوگ کہیں گے: کیا حکم دیتے ہو؟ تو وہ ان کو بتوں کی عبادت کرنے کا حکم دے گا، وہ اسی حالت میں ہوں گے کہ ان کی روزی ان پر برس رہی ہوگی (یعنی کھانے پینے کی کوئی تکلیف نہیں ہوگی) ان کی زندگی بہت آرام سے گزر رہی ہوگی، اسی حالت میں صور پھونکا جائے گا، جو بھی اس کو سنے گا اپنی گردن کا ایک حصہ جھکائے گا اور ایک حصہ اُٹھائے گا (مطلب یہ ہے کہ اس کو سننے کی وجہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

سے بے ہوشی کی ایسی کیفیت ہوجائے گی کہ کبھی وہ گردن جھکائیں گے اور کبھی گردن اُٹھائیں گے) اور سب سے پہلے صور کی آواز جو آدمی سنے گا وہ وہ شخص ہوگا جو اپنے اونٹوں کے پانی پلانے کے لیے حوض کو لیپ رہا ہوگا (پلاسٹر کررہا ہوگا) وہ اس آواز کو سن کر بے ہوش ہوجائے گا، پھر دوسرے لوگ بھی سن کر بے ہوش ہوجائیں گے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایسی بارش بھیجے گا جیسے شبنم ہوتی ہے (یعنی بارش کی ہلکی سی پھوار ہوگی) جس کی وجہ سے مرے ہوئے لوگوں کے جسم اُگ آئیں گے (یعنی لوگ دوبارہ پیدا ہوجائیں گے) پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا اور لوگوں میں ایک دم جان پڑ جائے گی جیسے کھڑے دیکھ رہے ہوں۔ پھر لوگوں سے کہا جائے گا: اے لوگو! اپنے رب کی طرف چلو (یعنی میدانِ حشر کی طرف لے جایا جائے گا) پھر کہا جائے گا: میدانِ حشر میں کھڑے رہو، تاکہ تم سے سوال جواب ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام سے فرمائیں گے کہ انسانوں میں سے جہنم کا جو حصہ ہے وہ نکال لو۔ پوچھا جائے گا: کتنے میں سے کتنے؟ کہا جائے گا: ایک ہزار میں سے نوسو ننانوے جہنم کے لیے۔ اور یہ وہ دن ہوگا کہ جو بچہ کو بوڑھا بنادے گا اور اُس دن تجلّیٔ ساق ظاہر ہوگی۔

**افادات:۔** روایت میں آتا ہے کہ جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ: حضرت آدم علیہ السلام سے کہا جائے گا کہ جہنم کا حصہ الگ کرو۔ تو وہ پوچھیں گے: کتنا؟ کہا جائے گا: ایک ہزار میں سے نوسو ننانوے۔ اس پر حضراتِ صحابہ چیخ پڑے اور ان پر غم کی سی کیفیت طاری ہوگئی کہ پھر تو کون بچے گا۔ تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: کافروں کے مقابلہ میں اہلِ ایمان کی تعداد کا حال ایسا ہے جیسے سفید بیل کے جسم میں سیاہ ناخن ہو۔ یعنی بیل پورا سفید ہو لیکن ذرا سا سیاہ نشان ہو۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں اہلِ کفر کی تعداد اہلِ ایمان کے مقابلہ میں ہر زمانہ میں زیادہ ہی رہی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہے، اس حساب سے اگر دیکھا جائے تو ہزار میں سے نوسو ننانوے والا عدد کفّار کے ذریعہ پورا کیا جائے گا۔

## دجّال مکہ و مدینہ میں داخل نہیں ہو سکے گا

۱۸۱۱:-وعن أنس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ: ((لَيسَ مِنْ بَلَدٍ إلاَّ سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ إلاَّ مَكَّةَ وَالمَدِينَةَ، وَلَيْسَ نَقْبٌ مِنْ أَنْقَابِهِمَا إلاَّ عَلَيْهِ المَلاَئِكَةُ صَافِّينَ تَحْرُسُهُمَا، فَيَنْزِلُ بالسَّبَخَةِ، فَتَرْجُفُ المَدِينَةُ ثَلاَثَ رَجَفَاتٍ، يُخْرِجُ اللهُ مِنْهَا كُلَّ كافِرٍ وَمُنَافِقٍ.)) (رواہ مسلم)

**ترجمہ مع تشریح:-** حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی شہر ایسا نہیں مگر یہ کہ دجّال اس کو روند ڈالے گا (مطلب یہ کہ دجّال چالیس دن میں پوری دنیا میں گھوم جائے گا اور کوئی شہر ایسا نہیں ہوگا جہاں وہ نہ پہنچے) سوائے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے (کہ وہاں جائے گا تو سہی، لیکن اندر داخل نہیں ہو سکے گا، اس لیے کہ) مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے راستوں میں سے کوئی راستہ اندر داخل ہونے کا ایسا نہیں ہوگا مگر ان پر فرشتے صف لگا کر حفاظت کے لیے کھڑے ہوں گے (تاکہ دجّال اندر نہ جا سکے) جب وہ مدینہ منورہ میں داخلے کے لیے پہنچے گا (تو فرشتوں کے پہرے کی وجہ سے اندر تو نہیں جا سکے گا) مگر وہ مدینہ کے باہر شور اور کھاری جگہ (میدان) میں ٹھہر جائے گا، اُس وقت مدینہ منورہ میں (زلزلے کے) تین جھٹکے آئیں گے، ان جھٹکوں کی وجہ سے مدینہ میں جتنے بھی منافق اور کافر ہوں گے وہ خود بخود مدینہ منورہ سے باہر نکل کر دجّال سے مل جائیں گے، اور اہلِ ایمان باقی رہ جائیں گے۔

## دجّال کے لشکر میں ستّر ہزار یہودی ہوں گے

۱۸۱۲:-وعنہ رضی اللہ عنہ: أَنَّ رسُولَ اللہ ﷺ قال: ((يَتْبَعُ الدَّجَّالَ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

مِنْ يَهُودِ أَصْبَهَانَ سَبْعُونَ أَلْفاً عَلَيْهِمُ الطَّيَالِسَةُ)).(رواہ مسلم)

**ترجمہ:-** حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اصبہان کے یہودیوں میں سے ستّر ہزار یہودی دجّال کے ساتھ اس کے لشکر میں ہوں گے جو اپنے کندھوں پر شال ڈالے ہوئے ہوں گے (اور جیسا کہ روایتوں میں آتا ہے خود دجّال بھی قوم کے اعتبار سے یہودی ہوگا)

## فتنۂ دجّال کے وقت اہلِ ایمان کا حال

۱۸۱۳:-وعن أم شريك رضي الله عنها: أنها سمعت النبي -صلى الله عليه وسلم- يقول: ((لينفرن الناس من الدجال في الجبال)). رواه مسلم.

**ترجمہ:-** حضرت اُمِ شریک رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ انہوں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: لوگ (یعنی اہلِ ایمان) دجّال کے فتنے سے بھاگ کر پہاڑوں میں پناہ لیں گے۔

## دجّال سے بڑا کوئی فتنہ نہیں

۱۸۱۴:-وعن عمران بن حصين رضي الله عنهما قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ((مَا بَيْنَ خَلْقِ آدَمَ إِلى قِيَامِ السَّاعَةِ أَمْرٌ أَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ)).(رواہ مسلم)

**ترجمہ:-** حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر قیامت کے قائم ہونے تک دجّال سے بڑھ کر کوئی بڑا فتنہ نہیں ہے۔

**افادات:-** سب سے بڑا فتنہ اور آزمائش دجّال کا ظہور ہے، حالانکہ دنیا میں بڑے بڑے واقعات اور بڑے بڑے حوادث ہوں گے، لیکن اس سے بڑھ کر کوئی حادثہ نہیں ہوگا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

# ایک مؤمن اور دجّال کا مقابلہ

۱۸۱۵:-وعن أبي سعيدٍ الخدري - رضي الله عنه - عن النبيّ - ﷺ - قال: ((يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فَيَتَوجَّهُ قِبَلَهُ رَجُلٌ مِنَ المُؤمِنِينَ فَيَتَلَقَّاهُ المَسَالِحُ: مَسَالِحُ الدَّجَّال. فيقولُونَ لَهُ: إلى أيْنَ تَعْمِدُ فيَقولُ: أعْمِدُ إلى هذَا الَّذِي خَرَجَ فَيَقُولُونَ لَهُ: أوَمَا تُؤْمِنُ بِرَبِّنَا؟ فيقُولُ: مَا بِرَبِّنَا خَفَاءٌ! فَيَقُولُونَ: اقْتُلُوهُ. فَيقُولُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: أَلَيْسَ قَدْ نَهَاكُمْ رَبُّكُمْ أنْ تَقْتُلُوا أحداً دُونَهُ، فَيَنْطَلِقُونَ بِهِ إلى الدَّجَّالِ، فَإذَا رَآهُ المُؤْمِنُ قالَ: يا أيُّهَا النّاسُ! إنَّ هذَا الدَّجَّالُ الَّذِي ذَكَرَ رَسُولُ الله ﷺ، فَيَأْمُرُ الدَّجَّالُ بِهِ فَيُشَبَّحُ، فَيَقُولُ: خُذُوهُ وَشُجُّوهُ. فَيُوسَعُ ظَهْرُهُ وَبَطْنُهُ ضَرْباً، فيقُولُ: أَوَمَا تُؤْمِنُ بِي؟ فَيَقُولُ: أَنْتَ المَسِيحُ الكَذَّابُ! فَيُؤْمَرُ بِهِ، فَيُؤْشَرُ بِالمِنْشَارِ مِنْ مَفْرِقِهِ حَتَّى يُفَرِّقَ بَيْنَ رِجْلَيْهِ. ثُمَّ يَمْشِي الدَّجَّالُ بَيْنَ القِطْعَتَيْنِ ثُمَّ يَقُولُ لَهُ: قُمْ، فَيَسْتَوِي قَائِماً. ثُمَّ يَقُولُ لَهُ: أَتُؤْمِنُ بِي؟ فَيَقُولُ: ما ازْدَدْتُ فِيكَ إلاَّ بَصِيرَةً. ثُمَّ يَقُولُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إنَّهُ لاَ يَفْعَلُ بَعْدِي بِأَحَدٍ مِنَ النَّاسِ، فَيَأْخُذُهُ الدَّجَّالُ لِيَذْبَحَهُ، فَيَجْعَلُ اللهُ مِا بَيْنَ رَقَبَتِهِ إلَى تَرْقُوَتِهِ نُحَاساً، فَلاَ يَسْتَطِيعُ إلَيهِ سَبيلاً، فَيَأْخُذُهُ بِيَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ فَيَقْذِفُ بِهِ، فَيَحْسَبُ النَّاسُ أَنَّهُ قَذَفَهُ إلَى النَّارِ، وَإنَّمَا أُلْقِيَ فِي الجَنَّةِ)). فَقَالَ رَسُول الله - ﷺ: ((هذا أعْظَمُ النَّاس شَهَادَةً عِنْدَ رَبِّ العَالَمِينَ)). (رواه مسلم. وروى البخاري بعضه بمعناه)

((المسالح)): هُمُ الخُفَرَاءُ والطَّلائِعُ.

**ترجمہ**:- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہیں: دجّال نمودار ہوگا تو ایک ایمان والا شخص اس کے پاس جائے گا، دجّال کا مسلّح اور ہتھیار بند دستہ اس آدمی سے ملے گا اور پوچھے گا: کہاں جانا چاہتا ہے؟ مؤمن کہے گا: یہ جھوٹا آدمی ہے، میں اس کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ دجّال کا دستہ کہے گا: تو ہمارے رب پر ایمان نہیں رکھتا؟ مؤمن جواب دے گا: ہمارا رب کوئی چھُپی ہوئی چیز نہیں ہے، میں تو اپنے رب پر ایمان رکھتا ہوں (تیرے رب پر ایمان لانے کی کیا ضرورت ہے؟) اس مؤمن کا یہ جواب سن کر وہ ہتھیار بند دستہ آپس میں کہے گا کہ اس کو قتل کر دو۔ اسی دستہ میں سے کچھ لوگ کہیں گے: کیا تمہارے رب (دجّال) نے تم کو اس کے حکم کے بغیر کسی کو قتل کرنے سے منع نہیں کیا؟ (لہٰذا اس کو کیسے قتل کر سکتے ہو؟) چناں چہ وہ دستہ اس مؤمن کو دجّال کے پاس لے جائے گا۔ جب وہ مؤمن دجّال کو دیکھے گا تو زور سے پکار کر کہے گا: اے لوگو! یہ وہی دجّال ہے جس کا نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تذکرہ فرمایا ہے۔ دجّال حکم دے گا تو اس مؤمن کو لمبا کھینچ کر لِٹا یا جائے گا اور دجّال کہے گا اس کو پکڑو اور زخمی کرو۔ چناں چہ اس کی پیٹھ اور پیٹ پر مارا جائے گا، پھر دجّال اس مؤمن سے کہے گا: ابھی بھی تو میرے اوپر ایمان نہیں لاتا؟ وہ مؤمن کہے گا: تو تو دجّال جھوٹا ہے (جب یہ ایمان لانے سے انکار کرے گا) تو دجّال حکم دے گا اور آرے کے ذریعہ سے سر کے بالوں کی مانگ سے اس کو چیر کر اس کے دو ٹکڑے کر دئے جائیں گے، ایک ٹکڑا اِدھر اور ایک ٹکڑا اُدھر گرے گا۔ دجّال اس کے بیچ میں سے گزرے گا (تاکہ دیکھنے والے لوگوں کو یقین آجائے کہ دو ٹکڑے کر دئے گئے ہیں) پھر دجّال حکم دے گا کہ اُٹھ جا۔ چناں چہ وہ آدمی زندہ ہو کر اُٹھ جائے گا (دیکھو! اللہ تعالیٰ دجّال کو کتنی ڈھیل دیں گے کہ مارنے اور زندہ کرنے کی بھی طاقت دیں گے) پھر دجّال اس مؤمن سے پوچھے گا: اب تو تو میرے اوپر ایمان لائے گا کہ نہیں؟ اس کے جواب میں مؤمن کہے گا: اب تو مجھے اور زیادہ یقین ہو گیا کہ تو دجّال ہی ہے۔ پھر وہ مؤمن کہے گا: اے لوگو! میرے بعد یہ ایسا معاملہ نہیں کر سکے گا (یعنی اب اس میں کسی کو مارنے کی طاقت نہیں ہے) چناں چہ دجّال دوبارہ اس مؤمن کو پکڑ کو ذبح کرنا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

چاہے گا، اللہ تعالیٰ اس مؤمن کی گردن کا حصہ تانبے کی طرح بنادیں گے جس کی وجہ سے دجّال کا کوئی ہتھیار اس پر نہیں چلے گا۔ پھر وہ اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں ٹانگیں پکڑ کر اس آگ میں جو اس کے ساتھ ہوگی پھینک دے گا۔ لوگ سمجھیں گے کہ اس کو آگ میں ڈالا گیا حالاں کہ وہ تو جنّت میں ڈالا گیا ہوگا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ شخص جس کو دجّال سب سے پہلے قتل کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے بڑی شہادت والا ہے۔

# دجّال کے پاس روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی

**۱۸۱۶:-وعن المغيرة بن شعبة - رضي الله عنه - قال: ما سأل أحدٌ رسولَ الله - صلى الله عليه وسلم - عَنِ الدَّجَّالِ أَكْثَرَ مِمَّا سَأَلْتُهُ، وإِنَّهُ قَالَ لِي: ((مَا يَضُرُّكَ)) قُلْتُ: إِنَّهُمْ يَقُولُونَ: إِنَّ مَعَهُ جَبَلَ خُبْزٍ وَنَهَرَ مَاءٍ. قالَ: ((هُوَ أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ ذَلِكَ)).** (متفق عليه)

**ترجمہ:-** حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دجّال کے متعلق مجھ سے زیادہ کسی نے سوالات نہیں کئے۔ میرے اس بار بار پوچھنے پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تمہیں کیا ڈر ہے؟ مَیں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ ہوگا اور پانی کی نہر ہوگی؟ (مطلب یہ کہ جس کو چاہے گا کھانا دے گا، اور جس کو چاہے گا کھانا نہیں دے گا) اس پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کی نگاہوں میں وہ اس سے زیادہ حقیر ہے۔

**افادات:-** یعنی اس کے پاس روٹیوں کا پہاڑ ہوگا اور پانی کی نہر ہوگی، اس کے باوجود ان چیزوں کی وجہ سے اہلِ ایمان گمراہ نہیں ہوں گے۔ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنی ساری ڈھیل دیئے جانے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی اتنی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

حیثیت نہیں ہے کہ وہ کسی مؤمن کو گمراہ کر سکے، گمراہ وہی ہوں گے جو کافر و مشرک ہیں۔

## ہر نبی نے دجّال سے ڈرایا ہے

۱۸۱۷:-وعن أنس رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ ﷺ: مَا مِنْ نَبِيٍّ إلاَّ وَقَدْ أَنْذَرَ أُمَّتَهُ الأَعْوَرَ الكَذَّابَ، ألاَ إنَّهُ أعْوَرُ وإنَّ رَبَّكُمْ عَزَّوَجَلَّ لَيْسَ بِأَعْوَرَ، مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ك ف ر. (متفق علیہ)

**ترجمہ**:- حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر نبی نے اپنی امّت کو جھوٹے اور کانے (یعنی آنکھ میں عیب والے) دجّال سے ڈرایا؛ اور سنو! اس کی ایک آنکھ بالکل سپاٹ ہوگی (اور دوسری آگے کو نکلی ہوئی ہوگی، اور اس کا یہ ظاہری عیب ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خدا نہیں ہے، جو خود اپنا عیب دور کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو؛ وہ خدا کیا بن سکتا ہے؟) اور تمہارا رب آنکھ میں عیب والا نہیں ہے۔ اور اس کی پیشانی پر ک، ف، ر (یعنی کافر) لکھا ہوا ہے۔ (آگے ایک روایت آئے گی جس میں ہے کہ اس کو ہر مؤمن جو پڑھا لکھا ہو وہ بھی، اور جو پڑھا لکھا نہ ہو وہ بھی پڑھ لے گا)۔

## وہ ایک بات جو کسی نبی نے نہیں بتائی

۱۸۱۸:-وَعَن أبي هريرةَ-رضی اللہ عنه-قال: قالَ رسولُ اللهِ-ﷺ-: ((ألا أُحدِّثُكمْ حديثاً عن الدجّالِ ما حدَّثَ بهِ نبيٌّ قومَهُ! إنَّهُ أعورُ، وإنَّهُ يجيءُ مَعَهُ بِمِثالِ الجنَّةِ والنَّارِ، فالتي يقولُ إنَّها الجَنَّةُ هي النَّار)). (متفقٌ عليهِ)

**ترجمہ**:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں دجّال کے متعلق ایسی بات نہ بتلاؤں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتلائی؟ (وہ یہ ہے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کہ) دجّال آنکھ میں عیب والا ہے، اور وہ اپنے ساتھ جنّت اور جہنم کے نمونے لائے گا، لیکن جس کو وہ جنّت کہتا ہوگا وہ حقیقت میں دوزخ ہوگی۔

## اللہ تعالیٰ کی آنکھ میں عیب نہیں ہے

۱۸۱۹:-وعن ابن عمر رضی اللہ عنهما أنَّ رسولَ الله ﷺ ذَكَرَ الدَّجَّالَ بَيْنَ ظَهْرَانَيِ النَّاسِ، فَقَالَ: ((إنَّ اللهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ، ألاَ إنَّ المَسِيحَ الدَّجَّالَ أَعْوَرُ العَيْنِ اليُمْنَى، كَأنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ)).(متفق علیہ)

**ترجمہ**:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کے سامنے دجّال کا تذکرہ کیا، چناں چہ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی آنکھ میں عیب نہیں ہے، اور دجّال کی دائیں آنکھ عیب دار ہے، ایسی باہر نکلی ہوئی ہے جیسے انگور کا دانہ (خوشے میں سے) آگے نکلا ہوا ہوتا ہے۔

## قیامت سے پہلے مسلمان اور یہودیوں کی جنگ ہوگی

۱۸۲۰:-وعن أبي هريرة -رضی الله عنه-: أنَّ رسولَ اللهِ -ﷺ- قال: ((لاَ تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُقَاتِلَ المُسْلِمُونَ اليَهُودَ، حَتَّى يَخْتَبِئَ اليَهُودِيُّ مِنْ وَرَاءِ الحَجَرِ وَالشَّجَرِ. فَيَقُولُ الحَجَرُ وَالشَّجَرُ: يَا مُسْلِمُ هذَا يَهُودِيٌّ خَلْفِي، تَعَالَ فَاقْتُلْهُ، إلاَّ الغَرْقَدَ فَإنَّهُ مِنْ شَجَرِ اليَهُودِ))).(متفق علیہ)

**ترجمہ**:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ مسلمان یہودیوں سے جنگ کریں گے، یہاں تک کہ کوئی یہودی اگر کسی پتھر یا درخت کے پیچھے چھپے گا وہ تو پتھر اور درخت بھی کہے گا کہ: اے مسلمان! یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے؛ آ! اور اس کو مار۔ سوائے غرقد کے درخت کے کہ یہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

یہودی درخت میں سے ہے۔

**افادات:۔** ”غرقد“ یہودی درخت کہلاتا ہے، جب کوئی یہودی اس درخت کے پیچھے چھپے گا تو وہ نہیں بتائے گا۔ ایک صاحب نے بتلایا کہ آج کل اسرائیل میں یہودی غرقد کے درخت کثرت سے بو رہے ہیں تاکہ ان کو چھپنے کی جگہ ملے۔

## قربِ قیامت ٹینشن انتہا کو پہنچ جائے گا

۱۸۲۱:۔ وعنہ رضی اللہ عنہ قال قالَ رسولُ اللہِ ﷺ: ((والَّذِی نَفْسِی بِیَدِہٖ لاَ تَذْہَبُ الدُّنْیَا حَتّٰی یَمُرَّ الرجُلُ علی القَبْرِ، فَیَتَمَرَّغَ عَلَیْہِ وَیَقُولُ: یَالَیْتَنِی کُنْتُ مَکَانَ صَاحِبِ ہٰذَا القَبْرِ، وَلَیْسَ بِہِ الدِّینُ، مَا بِہِ إِلاَّ البَلاَءُ.)) (متفق علیہ)

**ترجمہ:۔** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! دنیا ختم نہیں ہوگی یہاں تک کہ کوئی آدمی قبر پر سے گزرے گا تو اُس قبر پر لوٹے گا (جیسے کوئی آدمی پیٹ میں درد کی وجہ سے لوٹتا ہے) اور کہے گا: کاش! اس قبر والے کی جگہ پر میں ہوتا (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں) اس کی یہ تمنا دینداری کی وجہ سے نہیں ہوگی، بلکہ آزمائش اور ٹینشن کی وجہ سے ہوگی۔

**افادات:۔** بعض مرتبہ آدمی موت کی تمنّا اس لیے کرتا ہے کہ وہ ایسے ماحول میں زندگی گزار رہا ہوتا ہے کہ اس کو ایمان کا اندیشہ ہوتا ہے، تو دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! میرے ایمان پر آنچ آوے اس سے پہلے مجھے دنیا سے اُٹھا لے؛ یہ تمنّا تو پسندیدہ ہے۔ لیکن کسی مصیبت کی وجہ سے ایسی تمنّا کرنا ناپسندیدہ ہے۔

آج کل ہر آدمی ٹینشن میں ہے اور قربِ قیامت ٹینشن انتہا کو پہنچ جائے گا،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہر چیز ہونے کے باوجود آدمی اتنے ٹینشن میں ہوگا کہ کسی قبر پر سے گزرے گا تو اس پر لوٹے گا۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اُس وقت حالات کیسے سخت ہوں گے!

## دریائے فرات میں سے سونے کا پہاڑ نمودار ہوگا

۱۸۲۲:-وعنهُ قال: قال رسولُ اللهِ-ﷺ-: ((لَاتَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَحْسِرَ الفُرَاتُ عَنْ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ يُقْتَتَلُ عَلَيْهِ، فَيُقْتَلُ مِنْ كُلِّ مِئَةٍ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ، فَيَقُولُ كُلُّ رجُلٍ مِنْهُمْ: لَعَلِّي أَنْ أَكُونَ أَنَا أَنْجُو)).

وَفِي رواية: ((يُوشِكُ أَنْ يَحْسِرَ الفُرَاتُ عَنْ كَنْزٍ مِنْ ذَهَبٍ، فَمَنْ حَضَرَهُ فَلاَ يَأْخُذْ مِنْهُ شَيْئاً)). (متفق عليه)

**ترجمہ**:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ دریائے فرات سونے کے ایک پہاڑ کو کھول دے گا، جس کو حاصل کرنے کے لیے آپس میں قتل وقتال ہوگا، اور اُس جنگ میں اتنی کثرت سے آدمی مارے جائیں گے کہ سو میں سے ننانوے آدمی ہلاک ہوجائیں گے، (گویا اس جنگ میں ننانوے فیصد آدمی مارے جائیں گے، صرف ایک فیصد لوگ بچیں گے) ہر آدمی اس امید اور لالچ پر اس جنگ میں حصہ لے گا کہ شاید میں بچ جاؤں (اور یہ سونا میرے ہاتھ لگ جائے)۔

دوسری روایت میں ہے کہ: دریائے فرات سونے کے خزانے کھول دے گا، جو اُس زمانے کو پائے وہ اس میں سے کچھ نہ لے۔

**افادات**:- ''حَسَرَ يَحْسِرُ'' کا مطلب یہ ہے کہ دریائے فرات کا پانی خشک ہوجائے گا اور جیسے ندی میں کوئی چیز چھپی ہوئی ہو اور اس کا پانی خشک ہوجائے تو لوگ اس کو دیکھ لیتے ہیں، اسی طرح دریائے فرات سے سونے کا ایک پہاڑ کھل جائے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

گا یعنی دریائے فرات کا پانی خشک ہو جائے گا اور اندر سے سونے کا ایک پہاڑ نمودار ہوگا۔ اب ہوسکتا ہے کہ وہ پہاڑ کی شکل میں ہو۔ یا خزانے کی کثرت اور زیادتی کو پہاڑ سے تعبیر کیا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو تاکید فرمائی کہ جو اُس زمانے کو پائے وہ اس میں سے کچھ نہ لے۔ اس لیے کہ اس میں سے لینا آپس کی لڑائی اور فتنہ کا باعث ہوگا اور فتنے سے اپنے آپ کو بچانے کا اسلم راستہ یہی ہے کہ آدمی اس سے دُور رہے۔

## پالتو جانور بھی وحشی بن جائیں گے

۱۸۲۳:-وعنہُ قال: سمعتُ رسولَ اللہِ-صلی اللہ علیہ وسلم-یقولُ: ((یَتْرُکُونَ المَدِینَۃَ عَلَی خَیْرِ مَا کَانَتْ، لاَیَغْشَاھَا إلاَّ العَوَافِی یُرِید- عَوَافِی السِّبَاعِ والطَّیرِ-وَآخِرُ مَنْ یُحْشَرُ رَاعِیَانِ مِنْ مُزَیْنَۃَ یُرِیدَانِ المَدِینَۃَ یَنْعِقَانِ بِغَنَمِھِمَا فَیَجِدَانِھَا وُحُوشاً، حَتَّی إذَا بَلَغَا ثَنِیَّۃَ الوَدَاعِ خَرَّا عَلَی وُجُوھِھِمَا)). (متفق علیه)

**ترجمہ**:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: لوگ مدینہ منورہ کی رہائش کو چھوڑ دیں گے باوجود اس کے کہ وہاں کی سکونت اور رہائش خیر اور بھلائی کا ذریعہ ہوگی، اور مدینہ منورہ میں صرف جانور (درندے اور پرندے) ہی آئیں گے۔ اور آخر میں جو وہاں سے نکلیں گے وہ قبیلۂ مُزَینہ کے دو چرواہے ہوں گے، وہ مدینہ جانا چاہیں گے اور اپنے ساتھ اپنے چوپایوں، مویشیوں اور جانوروں کو لے جانے کے لیے ان کو آواز دیں گے لیکن اس وقت وہ اپنے جانوروں کو بالکل وحشی پائیں گے۔ یہاں تک کہ یہ دونوں چرواہے جب مقامِ ثنیۃ الوداع تک پہنچیں گے تو اپنے منھ کے بل نیچے گرجائیں گے اور ختم ہوجائیں گے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

**افادات:-** یہ صورت قربِ قیامت میں پیش آئے گی کہ پالتو جانور بھی متوحش ہوجائیں گے، حالاں کہ بکریاں، بھینس وغیرہ پالتو جانور ہوتے ہیں، جن کی عادت یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے چرواہے کی آواز پر- جہاں وہ لے جانا چاہتا ہے- فوراً چلے جاتے ہیں، لیکن اس وقت ان میں وہ بات نہیں رہے گی، وہ جانور جنگلی جانوروں کی طرح ہوجائیں گے کہ ان چرواہوں کی آواز پر ان کے ساتھ نہیں چلیں گے بلکہ اِدھر اُدھر منتشر ہوجائیں گے۔ اور مدینہ منورہ کو چھوڑنا کیوں ہوگا؟ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ حُکّام کے جوروظلم اور زیادتی کی وجہ سے یہ صورت حال پیدا ہوگی۔

## مال کی کثرت ہوجائے گی

۱۸۲۴:-وعن أبي سعيد الخدري -رضي الله عنه-: أَنَّ النبيَّ -صلى الله عليه وسلم- قال: ((يكُونُ خَلِيفَةٌ مِنْ خُلَفَائِكُمْ فِي آخِرِ الزَّمَانِ يَحْثُو المَالَ وَلاَ يَعُدُّهُ)). (رواه مسلم)

**ترجمہ:-** حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آخری زمانہ میں تمہارے خلفاء میں سے ایک خلیفہ (بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ) ایسا ہوگا جو لپیں بھر بھر لوگوں کو مال دے گا، اور گنے گا بھی نہیں۔

**افادات:-** یعنی مال کی اتنی کثرت ہوگی، اور وہ حاکم بھی اتنا سخی ہوگا کہ اس کے پاس مال لینے کے لیے آنے والے لوگوں کو مال گن کر نہیں بلکہ لپیں بھر بھر کر دے گا۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت مہدیؒ ہیں کہ ان کے زمانے میں مال کی ایسی ہی کثرت ہوگی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

# قربِ قیامت کی دونشانیاں؛ مال اور عورتوں کی کثرت

**۱۸۲۵:-وعن أبي موسى الأشعريّ-رضي الله عنه-: أنَّ النبيّ -ﷺ- قال: ((لَيَأتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَطُوفُ الرَّجُلُ فِيهِ بِالصَّدَقَةِ مِنَ الذَّهَبِ فَلاَ يَجِدُ أَحداً يَأْخُذُهَا مِنهُ، وَيُرَى الرَّجُلُ الوَاحِدُ يَتْبَعُهُ أَرْبَعُونَ امْرَأَةً يَلُذْنَ بِهِ مِنْ قِلَّةِ الرِّجَالِ وَكَثْرَةِ النِّسَاءِ)).** (رواه مسلم)

**ترجمہ:-** حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ آدمی صدقہ کے طور پر دینے کے لیے اپنا سونا لے کر پھرے گا اور کوئی ایک آدمی بھی ایسا نہیں پائے گا جو اس کو قبول کرے (ہر ایک منع کردے گا کہ مجھے ضرورت نہیں ہے۔ بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ وہ یوں کہے گا کہ پہلے آیا ہوتا تو میں لے لیتا اب تو میرے پاس بھی بہت ہے) اور مردوں کی کمی اور عورتوں کی کثرت کی وجہ سے (ایسا حال ہوگا کہ) ایک آدمی کے پاس چالیس چالیس عورتیں پناہ حاصل کررہی ہوں گی۔

**افادات:-** یعنی عورتوں کی زیادتی اتنی ہوجائے گی کہ ایک ایک مرد کی نگرانی میں چالیس چالیس عورتیں-اس کی بیوی، بیٹیاں، بہنیں وغیرہ-ہوجائیں گی۔

اب مردوں کی کمی اور عورتوں کی زیادتی کیوں ہوگی؟ تو بعض حضرات فرماتے ہیں کہ آخری زمانے میں جنگیں اور لڑائیاں کثرت سے ہوں گی، اور چوں کہ عام طور پر لڑائیوں اور جنگوں میں مرد ہی حصہ لیتے ہیں، اس لیے مرد کثرت سے مریں گے اور عورتیں بچیں گی، اس لیے ان عورتوں کی نگرانی کرنے والا ایک مرد ہوگا اور اس کے ماتحت چالیس چالیس عورتیں ہوں گی۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ آخری زمانے میں عورتوں کی پیدائش ہی بڑھ جائے گی، اس وجہ سے مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہوگی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

# دلچسپ واقعہ

۱۸۲۶:- وعن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال: ((اشْتَرَى رَجُلٌ مِنْ رَجُلٍ عَقَاراً، فَوَجَدَ الَّذِي اشْتَرَى الْعَقَارَ فِي عَقَارِهِ جَرَّةً فِيهَا ذَهَبٌ، فَقَالَ لَهُ الَّذِي اشْتَرَى الْعَقَارَ: خُذْ ذَهَبَكَ، إِنَّمَا اشْتَرَيْتُ مِنْكَ الْأَرْضَ وَلَمْ أَشْتَرِ الذَّهَبَ، وَقَالَ الَّذِي لَهُ الْأَرْضُ: إِنَّمَا بِعْتُكَ الْأَرْضَ وَمَا فِيهَا، فَتَحَاكَمَا إِلَى رَجُلٍ، فَقَالَ الَّذِي تَحَاكَمَا إِلَيْهِ: أَلَكُمَا وَلَدٌ؟ قَالَ أَحَدُهُمَا: لِي غُلَامٌ، وقَالَ الآخَرُ: لِي جَارِيَةٌ قَالَ: أَنْكِحَا الْغُلَامَ الْجَارِيَةَ، وأَنْفِقَا عَلَى أَنْفُسِهِمَا مِنْهُ وَتَصَدَّقَا.)) (متفق علیہ)

**ترجمہ**:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک آدمی نے دوسرے آدمی سے زمین خریدی، جس نے زمین خریدی تھی اس کو اُس زمین میں سے سونے سے بھرا ہوا ایک گھڑا ملا۔ تو اس نے اس سے جس سے زمین خریدی تھی کہا کہ: یہ سونا تیرا ہے؛ تو لے لے، اس لیے کہ میں نے تو صرف زمین خریدی تھی، سونا نہیں خریدا تھا۔ اور جس کی زمین تھی اس نے کہا: میں نے تو یہ زمین اس میں جو کچھ ہے اس کے ساتھ تجھے بیچ دی ہے (یہ گھڑا ابھی اس میں آ گیا؛ اب میں یہ نہیں لوں گا۔ وہ دینے پر اصرار کرتا ہے، اور یہ لینے سے انکار کرتا ہے) یہ دونوں اپنا جھگڑا ایک آدمی کے پاس لے گئے (اور اس کو اپنا حکم اور فیصل بنایا) اس فیصل نے ان دونوں سے پوچھا: تمہاری کوئی اولاد ہے؟ ان میں سے ایک نے کہا: میرا ایک لڑکا ہے۔ دوسرے نے کہا: میری لڑکی ہے۔ تو اس نے کہا کہ فیصلہ بہت آسان ہوگیا، ایسا کرو کہ تمہارے لڑکے کا نکاح اس کی لڑکی سے کرادو، اور یہ مال ان دونوں پر خرچ کردو، اور جو بچ جاوے اس کا صدقہ کردو (چناں چہ انہوں نے ایسا ہی کیا)۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

**افادات:**۔ویسے ہماری شریعت میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی آدمی نے کسی کو اپنی زمین بیچی اور اس میں اس نے اپنا خزانہ یا کوئی چیز رکھی تھی؛ تو اب وہی اس کا مالک سمجھا جائے گا،خریدنے والا زمین خریدنے کی وجہ سے اس خزانے کا مالک نہیں بنتا۔

## دلچسپ فیصلہ

۱۸۲۷:۔وعنهُ - رضی اللہ عنہ -: أنَّه سمعَ رسُول الله -ﷺ- يقولُ: ((كانت امْرَأتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا، جَاءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بابْنِ إحْدَاهُمَا. فَقَالَتْ لِصَاحِبَتِهَا: إنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ، وقالتِ الأخرَى: إنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ، فَتَحَاكَمَا إلى دَاوُدَ -ﷺ- فَقَضَى بِهِ لِلْكُبْرَى، فَخَرَجَتَا عَلَى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُد -ﷺ- فَأَخْبَرَتَاهُ. فَقالَ: ائْتُونِي بِالسِّكِّينِ أشُقُّهُ بَيْنَهُمَا. فَقَالَتِ الصُّغْرَى: لاَ تَفْعَلْ! رَحِمَكَ اللهُ، هُوَ ابْنُهَا. فَقَضَى بِهِ للصُّغْرَى)).(متفق عليه)

**ترجمہ:**۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: دو عورتیں تھیں،ان کے پاس اپنا اپنا بچہ تھا،ایک بھیڑیا آیا اور ایک کے بیٹے کو لے گیا۔جس کے بیٹے کو بھیڑیا لے گیا تھا اس نے دوسری کے بیٹے کو لے لیا اور اس سے یوں کہا: تیرے بیٹے کو بھیڑیا لے گیا (یہ میرا بیٹا ہے) دوسری نے کہا: نہیں! تیرے بیٹے کو بھیڑیا لے گیا (یہ میرا بیٹا ہے) دونوں عورتیں اپنا فیصلہ حضرت داود علیہ السلام کے پاس لے گئیں۔حضرت داود علیہ السلام نے جو بڑی عورت تھی اس کے حق میں فیصلہ دیدیا (اب سوال ہوتا ہے کہ بڑی کے حق میں فیصلہ کیوں دیا؟ تو روایت میں اس کی کوئی صراحت نہیں ہے،اور گواہ بھی دونوں میں سے کسی کے پاس نہیں تھا۔ہوسکتا ہے کہ اس قرینہ کی وجہ سے انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہو کہ جس وقت دونوں عورتیں مقدمہ لے کر ان کے پاس گئیں،اس وقت بچہ بڑی کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

قبضہ میں تھا۔ خیر! فیصلہ ہوگیا) اس کے بعد یہ دونوں عورتیں باہر نکلیں، حضرت سلیمان علیہ السلام ملے، انہوں نے پوچھا: کیا بات ہے؟ دونوں نے بتلایا کہ اس طرح کا واقعہ پیش آیا (اور حضرت نے ایسا فیصلہ کیا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے قرائن سے معلوم کیا کہ یہ بچہ بڑی کا نہیں ہے، بلکہ چھوٹی کا ہے) تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: ایک چاقو لاؤ، میں اس بچہ کے آدھے آدھے ٹکڑے کر کے دونوں کو بانٹ دیتا ہوں۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے اس ارادے کا اظہار کیا تو چھوٹی عورت -جس کے حق میں فیصلہ نہیں ہوا تھا- نے کہا: حضرت! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے؛ آپ ایسا مت کیجیے، بچہ اسی کے پاس رہنے دو (میں اپنا دعویٰ چھوڑ دیتی ہوں۔ اور بڑی نے کچھ نہیں کہا) حضرت سلیمان علیہ السلام سمجھ گئے کہ بچہ اس چھوٹی عورت کا ہے، اس لیے کہ یہ اس بچہ کے دو ٹکڑے کرنے کے لیے تیّار نہیں ہوئی۔ چناں چہ انہوں نے چھوٹی کے حق میں فیصلہ کردیا گیا (ہوسکتا ہے کہ بعد میں بڑی نے بھی حقیقتِ حال کا اقرار کرلیا ہو)۔

**افادات:-** مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی چیز کے متعلق دو فریق میں اختلاف ہوجائے، اور اس پر قبضہ کسی ایک کا ہو، اور دوسرا کہے کہ یہ چیز میری ہے، تو اس سے گواہ مانگے جاتے ہیں، اگر وہ گواہ پیش کردے تب تو ٹھیک ہے، ورنہ دوسرے کی قسم سے اسی کے حق میں فیصلہ ہوجاتا ہے۔

## نیک لوگ آہستہ آہستہ دنیا سے رخصت ہوں گے

۱۸۲۸:- وعن مِرداس الأسلمي رضي الله عنه قال قال النبيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: ((يَذْهَبُ الصَّالِحُونَ الأَوَّلُ فَالأَوَّلُ، وَيَبْقَى حُثَالَةٌ كَحُثَالَةِ الشَّعِيرِ أَوِ التَّمْرِ لَا يُبَالِيهِمُ اللهُ بَالَةً)). (رواه البخاري)

**ترجمہ:-** حضرت مرداس اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ارشاد فرمایا: نیک لوگ آہستہ آہستہ دنیا سے رخصت ہوں گے، اور اخیر میں کوڑا کرکٹ (نکمّا حصہ) رہ جائے گا، جیسے جَو اور کھجور میں سے رہ جاتا ہے (پھر ان پر جیسے بھی حالات آویں) اللہ تعالیٰ ان کی کوئی پرواہ نہیں کرے گا۔

## اصحابِ بدر کی فضیلت

۱۸۲۹:-وعن رفاعة بن رافع الزُّرَقِيِّ رضی اللہ عنہ قال: جاء جبریل إلى النبيّ ﷺ قال: مَا تَعُدُّونَ أَهْلَ بَدْرٍ فِيكُمْ؟ قال: ((مِنْ أَفْضَلِ الْمُسْلِمِينَ)) أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا. قال: وَكَذٰلِكَ مَنْ شَهِدَ بَدْراً مِنَ الْمَلَائِكَةِ. (رواہ البخاری)

ترجمہ:-حضرت رفاعہ بن رافع زُرَقی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا: بدر میں شریک ہونے والوں کو آپ اپنے درمیان کیسا شمار کرتے ہیں (یعنی صحابہ کرامؓ میں سے جو حضرات غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے؛ آپ کے درمیان ان کی پوزیشن اور مقام کیا ہے؟) نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے صحابہ دوسرے سب کے مقابلہ میں افضل سمجھے جاتے ہیں۔ یا ایسا ہی کوئی جملہ ارشاد فرمایا جس سے بدر والوں کی فضیلت معلوم ہوتی تھی۔ اس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے فرشتوں میں بھی جو فرشتے غزوۂ بدر میں شریک ہوئے ان کو دوسرے تمام فرشتوں کے مقابلہ میں۔ جو بدر میں شریک نہیں ہوئے۔ افضل سمجھا جاتا ہے۔

## عمومی عذاب کی لپیٹ میں سب ہی آجاتے ہیں

۱۸۳۰:-وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ ﷺ: ((إِذَا أَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى بِقَوْمٍ عَذَاباً، أَصَابَ الْعَذَابُ مَنْ كَانَ فِيهِمْ، ثُمَّ بُعِثُوا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

عَلَى أَعْمَالِهِمْ)). (متفق علیه)

**ترجمہ:** -حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل کرتے ہیں تو اس وقت جتنے بھی لوگ موجود ہوتے ہیں سب پر وہ عذاب آتا ہے، البتہ قیامت کے روز لوگ اپنے اپنے اعمال اور نیتوں کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔

**افادات:** -یعنی عام دستور یہی ہے کہ کسی بدعملی کی وجہ سے کسی قوم پر کوئی عذاب آتا ہے تو جو لوگ اس گناہ میں مبتلا نہیں ہوتے وہ بھی اس عذاب کا شکار ہوجاتے ہیں، جیسے عذاب کے طور پر زلزلہ آیا، تو اس میں وہ لوگ بھی مریں گے جو گنہگار نہیں تھے اور جن کے گناہوں کو اس زلزلہ کے آنے میں کوئی دخل نہیں تھا۔ اسی طرح سیلاب آیا اور اس میں بہت سے لوگ ڈوب گئے تو جتنے میں بھی اس قوم میں ہوں گے ان سب کو وہ عذاب پہنچے گا۔ دنیوی عذاب کسی کو بھی نہیں چھوڑے گا، ہاں! جو نیک ہیں آخرت میں ان کے ساتھ ان کے اعمال کے مطابق معاملہ ہوگا۔

## اسطوانۂ حنّانہ

۱۸۳۱: -وعن جابر - رضی اللہ عنہ - قال: كَانَ جِذْعٌ يَقُومُ إِلَيْهِ النَّبِيُّ -صلى الله عليه وسلم- - يَعْنِي فِي الْخُطْبَةِ - فَلَمَّا وُضِعَ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا لِلْجِذْعِ مِثْلَ صَوْتِ الْعِشَارِ، حَتَّى نَزَلَ النَّبِيُّ -صلى الله عليه وسلم-، فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ فَسَكَنَ.

وَفِي روايةٍ: فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ قَعَدَ النَّبِيُّ -صلى الله عليه وسلم- عَلَى الْمِنْبَرِ، فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ الَّتِي كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهَا حَتَّى كَادَتْ أَنْ تَنْشَقَّ.

وفي رواية: فَصَاحَتْ صِيَاحَ الصَّبِيِّ، فَنَزَلَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، حَتَّى أَخَذَهَا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

فَضَمَّهَا إِلَيهِ، فَجَعَلَتْ تَئِنُّ أَنِينَ الصَّبِي الَّذِي يُسَكَّتُ حَتَّى اسْتَقَرَّتْ، قَالَ: ((بَكَتْ عَلَى مَا كَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ)). (رواه البخاری)

**ترجمہ:**- حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مسجدِ نبوی میں ایک تنا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو کھجور کے اسی تنے سے ٹیک لگاتے تھے (ایک بڑھئی آیا اور اس نے ایک منبر بنا دیا) جب وہ منبر رکھا گیا اور جمعہ کے دن پہلی مرتبہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خطبہ دینے کے لیے بجائے کھجور کے اس تنے کے پاس کھڑے ہونے کے منبر پر تشریف فرما ہوئے تو کھجور کا وہ تنا رونے لگا، اور اس میں سے ایسی آواز آئی جیسے گابھن اونٹنی روتی ہے، یہاں تک کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم منبر سے نیچے اترے اور آپ نے اپنا دستِ مبارک اس پر رکھا تو اس کو سکون ملا۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ: منبر بن کر آیا اور آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے تو کھجور کا تنا زور زور سے چلّا کر رونے لگا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ پھٹ جائے گا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ: جیسے بچّہ بلبلا کر روتا ہے اس طرح رویا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم منبر سے نیچے اترے، اس کو اپنے بازوؤں میں لے کر اپنے سینے سے لگایا (جیسے بچّہ روتا ہو تو اس کو چپ کرانے کے لیے تسلّی دی جاتی ہے) اور بچّہ جیسے ہچکیاں لیتا ہے اس طرح اس تنے نے بھی ہچکیاں لیں یہاں تک کہ وہ سکون پذیر ہو گیا۔ وہ اس لیے رویا تھا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے پاس کھڑے رہ کر جو خطبہ دیتے تھے (اس فضیلت سے وہ محروم ہو گیا)

**ترجمہ:**- روایتوں میں ہے کہ اس کے بعد نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کو اختیار دیا کہ اگر تو چاہے تو مسجد میں لگائے جانے سے پہلے تو جیسا ہرا بھرا درخت تھا، ایسا ہی تجھے ہرا بھرا درخت کر دیا جائے، اور اگر تو چاہے تو جنّت میں بھیج دیا جائے؛ تو اس نے جنّت میں جانے کو پسند کیا، چناں چہ مسجدِ نبوی میں اسی جگہ پر اس کو دفن کر دیا گیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

مسجدِ نبوی کے جن ستونوں کی زیارت کی جاتی ہے ان میں ایک یہ ''اسطوانۂ حنّانہ'' بھی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محراب سے بالکل لگ کروہ جگہ ہے۔

## جامع روایت

۱۸۳۲:-وعن أبي ثعلبة الخُشَنِيّ جُرثومِ بنِ ناشر رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ ﷺ قال:((إنَّ اللهَ تَعَالَى فَرَضَ فَرَائِضَ فَلاَ تُضَيِّعُوهَا، وَحَدَّ حُدُوداً فَلاَ تَعْتَدُوهَا، وَحَرَّمَ أَشْيَاءَ فَلاَ تَنْتَهِكُوهَا، وَسَكَتَ عَنْ أَشْيَاءَ رَحْمَةً لَكُمْ غَيْرَ نِسْيَانٍ فَلاَ تَبْحَثُوا عَنْهَا)) (حدیث حسن. رواہ الدارقطنی وغیرہ)

**ترجمہ:-** حضرت ابوثعلبہ خُشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشادفرمایا: اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزیں فرض کی ہیں، ان کو ضائع مت کرو(یعنی ان کو انجام دو)اور اللہ تعالیٰ نے کچھ حدودمقررفرمائے ہیں، ان سے آگے نہ بڑھو۔اوراللہ تعالیٰ نے کچھ چیزوں کوحرام ٹھہرایاہے، ان کی حرمت مت توڑو(یعنی ان چیزوں کاارتکاب نہ کرو)اورکچھ چیزیں ایسی ہیں کہ تم پررحم کھاتے ہوئے اس سے خاموشی اختیارفرمائی ہے(اس سلسلہ میں کوئی بھی بات ارشادنہیں فرمائی)توایسی چیزوں میں بحث نہ کرو۔

**افادات:-** معلوم ہواکہ جن چیزوں کے متعلق شریعت میں کوئی صراحت نہیں آئی ہے اس کے بارے میں آدمی کوخاموشی اختیار کرنی چاہیے، اس میں بحث و مباحثہ میں نہیں پڑنا چاہیے۔

## حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نوش فرمائی ہوئی ایک غذا(ٹڈی)

۱۸۳۳:-وعن عبد الله بن أبي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنهما، قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

رَسولِ اللهِ-ﷺ-سَبْعَ غَزَوَاتٍ نَأكُلُ الجَرَادَ. (متفق عليه)

وَفِي رِوَايةٍ: نَأكُلُ مَعَهُ الجَرَادَ.

**ترجمہ:**- حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سات غزوات میں حصہ لیا اور اس موقعہ پر ہم ٹِڈّیاں کھاتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ٹِڈّیاں کھاتے تھے۔

**افادات:**- ’’ٹڈّی‘‘ اُڑنے والا ایک حلال جانور ہے، اس میں ذبح کرنے کی بھی شرط نہیں ہے، جیسے مچھلی کا ذبح کرنا ضروری نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ٹِڈّی نوش فرمائی ہے۔

## ایمان والا بڑا محتاط ہوتا ہے

۱۸۳۴:-وعن أبي هريرة- رضي الله عنه-: أَنَّ النبيَّ-ﷺ- قال: ((لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ)). (متفق عليه)

**ترجمہ:**- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایمان والا ایک سوراخ سے دو مرتبہ ڈسا نہیں جاتا۔

**افادات:**- ایمان والا بڑا محتاط ہوتا ہے۔ زندگی میں جو حالات، واقعات اور عبرت انگیز چیزیں پیش آتی ہیں ان سے وہ بڑے سبق لیتا ہے، اگر کسی کی طرف سے اس کے ساتھ دھوکہ دہی ہوئی ہو تو پھر دوسری مرتبہ وہ غفلت میں رہ کر ایسا دھوکہ نہیں کھاتا۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کبھی کسی غفلت پر کسی نے تنبیہ کی، یا اس کی وجہ سے سزا بھگتنے کی نوبت آئی، تو پھر ایمان والا دوبارہ کبھی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ایسی غفلت نہیں برتتا۔ جیسے: فیکٹری میں کسی قانون کی خلاف ورزی ہوگئی اوراس کی وجہ سے پینلٹی آ گئی؛ تو ایمان والے کے ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ آئندہ کبھی ایسا کوئی اقدام نہ کرے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ زندگی میں پیش آنے والے حالات سے وہ عبرت اور سبق حاصل نہ کرے، اوراس کی طرف سے بار بار ایسی ہی صورتیں پیش آتی رہیں۔

## وہ تین آدمی جن سے اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوتے ہیں

۱۸۳۵:-وعنه قال: قال رسول الله-ﷺ-: ((ثَلاَثَةٌ لاَ يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَومَ القِيَامَةِ، وَلاَ يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، وَلاَ يُزَكِّيهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: رَجُلٌ عَلَى فَضْلِ مَاءٍ بِالفَلاَةِ يَمْنَعُهُ مِنِ ابْنِ السَّبِيلِ. وَرَجُلٌ بَايَعَ رَجُلاً سِلْعَةً بَعْدَ العَصْرِ فَحَلَفَ بِاللهِ لأَخَذَهَا بِكَذَا وَكَذَا فَصَدَّقَهُ وَهُوَ عَلَى غَيْرِ ذٰلِكَ. وَرَجُلٌ بَايَعَ إِمَاماً لاَ يُبَايِعُهُ إِلاَّ لِدُنْيَا فَإِنْ أَعْطَاهُ مِنْهَا وَفَى وَإِنْ لَمْ يُعْطِهِ مِنْهَا لَمْ يَفِ)). متفق عليه

**ترجمہ**:-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین آدمی ایسے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ تو ان سے بات کریں گے، اور نہ ان کی طرف نظرِ رحمت سے دیکھیں گے، اور نہ ان کو گناہوں سے پاک کریں گے، بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا (۱) ایک وہ آدمی جس کے پاس جنگل، صحراء اور رَن میں اس کی ضرورت سے زائد پانی موجود ہو اور کسی مسافر کو استعمال کرنے سے منع کرے (۲) دوسرا وہ آدمی جس نے عصر کے بعد کسی کے ہاتھ کوئی سامان بیچا اور اس وقت قسم کھا کر یوں کہا کہ میں نے یہ سامان اتنے روپیہ میں خریدا ہے اور سامنے والے نے بھی اس کی بات کو سچ مان لیا، حالاں کہ اس کی بات صحیح نہیں تھی (۳) تیسرا وہ آدمی جس نے امامِ مسلمین (حاکمِ وقت) کے ہاتھ پر اطاعت وفرماں برداری کی بیعت صرف دنیا حاصل کرنے کے لیے کی (گویا اس کی یہ بیعت اللہ کے واسطے نہیں،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

حالاں کہ حکّام کے ہاتھ پر ان کی اطاعت وفرماں برداری کے لیے اللہ کے واسطے بیعت کرنی چاہیے ) اب اگر اس کو سرکاری خزانہ سے کچھ ملتا ہے تب تو وہ اس حاکم کی فرمانبرداری کرتا ہے ( بیعت کے تقاضہ پر عمل کرتا ہے ) اور اگر وہ حاکم کچھ نہیں دیتا تو پھر وہ بیعت کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا۔

**افادات:۔** بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں جن کو کرنے والا سزا کا مستحق تو بنتا ہے پھر بھی اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دیں گے، لیکن اس روایت میں جن تین کا تذکرہ ہے وہ ایسے لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کریں گے، بلکہ ان کو اپنے کیئے کی سزا ضرور بھگتنی پڑے گی:۔

(۱) پہلا وہ آدمی جس نے مثلاً کوئی کنواں کھودا اور اس میں سے پانی نکلا پھر اس کی ضرورت پوری ہوگئی اور زائد پانی بچا ہے، پھر کوئی مسافر وہاں سے گزرا جو ضرورت منداور پیاسا تھا اور وہ چاہتا تھا کہ اس پانی کے ذریعہ اس کی پیاس بجھے، لیکن یہ کہتا ہے کہ یہ کنواں میرا ہے، میں اس میں سے پانی پینے نہیں دوں گا، حالاں کہ یہ پانی اس کی ضرورت سے زائد ہے۔

(۱) جو آدمی عصر کے وقت جھوٹی قسم کھا کر کاروبار کرتا ہے۔ ویسے تو کسی بھی وقت پر غلط طریقہ سے سامان بیچنا گناہ ہے، لیکن عصر کے بعد کا وقت بڑا بابرکت سمجھا جاتا ہے، اس وقت کوئی آدمی ایسی حرکت کرے گا تو اس میں اور زیادہ قباحت و برائی پیدا ہو جاتی ہے۔

(۳) پہلے زمانہ میں جب اسلامی حکومت تھی تو بادشاہِ وقت جب حکومت پر آتا تھا تو وہ تمام لوگوں سے بیعت اور عہد و پیمان لیتا تھا کہ تم سب میری اطاعت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کروگے، اب جس آدمی نے حاکمِ وقت کے ہاتھ پر بیعت صرف دنیا حاصل کرنے کے لیے کی، اس کا مقصد حاکم کی اطاعت وفرمانبرداری نہیں تھی، پھر اگر اس کو سرکاری خزانہ سے کچھ وظیفہ ملتا ہے تب تو حاکم کی مانتا ہے اور بیعت کے تقاضہ پر عمل کرتا ہے، لیکن اگر حاکم اس کو کچھ نہیں دیتا تو پھر وہ بھی بیعت کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا۔

یہ تین گناہ ایسے ہیں جن کو کرنے والا ان کی سزا ضرور بھگتے گا، اس کو معاف نہیں کیا جائے گا۔

## دوصور کے درمیان کا فاصلہ

۱۸۳۶:-وعنہ، عن النبیؐ -ﷺ- قال: ((بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ أَرْبَعُونَ)) قالوا: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَرْبَعُونَ يَوْماً؟ قَالَ: أَبَيْتُ، قَالُوا: أَرْبَعُونَ سَنَةً؟ قَالَ: أَبَيْتُ. قَالُوا: أَرْبَعُونَ شَهْراً؟ قَالَ: أَبَيْتُ. ((وَيَبْلَى كُلُّ شَيْءٍ مِنَ الإِنْسَانِ إِلاَّ عَجْبَ الذَّنَبِ، فِيهِ يُرَكَّبُ الخَلْقُ، ثُمَّ يُنَزِّلُ اللهُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيَنْبُتُونَ كَمَا يَنْبُتُ البَقْلُ)). (متفق علیہ)

**ترجمہ**:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ: دو مرتبہ صور پھونکے جانے کے درمیان کا فاصلہ چالیس ہے۔ سننے والوں نے پوچھا: اے ابو ہریرہ! چالیس دن مراد ہیں؟ انہوں نے کہا: مجھے یقین کے ساتھ معلوم نہیں۔ پوچھنے والوں نے پوچھا: چالیس سال؟ اس پر بھی انہوں نے جواب میں فرمایا: میں (تعین کے ساتھ کہنے سے) انکار کرتا ہوں (یعنی مجھے یقین کے ساتھ یاد نہیں) پھر لوگوں نے پوچھا: چالیس مہینے؟ انہوں نے اس کا بھی وہی جواب دیا۔ (ویسے دوسری روایتوں سے چالیس سال کی تعین ہوتی ہے) پھر آگے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس (درمیانی مدّت) میں انسان کے جسم کی ہر چیز گل سڑ کر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ختم ہوجائے گی، سوائے ریڑھ کی ہڈّی کے آخری سرے کے(کہ وہ باقی رہ جائے گا)اور ساری مخلوق کی دوبارہ پیدائش اُسی سے کی جائے گی، اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ آسمان سے پانی برسائیں گے جس کے نتیجے میں لوگ اس طرح نکل آئیں گے جیسے پانی سے سبزہ نکل آتا ہے۔

**افادات:۔** پہلا صور پھونکے جانے پر ساری مخلوق ختم ہوجائے گی، اور سب پر موت طاری ہوجائے گی، اس کے بعد جب دوسرا صور پھونکا جائے گا تو اس کے نتیجے میں سب لوگ دوبارہ زندہ ہوجائیں گے۔ ان دونوں صوروں کے پھونکے جانے کے درمیان کی مدّت اور زمانہ چالیس سال ہوگا جیسا کہ دوسری روایات میں اس کی تصریح موجود ہے۔

**''ریڑھ کی ہڈّی کا آخری سرا''** یعنی آدمی کی پیٹھ میں بیچ میں جو ہڈّی ہے اس میں نیچے دوسُرینوں کے بیچ میں جو نوکیلا حصہ ہوتا، آپ وہاں انگلی سے ایک نوک سی نکلی ہوئی محسوس کرسکتے ہیں۔

## جب امانت ضائع کی جانے لگے تو قیامت کا انتظار کرو

۱۸۳۷:۔وعنه، قال: بَيْنَمَا النَّبِيُّ -ﷺ- فِي مَجْلِسٍ يُحَدِّثُ القَوْمَ، جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: مَتَى السَّاعَةُ؟ فَمَضَى رَسُولُ اللهِ -ﷺ- يُحَدِّثُ، فَقَالَ بَعْضُ القَوْمِ: سَمِعَ مَا قَالَ فَكَرِهَ مَا قَالَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: بَلْ لَمْ يَسْمَعْ، حَتَّى إِذَا قَضَى حَدِيثَهُ قَالَ: أَيْنَ السَّائِلُ عَنِ السَّاعَةِ؟)) قال: هَا أنَا يَا رَسُولَ اللهِ. قال: ((إِذَا ضُيِّعَتِ الأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ)) قال: كَيفَ إِضَاعَتُهَا؟ قال: ((إِذَا وُسِّدَ الأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ)). (رواه البخاری)

**ترجمہ مع تشریح:۔** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی مجلس میں تشریف فرما تھے اور آپ کی تقریر جاری تھی اسی دوران ایک دیہاتی آیا (اب چاہیے تو یہ تھا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو گفتگو فرما رہے تھے اس کے ختم ہونے کا وہ انتظار کرتا، اور جب آپ اپنی گفتگو ختم فرما لیتے اس کے بعد اس کو جو پوچھنا تھا وہ پوچھتا، لیکن چوں کہ وہ دیہات کا رہنے والا تھا، اور اس نوع کے آداب وغیرہ کی ان کے یہاں کوئی رعایت نہیں ہوتی تھی، اس لیے دورانِ گفتگو ہی) اس نے سوال کر لیا کہ: قیامت کب ہے؟ اس کے سوال کے بعد بھی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا سوال سنا ہی نہیں۔ مجلس میں بیٹھے ہوئے حضراتِ صحابہؓ آپس میں یوں کہنے لگے: نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا سوال تو سن لیا ہے لیکن آپ نے اس کے سوال کو ناپسند سمجھا، اس لیے آپ نے اس کا جواب نہیں دیا۔ بعضوں نے کہا: نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا سوال سنا ہی نہیں، اس لیے جواب نہیں دیا (گویا آپ کی مجلس میں بیٹھے حضرات صحابہ کشمکش میں پڑ گئے) یہاں تک کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنی گفتگو ختم کر چکے تو آپ نے فرمایا: بھائی! وہ قیامت کے متعلق پوچھنے والا کہاں گیا؟ (اب لوگوں کو معلوم ہوا کہ ہاں! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال تو سنا تھا اور اس کو جواب کے قابل بھی سمجھا تھا، لیکن فوری جواب کی ضرورت نہیں تھی، اس لیے آپ نے اپنی گفتگو کے سلسلہ کو جاری رکھا) اس شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! جی ہاں؛ میں حاضر ہوں۔ چناں چہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سائل کی طرف خصوصی طور پر مخاطب ہو کر فرمایا: جب امانت ضائع کی جانے لگے تو قیامت کا انتظار کرو۔ اس نے پوچھا: امانت ضائع کرنے کا کیا مطلب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب معاملات نااہلوں کے حوالے کئے جائیں۔

**افادات:۔** علماء نے لکھا ہے کہ اگر عقیدہ کے متعلق سوال ہو، یا کسی ایسی چیز کے متعلق ہو جس پر فوری عمل کرنا ہو؛ تو اس کا جواب فوری دینا ضروری ہے۔ اسی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

لیے بعض روایتوں میں ایک واقعہ آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے روز خطبہ دے رہے تھے، ایک آدمی نے آکر دین کے متعلق سوال کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ روک دیا اور اس کے سوال کا جواب دیا (مسلم شریف، کتاب الجمعۃ) گویا جیسا موقع ہو، ویسا معاملہ کیا جائے۔ اگر ایمرجنسی صورتِ حال ہے تو ظاہر ہے کہ ایمرجنسی امداد پہنچائی جائے گی۔ اور عقیدہ کی درستگی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اب یہاں اس کا سوال قیامت کے متعلق تھا کہ کب آئے گی۔ اس سوال سے معلوم ہوگیا کہ وہ قیامت کا تو قائل ہے، لیکن پوچھنا چاہتا ہے کہ کب آئے گی۔ تو ظاہر ہے کہ اس کا کوئی وقت متعین نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو بھی معلوم نہیں۔ اس لیے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا فوری جواب دینا ضروری نہیں سمجھا اور اپنی گفتگو جاری رکھی۔

## امانت کے ضائع ہونے کا مطلب

''جب معاملات نااہلوں کے حوالے کئے جائیں'' تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ امانت ضائع ہو رہی ہے۔ جیسے: کسی ایسے آدمی کو امام بنایا جائے جو امامت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ کسی ایسے آدمی کو تدریس کا کام سونپا جو تدریس کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ کسی ایسے آدمی کو قوم کا سردار بنایا گیا جو قوم کا سردار بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ کسی ایسے آدمی کو مسجد کا متولّی بنایا گیا جو یہ جانتا ہی نہیں کہ شرعی طور پر متولّی کی ذمہ داریاں کس طرح ادا کرنی چاہئیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ دینی یا دنیوی اعتبار سے جن لوگوں کے ہاتھ میں اختیارات اور پاورس ہیں، اور جو لوگ ذمہ داری کے کام دوسروں کے حوالہ کر سکتے ہیں، ان کا فریضہ ہے کہ جن کے متعلق ان کو اس بات کا یقین اور پورا وثوق و اعتماد ہو کہ وہ اس کام کو انجام دینے کی صلاحیت رکھتا ہے، انہیں کو وہ کام سپرد کریں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

صرف رشتہ داری کی بنیاد پر، یا کسی کی سفارش کی بنیاد پر، یا صرف تعلقات کی بنیاد پر، یا قومی، خاندانی، نسلی، وطنی اعتبار سے تعلقات کی بنیاد پر کوئی ذمہ داری سپرد نہ کریں، کہ فلاں میری بستی کا رہنے والا ہے، فلاں میرے محلہ کا رہنے والا ہے، اس لیے میں اس کو عہدہ دے دوں، حالاں کہ وہ جانتا ہے کہ اس میں یہ کام کرنے کی پوری صلاحیت نہیں ہے؛ تو اس کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ اس بات کی شریعت بالکل اجازت نہیں دیتی۔ قرآنِ پاک میں باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا﴾ اللہ تعالیٰ تم کو اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ امانتیں جو اس کے اہل اور حقدار ہیں؛ انہیں کے حوالے کرو۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسّرین نے بالاتفاق لکھا ہے کہ: عہدے اور مناصب جن حکّام کے اختیار میں ہوا کرتے ہیں، ان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ان عہدوں اور مناصب کو ایسے لوگوں کے حوالے کریں جن کے اندر ان کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت موجود ہو اور وہ پوری امانت و دیانت کے ساتھ ان فرائض کو انجام دے سکیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ جب مناصب اور عہدے نااہلوں کے حوالے کیے جائیں تو پھر قیامت کا انتظار کرو۔ امانت کے ضائع ہونے کا یہی مطلب ہے۔

## ذمہ دار کی کوتاہی کا وبال اسی پر

۱۸۳۸:- وعنه: أَنَّ رَسُولَ اللهِ -ﷺ- قال: ((يُصَلُّونَ لَكُمْ، فَإِنْ أَصَابُوا فَلَكُمْ، وإِنْ أَخْطَئُوا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ)). (رواہ البخاری)

**ترجمہ**:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک موقعہ پر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: (ایسے حکّام آئیں گے جو نماز کو اُس کے وقت سے ہٹا کر اتنی دیر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کر کے پڑھائیں گے کہ اس نماز کا وقتِ مستحب نکل جائے گا اور مکروہ وقت آ جائے گا۔ یا تو وقت بالکل ہی نکل جائے گا، اب) جو حاکم صحیح طریقہ سے پڑھائے گا تو تمہارے لیے ثواب ہوگا، اور جو صحیح وقت پر نہیں پڑھائے گا (اور اس میں تمہاری طرف سے کوئی کوتاہی نہیں ہوئی ہوگی۔ یعنی تم تو وقت پر نماز کے لیے آ گئے، اور اس کے انتظار میں رہے، لیکن وہی دیر سے آیا) تو اس میں تمہارے لیے ثواب ہی ہوگا، البتہ ان کے اوپر اس کا وبال ہوگا اور ساری ذمہ داری ان پر آئے گی۔

**افادات:**۔ پہلے زمانہ میں جو حاکم ہوا کرتے تھے امامت کی ذمہ داری انہیں کی ہوا کرتی تھی، بعد میں ایسے حکّام آنے لگے جو امامت کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے تو پھر دونوں عہدے منقسم ہوئے، ورنہ خود نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پوری حیاتِ طیبہ میں نماز کی امامت کرائی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جب حضراتِ خلفائے راشدین کا دور آیا تو سب ہی اپنے اپنے زمانے میں جہاں حکومت کے اختیارات سنبھالتے تھے، وہیں نماز کی امامت کی ذمہ داری بھی انہیں کی ہوا کرتی تھی۔ ان کے بعد کچھ خلفاء تک یہ سلسلہ رہا، اور وہ جن لوگوں کو اپنے علاقہ میں حاکم مقرر کرتے تھے، یا کسی شہر میں کسی کو گورنر بناتے تھے؛ وہاں کی امامت کی ذمہ داری بھی انہیں کی ہوا کرتی تھی۔

# بہترین لوگ

**۱۸۳۹:**۔ وعنه - رضی الله عنه -: { كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ } [البقرة:۱۱۰] قَالَ: خَيْرُ النَّاسِ لِلنَّاسِ يَأْتُونَ بِهِمْ فِي السَّلَاسِلِ فِي أَعْنَاقِهِمْ حَتَّى يَدْخُلُوا فِي الإِسْلَامِ.

**ترجمہ:**۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ باری تعالٰی کے ارشاد: تم

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

بہترین امّت ہو، لوگوں کے حق میں بھلائی کے لیے پیدا کئے گئے ہو، اس کے متعلق ارشاد فرمایا کہ: دوسری تمام امتوں کے مقابلہ میں تمہارا وجود سب سے بہتر ہے، لوگوں کو زنجیروں میں جکڑ کر، ان کے گلوں میں زنجیر ڈال کر لائیں گے، یہاں تک کہ وہ اسلام میں داخل ہوجائیں۔

## پا بہ زنجیر جنت میں

**۱۸۴۰:-وعنه عن النبیّ ﷺ قال: ((عَجِبَ اللهُ -عزوجل- مِنْ قَوْمٍ يَدْخُلُونَ الجَنَّةَ فِي السَّلاسِلِ.))** (رواهما البخاری)

**معناه: يُؤْسَرُونَ وَيُقَيَّدُونَ ثُمَّ يُسْلِمُونَ فَيَدْخُلُونَ الجَنَّةَ.**

**ترجمہ:-** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ بڑے خوش ہوتے ہیں ان لوگوں سے جو جنت میں زنجیروں کے ساتھ داخل ہوں گے۔

**افادات:-** یعنی غیر مسلموں کے ساتھ جنگ ہوئی جس میں کچھ لوگ قید پکڑے گئے، ان کو زنجیروں میں جکڑ کر رکھا گیا، لیکن اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا گیا، اس لیے کہ اگر جبری طور پر کوئی آدمی ایمان لاتا ہے تو وہ دل سے مؤمن نہیں ہوتا۔ جب ان کو اسلامی ماحول ملا اور مسلمانوں کے اعمال، اخلاق اور خوبیاں دیکھیں جس کی وجہ سے ان کے دل میں ایمان داخل ہوا اور وہ اسلام لائے۔ گویا قید کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام و مسلمانوں کی خوبیاں دیکھنے کا موقعہ دیا تو وہ اسلام لائے۔

## حضرت ثمامہ بن اُثال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ

حضرت ثمامہ بن اُثال رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبیلۂ بنوحنیفہ کے سرداروں میں سے تھے، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کی ایک ٹکڑی ایک علاقہ میں حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

میں بھیجی، جب وہ لوگ وہاں سے واپس لوٹ رہے تھے تو قبیلۂ بنو حنیفہ کے سردار حضرت ثمامہ بن اُثال رضی اللہ تعالٰی عنہ کی – جو اپنے علاقہ سے عمرہ کرنے کے ارادہ سے مکہ مکرمہ جارہے تھے-صحابۂ کرام کی جماعت سے مڈبھیڑ ہوگئی، صحابہؓ نے اُن کو قید کرلیا اور مسجدِ نبوی میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ اُس زمانہ میں مستقل کوئی قید خانہ نہیں تھا، اور نہ ہی کوئی مہمان خانہ تھا۔ جو مہمان حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں آتے تھے ان کو بھی، اور قیدیوں کو بھی مسجدِ نبوی ہی میں ٹھہرایا جاتا تھا۔ اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا تھا کہ وہ لوگ مسلمانوں کی نماز اور اسلامی ماحول دیکھتے تھے، جس کا ان کی طبیعتوں پر اثر ہونا لازمی تھا۔ حضرت ثمامہ کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسجد کے ایک ستون کے ساتھ بندھوا دیا۔ دوسرے دن فجر کی نماز کے لیے جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے تو ان سے پوچھا: کیا حال ہے اور میرے متعلق تمہارا کیا گمان ہے؟ میں تمہارے ساتھ کیا معاملہ کروں گا؟ انہوں نے جواب دیا: آپ کے متعلق میرا خیال اچھا ہی ہے، اگر آپ میرے قتل کا حکم صادر کریں گے تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ ایک ایسے آدمی کے قتل کا حکم صادر کریں گے جو قتل کا حقدار ہے۔ اور اگر آپ مجھے معاف کر کے مجھ پر احسان کریں گے تو ایک شکر گزار آدمی پر احسان کریں گے۔ اور اگر آپ کو مال چاہیے تو فرمائیے کہ کتنا مال چاہیے؟ وہ پیش کر دیا جائے گا۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دوسرے دن پھر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے پاس سے گزرے تو وہی سوال پوچھا۔ اُس وقت انہوں نے کہا: اگر آپ معاف کردیں گے تو ایک شکر گزار آدمی پر احسان کریں گے، اور آپ سے یہی توقع ہے۔ تیسرے دن پھر وہی سوال پوچھا تو انہوں نے کہا: میرا وہی جواب ہے جو میں دے چکا ہوں۔ اب وہ تین دن مسجد میں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

رہے تھے اور حضراتِ صحابہ کے اعمال دیکھے تھے تو ان کے دل میں ایمان آچکا تھا، چناں چہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کو کھول دو۔ ان کو کھول دیا گیا، وہیں مسجد کے قریب کھجور کے درختوں کا جھنڈ تھا، وہ سیدھے وہاں تشریف لے گئے، غسل کیا اور فوراً نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کلمہ پڑھ لیا، پھر عرض کیا کہ: آج سے پہلے میرے نزدیک آپ کی ذات سے زیادہ مبغوض اور قابلِ دشمنی اور کوئی ذات نہیں تھی، اور اب آپ کی ذات سے زیادہ محبوب اور کوئی ذات نہیں ہے۔ اور آج سے پہلے آپ کے شہر سے زیادہ مبغوض کوئی شہر نہیں تھا، اور اب آپ کے شہر سے زیادہ محبوب کوئی شہر نہیں۔ یہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہوں کی تاثیر تھی کہ بڑے سے بڑا کافر بھی ایک مرتبہ آپ کے پاس آ گیا تو اس کے دل کی کایا پلٹ جاتی تھی۔

پھر انہوں نے عرض کیا: میں اپنے علاقہ سے بیت اللہ کی زیارت کے لیے نکلا تھا کہ آپ کے لوگوں نے مجھے راستہ میں پکڑ لیا، اب میرے لیے کیا حکم ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آپ عمرہ کے ارادہ سے نکلے ہو تو عمرہ کر کے اپنے گھر واپس جاؤ، چناں چہ وہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ ان کے مکہ مکرمہ پہنچنے سے پہلے ہی ان کے سارے واقعہ کی تفصیل مکہ مکرمہ پہنچ چکی تھی اور مکہ والوں کو پتہ چل گیا تھا کہ یہ ایمان لا چکے ہیں، جب یہ مکہ مکرمہ پہنچے تو کسی نے ان کو طعنہ دیا کہ یہ اپنے دین سے پھر گیا ہے۔ انہوں نے کہا: نہیں! بلکہ میں حضورا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا ہوں۔ اور چوں کہ مکہ مکرمہ والے گیہوں کی جو روٹیاں کھاتے تھے وہ گیہوں یمامہ سے ہی آتے تھے، تو انہوں نے کہا: اب یمامہ سے گیہوں کا ایک دانہ بھی یہاں نہیں بھیجوں گا یہاں تک کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجازت دیں۔ چناں چہ وہ یمامہ گئے اور گیہوں بند کر دیئے۔ مکہ والے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

پریشان ہو گئے تو مجبور ہو کر ابو سفیان نے - جو اُس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے - مدینہ منورہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں خط لکھا کہ آپ تو لوگوں کو صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں، ثمامہ نے ہمارا غلّہ بند کر دیا ہے، آپ ان کو لکھ بھیجیں کہ وہ غلہ بھیجنا بدستور جاری کر دیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ ان کا غلّہ بند نہ کیا جائے۔ (بخاری شریف، باب وفد بنی حنیفۃ)

## وہ کہاں اور تم کہاں!

اسی سے علماء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ جن کے ساتھ باقاعدہ جنگ جاری ہو، ان کی بھی بنیادی ضرورتیں - کھانا، پینا وغیرہ - بند نہیں کی جائیں گی۔ دیکھو! یہاں مکہ والوں کے ساتھ مسلمانوں کی جنگ تھی، کوئی صلح بھی نہیں ہوئی تھی، گویا مکہ والے اہلِ حرب تھے، پھر بھی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا غلہ بند کرنے سے حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کو منع فرمایا۔ لیکن آج کل کی سُدھری ہوئی اور ترقی یافتہ دنیا اور حقوقِ انسانی کے اتنے بلند بانگ دعوے کرنے والوں کا عمل دیکھو کہ جب وہ کسی سے رُوٹھتے ہیں تو ساری بنیادی ضرورتوں پر روک لگا دیتے ہیں یہاں تک کہ دوائیاں تک بند کر دیتے ہیں؛ یہ کہاں کی ترقی اور حقوقِ انسانی کا کیسا دعویٰ ہے!

## محبوب ترین اور مبغوض ترین جگہیں

۱۸۴۱:- وعنه عن النبيّ صلى الله عليه وسلم قال: ((أَحَبُّ البِلَادِ إِلَى اللهِ مَسَاجِدُهَا، وَأَبْغَضُ البِلَادِ إِلَى اللهِ أَسْوَاقُهَا)). (رواه مسلم)

**ترجمہ**:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

فرمایا: زمین کے تمام حصوں میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ حصے مسجدیں ہیں، اور زمین کے حصوں میں اللہ تعالیٰ کی نگاہوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ حصے بازار ہیں۔

**افادات:-** مساجد میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے، اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے، کتاب اللہ کی تلاوت کی جاتی ہے، بھلائی کی باتیں کی جاتی ہیں، تعلیم و تعلّم کا سلسلہ رہتا ہے، یہ سارا خیر ہی خیر ہے، اس لیے اس کو ''اَحبُّ الْبِلَادِ'' کہا گیا۔ اور بازاروں میں دغابازی، دھوکہ دہی، جھوٹی قسمیں اور لوگوں کے ساتھ خیانت کا معاملہ ہوتا ہے؛ اس لیے اس کو ''أَبْغَضُ الْبِلَادِ'' کہا گیا۔

## بازار شیطان کا دارالسلطنت ہے

۱۸۴۲:- وعن سلمان الفارسی- رضی اللہ عنہ- من قولہٖ قال: لَاتَكُونَنَّ إِنِ اسْتَطَعْتَ أَوَّلَ مَنْ يَدْخُلُ السُّوقَ، وَلَا آخِرَ مَنْ يَخْرُجُ مِنْهَا، فَإِنَّهَا مَعْرَكَةُ الشَّيْطَانِ، وَبِهَا يَنْصِبُ رَايَتَهُ. (رواه مسلم هكذا.)

ورواه البرقانی فی صحیحہٖ: عن سلمان، قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: ((لَا تَكُنْ أَوَّلَ مَنْ يَدْخُلُ السُّوقَ، وَلَا آخِرَ مَنْ يَخْرُجُ مِنْهَا. فِيهَا بَاضَ الشَّيْطَانُ وَفَرَّخَ))

**ترجمہ:-** حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اگر تم سے ہو سکے تو سب سے پہلے بازار میں جانے والے نہ بنو، اور مارکیٹ سے سب سے آخر میں آنے والے مت بنو (مطلب یہ ہے کہ جتنا کم وقت مارکیٹ میں لگا سکتے ہو؛ لگاؤ۔ سب سے پہلے جاؤ گے اور سب سے آخر میں نکلو گے تو زیادہ وقت مارکیٹ میں لگے گا۔ پھر آگے اس کی وجہ بتلائی) اس لیے کہ وہ شیطان کا میدان ہے، اور وہیں شیطان اپنا جھنڈا گاڑتا ہے۔

اور بُرقانی نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

فرمایا: سب سے پہلے بازار میں جانے والے مت بنو، اور سب سے آخر میں وہاں سے واپس آنے والے مت بنو، اس لیے کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں شیطان نے انڈے بھی دیئے اور بچّے بھی جنے۔

**افادات:۔** ''فَرَّخَ'' یعنی جیسے مرغی انڈے سیتی ہے، اسی طرح شیطان کے انڈے بھی یہیں بنتے ہیں اور بچّے بھی یہیں بنتے ہیں۔ اس لیے اگر شیطان کے اثرات سے بچنا ہو تو ضروری ہے کہ آدمی بازار کے ساتھ کم سے کم تعلق رکھے۔

بازار گویا شیطان کا دارالسلطنت ہے، اگر کاروبار کرنے کے لیے وہاں جانا ہے تو کاروبار کرنے کی حد تک جاؤ، ویسے ہی وہاں بیٹھنے کی عادت مت ڈالو۔ بہت سے لوگوں کا مزاج ایسا بنا ہوا ہے کہ اگر بازار میں نہ جائیں تو گویا ان کا کھانا ہی ہضم نہیں ہوتا حالاں کہ ان کی وہاں نہ کوئی دوکان ہے، نہ کوئی کاروبار ہے، پھر بھی دوسروں کی دوکان پر جا کر ویسے ہی بیٹھتے ہیں، ان کو مسجد میں بیٹھنے کی توفیق نہیں ہوتی۔

## حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے لیے دعائے مغفرت

۱۸۴۳:-وعن عاصمٍ الأحوَلِ، عن عبدِ اللهِ بن سَرْجِسَ - رضي الله عنه - قال: قلتُ لِرسولِ اللهِ - ﷺ -: يا رسولَ اللهِ، غَفَرَ اللهُ لَكَ، قال: ((وَلَكَ)) قال عاصمٌ: فَقُلْتُ لَهُ: أَسْتَغْفَرَ لَكَ رسُولُ اللهِ - ﷺ - ؟ قال: نَعَمْ وَلَكَ، ثُمَّ تَلاَ هٰذِهِ الآيةَ: {وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ} [محمد:۱۹] (رواه مسلم)

**ترجمہ مع تشریح:۔** حضرت عاصم احول رحمہ اللہ (تابعی) حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں (حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس موقعہ پر اور باتیں بھی ہوئی تھی، انہیں میں سے یہ ہے کہ) انہوں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ آپ کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

مغفرت فرمائے۔ اس پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری بھی مغفرت فرمائے۔ جب انہوں نے یہ روایت نقل کی تو عاصم فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے لیے دعائے مغفرت فرمائی؟ انہوں نے کہا: جی ہاں؛ اور تمہارے لیے بھی فرمائی۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: اے نبی! اپنے آپ کے لیے اور اہلِ ایمان مرد اور عورتوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کیجئے (جب اللہ تعالیٰ نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مؤمنین اور مؤمنات کے لیے دعائے مغفرت کا حکم دیا ہے تو ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر عمل فرمایا ہے، لہٰذا اس میں تم بھی آ گئے)

**افادات:۔** **''اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے''** یہاں علماء نے لکھا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مغفرت کی نسبت کی جائے تو اس کا مطلب یہ لیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجات بلند کئے جائیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتکریم کی جو بھی شکلیں ہوسکتی ہیں وہ سب اس دعا کے نتیجے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملیں گی۔

## بے شرم بن، پھر جو چاہے کر

۱۸۴۴:-وعن أبي مسعودٍ الأنصاري- رضی اللہ عنہ- قال: قال النبي-ﷺ-:((إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الأُولَى: إِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ)).(رواه البخاري)

**ترجمہ:-** حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگلے انبیاء کی تعلیمات اور ان کے کلام میں سے ایک کلمہ اور جملہ یہ بھی ہے کہ ''جب تمہارے اندر حیا کا مادہ نہ ہو؛ تو پھر جو چاہے کرو۔''

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

**افادات:** - حیا اور شرم ایسی چیز ہے جو آدمی کو ایسے تمام کاموں سے بچاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ہوں۔ یہی وہ صفت ہے جو آدمی کو گناہوں سے روکتی ہے۔ اگر کسی آدمی نے حیا ہی کو ختم کر دیا تو پھر شرم وحیا کی وجہ سے جن برے کاموں سے اپنے آپ کو بچاتا تھا ان سے بچنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ فارسی کی کہاوت ہے: ''بے حیا باش؛ وہر چہ خواہی کن'' بے شرم بن جا، پھر جو چاہے کر۔ اسی لیے حیا کو ایمان کی ایک بڑی شاخ کہا گیا۔ حدیثِ پاک میں ہے: ''اَلْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ'' اور اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

## قیامت کا سب سے پہلا فیصلہ

۱۸۴۵: - وعن ابن مسعودٍ - رضی اللہ عنہ - قال: قالَ رسُولُ اللہ - ﷺ -: ((أَوَّلُ مَا يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدِّمَاءِ)). (متفق علیہ)

**ترجمہ:** - حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز سب سے پہلے لوگوں کے درمیان خون کے سلسلہ میں فیصلہ کیا جائے گا

**افادات:** - یعنی کسی نے کسی کو قتل کیا، کسی کی جان کو نقصان پہنچایا، تو وہاں سب سے پہلے اسی کے فیصلے ہوں گے۔ بعض روایتوں میں نماز کے متعلق آتا ہے۔ تو علماء نے دونوں میں تطبیق دیتے ہوئے یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں نماز کے متعلق پہلا فیصلہ ہوگا، اور بندوں کے حقوق کے سلسلہ میں جان سے متعلق پہلا فیصلہ ہوگا۔

## کون کس چیز سے بنا؟

۱۸۴۶: - وعن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت: قال رسولُ اللہِ - ﷺ -:

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

((خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُورٍ، وَخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَارِجٍ مِن نَارٍ، وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ)). (رواہ مسلم)

**ترجمہ:**- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فرشتے نور سے پیدا کئے گئے، اور جانّ کو آگ کی لپک (یعنی آگ میں سے جو شعلہ نکلتا ہے جس میں دُھویں کا بھی اثر ہوتا ہے، اس) سے پیدا کیا گیا، اور حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے۔

**افادات:**- جانّ سے مراد کیا ہے؟ تو بعض نے کہا کہ ابلیس مراد ہے۔ بعضوں نے کہا کہ اس سے مراد جنات کی جنس ہے، جیسے انسان ایک جنس ہے اسی طرح جنات بھی ایک جنس ہے۔ بعض حضرات نے جنوں کا جدِ اعلیٰ کو ''جانّ'' قرار دیا، جیسے انسانوں کے جدِّ اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام ہیں، اسی طرح جنات کے جدِ اعلیٰ کا نام ''جانّ'' ہے۔

# قرآنِ کریم کا عملی نمونہ

۱۸۴۷:- وعنها رضی اللہ عنها قالت: كان خُلُقُ نَبِيِّ اللهِ ﷺ القُرْآن

(رواہ مسلم فی جملة حدیث طویل)

**ترجمہ:**- (ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کے متعلق پوچھا گیا، تو) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق قرآن ہی ہیں۔

**افادات:**- یعنی جو کچھ قرآنِ پاک میں علمی طور پر ہے وہی سب کچھ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات میں عملی طور پر موجود تھا۔ گویا کسی کو قرآنِ کریم کا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

عملی نمونہ دیکھنا ہو تو وہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کو دیکھ لے۔

## مؤمن اور کافر کی موت کا منظر

۱۸۴۸:-وعنها قالت: قال رسولُ اللهِ ﷺ: ((مَنْ أحَبَّ لِقَاءَ اللهِ أحَبَّ اللهُ لِقَاءَهُ، وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللهِ كَرِهَ اللهُ لِقَاءَهُ)) فقلتُ: يا رسولَ اللهِ! أكراهِيَةُ المَوتِ، فَكُلُّنَا نَكْرَهُ المَوتَ؟ قال: ((لَيسَ كَذٰلِكَ، ولٰكِنَّ المُؤْمِنَ إذَا بُشِّرَ بِرَحْمَةِ اللهِ وَرِضْوَانِهِ وَجَنَّتِهِ أحَبَّ لِقَاءَ اللهِ فَأَحَبَّ اللهُ لِقَاءَهُ، وإنَّ الكَافِرَ إذَا بُشِّرَ بِعَذَابِ اللهِ وَسَخَطِهِ كَرِهَ لِقَاءَ اللهِ وكَرِهَ اللهُ لِقَاءَهُ)). (رواه مسلم)

**ترجمہ مع تشریح:-** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی اللہ تعالیٰ سے ملنے کو پسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند فرماتے ہیں، اور جو اللہ تعالیٰ سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند فرماتے ہیں (مطلب یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ سے تعلق اور محبت ہے وہ یہی چاہتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچیں اور اللہ تعالیٰ کا اعمالِ صالحہ پر اجر کا جو وعدہ ہے وہ ہم اللہ تعالیٰ سے حاصل کریں) میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہاں اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے مراد موت ہے؟ اور موت کو تو ہم میں سے ہر آدمی ناپسند کرتا ہے؟ تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایسی بات نہیں ہے (بلکہ اس کو یوں سمجھو کہ جب تک موت کا مقررہ وقت نہیں آیا ہے وہاں تک تو آدمی کے دل میں ایسا خیال، جذبہ اور اُمنگ وتمنّا ہوتی ہے کہ اور موقع مل جائے) لیکن مؤمن کا حال یہ ہوتا ہے کہ جب (اس کی موت کا مقررہ وقت آجاتا ہے، اور جس گھڑی اس کی روح نکالی جانے والی ہوتی ہے، اس سے کچھ پہلے) اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اس کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی، اس کی رحمتیں اور جنّت کے درجات (جو اس کو حاصل ہونے والے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہیں اس) کی بشارت سنائی جاتی ہے (وہاں کے مناظر دکھلائے جاتے ہیں، تو عین اس گھڑی میں جب کہ اس کی روح قبض کی جانے والی ہوتی ہے اس کے دل کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ) وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے (اس کا جی چاہتا ہے کہ بس میں دنیا سے جلدی سے نکل جاؤں) اور اس وقت اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتے ہیں۔ اور کافر کا حال یہ ہوتا ہے کہ جب (اس کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو عین اس گھڑی میں جب اس کی روح قبض کی جانے والی ہوتی ہے، اس سے کچھ پہلے) اس کو جہنم میں جو عذاب ہونے والا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے نتیجہ میں اس کے ساتھ جو معاملہ کیا جانے والا ہے، وہ ساری چیزیں اس کو دکھلائی جاتی ہیں، اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں۔

**افادات:۔** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوال کا حاصل یہ تھا کہ موت کو تو ہر انسان طبعی طور پر ناپسند اور ناگوار سمجھتا ہے، کون ہے جو موت کو چاہتا ہو؟ ہر آدمی چاہتا ہے کہ جتنی ٹل سکتی ہے، ٹل جائے، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: اس سے اگر موت مراد لی جائے تب بھی عین وہ گھڑی جو آدمی کے لیے اللہ کی طرف سے موت کی مقرر ہے، اس سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بشارتیں دی جاتی ہیں، اس کی وجہ سے مؤمن کے دل کی کیفیت بدل جاتی ہے۔

## شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح گردش کرتا ہے

۱۸۴۹:۔ وَعَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ - صلى الله عليه وسلم - مُعْتَكِفاً، فَأَتَيْتُهُ أَزُورُهُ لَيلاً، فَحَدَّثْتُهُ ثُمَّ قُمْتُ لأَنْقَلِبَ فَقَامَ مَعِي لِيَقْلِبَنِي، فَمَرَّ رَجُلاَنِ مِنَ الأَنْصَارِ رضي الله عنهما، فَلَمَّا رَأَيَا النَّبِيَّ - صلى الله عليه وسلم -

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

أَسْرَعَا. فقال ﷺ: ((عَلَى رِسْلِكُمَا، إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ)) فَقَالَا: سُبْحَانَ اللهِ يَا رسولَ اللهِ. فقالَ: ((إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ ابْنِ آدَمَ مَجْرَى الدَّمِ، وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوبِكُمَا شَرًّا - أَوْ قَالَ: شَيْئاً -)). (متفق علیہ)

**ترجمہ مع تشریح:** - امُّ المؤمنین حضرت صفیہ بنت حیّ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعتکاف میں تھے، ایک مرتبہ رات کو میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور ملاقات کے لیے حاضر ہوئی (دوسری روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں اور ازواجِ مطہرات بھی تھیں، وہ سب ہی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات کے لیے آئی ہوئی تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اعتکاف کی حالت میں معتکف کی ملاقات کے لیے جہاں اور لوگ آتے ہیں، وہیں اگر اس کے گھر والے بھی آنا چاہیں تو آسکتے ہیں، اور ان کے ساتھ مباح اور جائز قسم کی گفتگو بھی کی جاسکتی ہے۔ بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ دوسری ازواجِ مطہرات کے بعد حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پہنچی تھیں، جب تمام ازواجِ مطہرات واپس جانے لگیں تو چوں کہ دوسروں کے حجرے قریب تھے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ دُور تھا، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کام میں مشغول تھے، اس لیے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِن سے کہا: تم ٹھہر جاؤ، مَیں تمہیں چھوڑ دیتا ہوں، تو یہ ٹھہر گئیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کام سے فارغ ہوئے) تو مجھے چھوڑنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مسجد کی حد تک) تشریف لائے (اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر معتکف کی ملاقات کے لیے کوئی آدمی آیا ہو، اور اس کے اکرام کے طور پر اس کو چھوڑنے کے لیے مسجد کی حدود تک وہ آئے تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے) اس وقت دو انصاری صحابی وہاں سے گزرے، جب انہوں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا (اور یہ بھی دیکھا کہ آپ کے ساتھ کوئی خاتون ہے) تو وہ دونوں صحابی جلدی سے لوٹنے لگے، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ٹھہر جاؤ؛ یہ صفیہ بنت حیّ ہے (ان دونوں حضرات کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

طبیعت پر ایسا اثر ہوا کہ کیا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلبِ مبارک میں یہ خیال آیا کہ ہمیں آپ پر کوئی بدگمانی ہوئی ہوگی، اس لیے ) انہوں نے کہا: سبحان اللہ؛ اے اللہ کے رسول! (یعنی ہم اپنے دل میں کوئی ایسا خیال لا بھی نہیں سکتے، آپ کو یہ وضاحت کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی ؟) تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شیطان انسان کے اندر ایسا گردش کرتا ہے جیسے خون انسان کے جسم میں اپنے اثرات ڈالتا ہے، مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ تمہارے دل میں کوئی وسوسہ نہ آجائے (اور اگر کسی مؤمن کے دل میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کوئی بدگمانی پیدا ہوگئی تو وہ تو ایمان سے محروم ہو جائے گا۔ اس لیے آپ نے ان کی حفاظت اور خیر خواہی کے لیے یہ وضاحت فرمادی تاکہ شیطان کو وسوسہ ڈالنے کا موقعہ ہی نہ ملے۔)

**افادات:۔** اسی سے دلیل پکڑتے ہوئے علماء نے لکھا ہے کہ مقتدا اور پیشوا لوگوں کو اپنا طرزِ عمل اس انداز سے رکھنا چاہیے کہ کسی کو ان پر بدگمانی کا موقعہ نہ ملے۔ اگرچہ کسی کے ساتھ بلا کسی سبب کے بدگمانی کرنا گناہ ہے، لیکن لوگوں کو بدگمانی میں ڈالنے کے اسباب پیدا کرنا بھی منع ہے۔ اگر ہمارا کوئی کام ایسا ہے جس کے متعلق یہ اندیشہ ہو کہ کسی کو شاید کوئی خیال آجائے گا تو اس کی وضاحت کر دینا مناسب ہے، خاص کر کے جو مقتدا اور اہلِ علم ہیں ان کے لیے تو بہت ہی زیادہ ضروری ہے، تاکہ ان کے فیض سے لوگ محروم نہ ہو جائیں۔ اس لیے کہ اگر ایسا نہ کیا جائے گا تو لوگوں کے دلوں میں بدگمانی پیدا ہوگی، اور پھر اس کے ذریعہ ان کو فائدہ نہیں ہوگا۔

## غزوۂ حنین

۱۸۵۰:-وعن أبي الفضل العباس بن عبد المطلب- رضی اللہ عنہ-

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

قال: شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ -ﷺ- يَوْمَ حُنَيْنٍ، فَلَزِمْتُ أنا وأبو سُفْيَانَ بن الحارثِ بن عبد المطلب رَسُولَ الله -ﷺ-. فَلَمْ نُفَارِقْهُ، وَرَسُولُ اللهِ -ﷺ- عَلَى بَغْلَةٍ لَهُ بَيْضَاءَ، فَلَمَّا الْتَقَى الْمُسْلِمُونَ وَالْمُشْرِكُونَ، وَلَّى الْمُسْلِمُونَ مُدْبِرِينَ، فَطَفِقَ رَسُولُ اللهِ -ﷺ- يَرْكُضُ بَغْلَتَهُ قِبَلَ الْكُفَّارِ، وأنا آخِذٌ بِلِجَامِ بَغْلَةِ رَسُولِ اللهِ -ﷺ- أَكُفُّهَا إِرَادَةَ أَنْ لاَ تُسْرِعَ، وأَبُو سُفْيَانَ آخِذٌ بِرِكَابِ رَسُولِ اللهِ -ﷺ- فقالَ رَسُولُ الله -ﷺ-: ((أَيْ عَبَّاسُ، نَادِ أَصْحَابَ السَّمُرَةِ)). قالَ الْعَبَّاسُ - وَكَانَ رَجُلاً صَيِّتاً - فَقُلْتُ بِأَعْلَى صَوْتِي: أَيْنَ أَصْحَابُ السَّمُرَةِ، فَوَاللهِ لَكَأَنَّ عَطْفَتَهُمْ حِينَ سَمِعُوا صَوْتِي عَطْفَةُ الْبَقَرِ عَلَى أَوْلاَدِهَا، فقالوا: يَا لَبَّيْكَ يَا لَبَّيْكَ، فَاقْتَتَلُوا هُمْ وَالْكُفَّارُ، وَالدَّعْوَةُ فِي الأَنْصَارِ يَقُولُونَ: يَا مَعْشَرَ الأَنْصَارِ، يَا مَعْشَرَ الأَنْصَارِ، ثُمَّ قَصُرَتِ الدَّعْوَةُ عَلَى بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ، فَنَظَرَ رَسُولُ اللهِ -ﷺ- وَهُوَ عَلَى بَغْلَتِهِ كَالْمُتَطَاوِلِ عَلَيْهَا إِلَى قِتَالِهِمْ، فَقَالَ: ((هَذَا حِينَ حَمِيَ الْوَطِيسُ))، ثُمَّ أَخَذَ رَسُولُ اللهِ -ﷺ- حَصَيَاتٍ فَرَمَى بِهِنَّ وُجُوهَ الْكُفَّارِ، ثُمَّ قَالَ: ((انْهَزَمُوا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ))، فَذَهَبْتُ أَنْظُرُ فَإِذَا الْقِتَالُ عَلَى هَيْئَتِهِ فِيمَا أَرَى، فَوَاللهِ مَا هُوَ إِلاَّ أَنْ رَمَاهُمْ بِحَصَيَاتِهِ، فَمَا زِلْتُ أَرَى حَدَّهُمْ كَلِيلاً وَأَمْرَهُمْ مُدْبِراً. (رواه مسلم)

((الوَطِيسُ)) التَّنُّورُ، ومعناهُ: اشْتَدَّتِ الحَرْبُ. وقوله: ((حَدَّهُمْ)) هو بالحاء المهملة: أيْ بَأْسَهُمْ.

**ترجمہ مع تشریح:** ۔ابوالفضل حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ جو حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ غزوۂ حنین میں شریک ہوا تو میں نے اور حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو لازم پکڑ لیا (یعنی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی رہے۔ روایت میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خچّر کی لگام حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اور رِکاب حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ نے پکڑی ہوئی تھی) اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے سفید خچّر کے اوپر سوار تھے، جب مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان مدبھیڑ ہوئی تو (اچانک حملہ کی وجہ سے) مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حالت میں بھی اپنے خچّر کو ایڑ لگا کر کفار کی طرف آگے بڑھ رہے تھے۔ میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خچّر کی لگام پکڑے ہوئے تھا اور میں اس خچّر کو روکنا چاہتا تھا کہ تیزی سے آگے نہ بڑھے، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو ایڑ لگا کر تیزی سے آگے بڑھانا چاہتے تھے (یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شجاعت و بہادری کی بات ہے۔ اسی لیے ایک صحابی نقل کرتے ہیں کہ جو صحابی میدانِ جنگ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ قریب ہوتا تھا وہ سب سے زیادہ شجاع اور بہادر سمجھا جاتا تھا۔ اس لیے کہ میدانِ جنگ میں جو جگہ سب سے زیادہ خطرناک ہوتی تھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں موجود ہوتے تھے) اور حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رِکاب تھامے ہوئے تھے جب مسلمانوں نے بھاگنا شروع کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عباس! کیکر والوں کو آواز دو (''اصحاب السمرۃ''، یعنی کیکر والے۔ حدیبیہ کے موقعہ پر کیکر کے درخت کے نیچے جن لوگوں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی، جن کو ''اصحابِ بیعت الرضوان'' بھی کہا جاتا ہے، جس بیعت پر اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں آیت (۱) نازل فرمائی جس میں ان کو اپنی خوشنودی کا پروانہ عطا کیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بلند آواز والے آدمی تھے، ان کی آواز اتنی بلند تھی کہ جبلِ سلع پر کھڑے ہو کر رات کے آخری حصہ میں

---

(۱) لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

جب وہ اپنے غلاموں کو جو غابہ میں بکریاں چَرا رہے ہوتے تھے آواز دیتے تھے تو ان کی آواز وہاں تک پہنچتی تھی، حالاں کہ جبلِ سلع اور غابہ کے درمیان بارہ کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔ اوران کے حالات میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب کبھی وہ اپنی بکریاں چَرانے جاتے تھے اور بھیڑیا آتا تھا تو اتنی زور سے آواز لگاتے تھے کہ بھیڑیے کا پتہ پھٹ جاتا تھا) حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بلند آواز سے کہا: حضور کے ہاتھ پر کیکر کے نیچے بیعت کرنے والے کہاں ہیں؟ جب میری آواز ان صحابہ نے سنی تو ایسے پلٹے، جیسے گائے اپنے بچے کی طرف پلٹتی ہے (گائے جب اپنے بچے کی طرف پلٹتی ہے تو کسی کا خیال نہیں کرتی، سب کو روند ڈالتی ہے۔ روایتوں میں آتا ہے کہ صحابہ نے جب یہ آواز سنی تو ان کی ایسی حالت ہوگئی کہ اتنی جلدی سے پلٹنا چاہا کہ جو اونٹوں پر سوار تھے اور ان کے اونٹ جلدی سے پلٹ نہیں سکے تو انہوں نے اپنی زرہیں نکال کر اونٹوں کی گردنوں میں ڈالیں اور اپنی تلوار اور ڈھال لے کر پیدل ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دوڑ پڑے) اور ''ہم حاضر ہیں، ہم حاضر ہیں'' کہتے ہوئے لپکے اور کفار کے ساتھ مقابلہ شروع کیا۔ اور انصار کو بلانے کے لیے یہ ندا دی گئی تھی: اے انصار کی جماعت، اے انصار کی جماعت۔ چناں چہ وہ بھی آئے۔ اور انصار کے قبیلۂ خزرج کا ایک خاندان بنو حارث ہے، ان کا نام لے کر بھی پکارا تو وہ بھی دوڑ کر پہنچے (حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مسلمان پلٹے اور کافروں پر جھپٹے) اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خچّر پر سوار تھے، اور آپ اپنا سرِ مبارک اونچا کر کے صحابہ کے اس مقابلہ کو دیکھ رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ اب میدان گرم ہوا ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ کنکر لیے (روایتوں میں آتا ہے کہ جب آپ جھکے تو آپ کا خچّر بھی جھکا اور آپ نے مٹھی بھری) اور وہ کافروں کی طرف پھینکے، اور فرمایا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے رب کی قسم! یہ لوگ شکست

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کھا گئے (حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ) میں دیکھ رہا تھا کہ جنگ اسی طرح برابر جاری تھی، اللہ کی قسم! جیسے ہی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ کنکریاں ڈالیں تو دشمنوں کی دھار کُند (بُھٹّی) ہوگئی، وہ پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائی۔

**افادات:۔** ''حنین'' مکہ مکرمہ سے طائف جاتے ہوئے عرفات کے بعد راستہ میں ایک جگہ آتی ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں ذوالمجاز نامی ایک بازار لگا کرتا تھا، اسی کے دامن میں یہ وادی واقع ہے۔

''غزوۂ حنین'' دورِ نبوت میں جو غزوات اور جنگیں پیش آئیں ان میں سے ایک غزوہ ہے۔ سنہ ۸ ھ میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مکہ مکرمہ کو فتح کیا اور چوں کہ مکہ مکرمہ کے آس پاس کے علاقہ میں ایک بڑا قبیلہ ہَوازِن آباد تھا جس کی مختلف شاخیں تھیں، بنوسعد بھی اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں جو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضاعی ماں کا قبیلہ ہے۔ اور قبیلۂ ثقیف طائف میں آباد تھا۔ قریش کا تو اپنا سب سے اونچا مقام تھا ہی، لیکن یہ دونوں قبائل (ہَوازن اور ثقیف) بھی زمانۂ جاہلیت میں امتیازی شان اور اہمیت کے حامل تھے، اور دونوں جنگجو اور لڑاکو قبائل سمجھے جاتے تھے۔ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا اور قریش نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تابع ہو گئے تو ان دونوں قبیلے کے لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ مکہ مکرمہ تو فتح ہو گیا، اب یقیناً ہماری باری ہے، اور اب یہ مسلمان ہم پر حملہ آور ہوں گے۔ اس لیے ان لوگوں نے یہ مشورہ کیا کہ وہ ہم پر لشکر لے کر آویں اس سے پہلے ہم ہی کیوں نہ تیاری کر لیں اور ان پر حملہ کر دیں۔ چناں چہ ہوازن کی جتنی بھی شاخیں تھی ان کے تمام سردار آپس میں ملے اور مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ ہمیں مسلمانوں پر چڑھائی کرنی ہے۔ دو تین قبیلے بنوکعب، بنوکلاب وغیرہ ایسے بھی تھے جنہوں نے اس میں حصّہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

لینے سے انکار کردیا اور کہا کہ: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مقابلہ میں ساری دنیا آئے گی تب بھی وہ کامیاب نہیں ہوسکتی، اس لیے ہم اس میں حصّہ لینا نہیں چاہتے۔ لیکن اکثر قبائل نے اس میں حصّہ لیا۔ ان کا لشکر تیار ہوا اور مالک بن عوف نضری جو قبیلۂ نضر کا سردار تھا، وہ بڑا سپہ سالار اور رئیسِ اعلیٰ قرار پایا۔ اس نے سب کو اس بات کا پابند کیا کہ اپنے بیوی بچوں اور اپنے جانوروں کو اپنے ساتھ لیں۔ اس نے اس خیال سے یہ تدبیر اختیار کی تھی کہ جب بیوی بچّے بھی میدانِ جنگ میں ساتھ ہوں گے تو آدمی خوب جم کر لڑے گا، اور میدان سے بھاگے گا نہیں۔ اس کو یہ ڈر لگے گا کہ اگر میں بھاگ جاؤں گا تو میرے بیوی بچّے ہلاک ہوجائیں گے۔

جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ پتہ چلا کہ وہ لوگ لشکر جمع کررہے ہیں، اور حملے کی تیاریاں کررہے ہیں تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحابی حضرت عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ کو تحقیق و تفتیش کے لیے بھیجا کہ تم جاؤ اور ان کے درمیان ایک دو دن رہو، اور پتہ چلاؤ کہ ہم نے جو کچھ سنا ہے وہ صحیح ہے یا نہیں۔ چناں چہ وہ گئے اور ایک دن ان کے درمیان رہے اور سارے حالات سے باخبر ہوکر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی کہ بات بالکل صحیح ہے، وہ لوگ حملے کا ارادہ رکھتے ہیں اور تیاریاں کرچکے ہیں۔ تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مناسب سمجھا کہ وہ ہم پر حملہ آور ہوں اس سے پہلے ہم ہی ان کا جواب دیں۔ چناں چہ ماہِ شوال کی آٹھ تاریخ کو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ سے حنین کے لیے روانہ ہوئے جس وقت مدینہ منورہ سے چلے تھے تو دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر ساتھ تھا اور مکہ مکرمہ کے جو لوگ نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے ان میں سے بھی بعض حضرات ساتھ تھے، اور جو لوگ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے ایسے بھی بعض لوگ تماشہ دیکھنے کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

لیے ساتھ ہو گئے تھے، اور ایسے لوگوں کی تعداد دو ہزار کے قریب تھی، اس طرح ایک قول کے مطابق کل بارہ ہزار کی تعداد تھی۔

جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روانہ ہونے لگے تو راستہ میں ایک آدمی کی زبان سے یہ جملہ نکلا: ''لَنْ نُّغْلَبَ الْيَوْمَ عَنْ قِلَّةٍ'' آج تعداد کی کمی کی وجہ سے ہم شکست نہیں کھائیں گے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوشِ مبارک میں جب یہ جملہ پہنچا تو آپ کو بڑا ناگوار گذرا۔ چوں کہ اس جملہ کا مطلب یہ تھا کہ کثرت ہی لوگوں کے لیے کامیابی اور فتح کا سبب بنتی ہے، گویا اس قائل کی نظر اسباب کی طرف ہوئی، اور ایمان والوں کی نظر تو اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہونی چاہیے۔ آگے جا کر یہی جملہ خطرناک ثابت ہوا۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منگل کے دن شام کو وادیٔ حنین میں پہنچے تھے، اور بدھ کی صبح کو جب مقابلہ کے لیے آگے بڑھے تو شروع شروع میں ان لوگوں نے پسپائی اختیار کی جس سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم یوں سمجھے کہ یہ لوگ شکست کھا رہے ہیں، اور ان کی پسپائی کو دیکھ کر کچھ لوگ مالِ غنیمت کو حاصل کرنے میں پڑ گئے، دراصل انہوں نے پہلے سے ہی ایسی تدبیر اختیار کر رکھی تھی کہ پہاڑوں میں اپنے تیر اندازوں اور تلوار بازوں کو چھپا رکھا تھا۔ جب مسلمان یہ سمجھ کر آگے بڑھے کہ ہم کامیاب ہو گئے ہیں تو اچانک ان لوگوں نے حملہ کر دیا جس کی وجہ سے بہت سوں کے پاؤں اُکھڑ گئے، لیکن نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خچّر پر سوار اپنی جگہ پر مضبوطی سے جمے رہے۔ آپ کے ساتھ حضراتِ صحابہ میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ ان کے صاحبزادے حضرت جعفر بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ کچھ لوگ تو میدان چھوڑ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کر بھاگنے لگے اور کچھ لوگ وہ بھی تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور تھے۔اسی موقع کا یہ واقعہ ہے۔

## ابوسفیان بن حارث اور عبداللہ بن ابی اُمیہ کے اسلام کا قصہ

حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی ہوتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے بڑے چچا حارث بن عبدالمطلب کے بیٹے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی ہوتے ہیں، حضرت حلیمہ سعدیہؓ نے جس طرح حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلایا تھا اس طرح ان کو بھی دودھ پلایا تھا۔ بڑے شاعر تھے اور ان کا چہرہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت زیادہ مشابہ تھا۔ زمانۂ جاہلیت میں بچپن اور جوانی میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بڑے اچھے دوست تھے، جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کا سلسلہ شروع ہوا اور آپ نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا شروع کی تو یہ آپ کے پکے دشمن بن گئے، اپنے اشعار میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برائی کرتے تھے۔ جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں پر بھی مکہ مکرمہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو میں ان کے اشعار پہنچتے تھے، جن کا جواب حضرت حسّان بن ثابتؓ دیا کرتے تھے۔ اسی طرح یہ سلسلہ جاری تھا، جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ فتح کرنے کے لیے مدینہ منورہ سے لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے، اس موقعہ پر یہ اسلام لانے کے لیے مکہ مکرمہ سے اپنے بیٹے جعفر کو اپنے ساتھ لے کر چلے۔ اس موقعہ پر ایک اور صاحب عبداللہ بن ابی اُمیہ بھی ساتھ چلے۔

یہ عبداللہ بن ابی اُمیہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی ہوتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی حضرت عاتکہ بنت عبدالمطلب کے صاحبزادے ہیں، انہوں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑی تکلیفیں پہنچائی تھیں، بلکہ وہ تو یہاں تک کہتے تھے کہ اگر آسمان تک سیڑھی لگائی جائے اور میں اپنی آنکھوں سے دیکھوں کہ یہ آسمان پر چڑھے، آسمان میں داخل ہوئے اور اپنے ساتھ کچھ اوراق لے کر آئیں اور ان کے ساتھ چار فرشتے بھی ہوں اور وہ مجھ سے یوں کہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر بھیجا ہے؛ پھر بھی میں ان پر ایمان نہیں لاؤں گا۔

جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ فتح کرنے کے لیے روانہ ہوئے تو راستہ میں مقامِ ابواء میں یہ دونوں (پھوپھی زاد بھائی اور چچا زاد بھائی) آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی اجازت چاہی۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمادیا کہ میرے پاس مت آنا، میں تمہیں دیکھنا بھی نہیں چاہتا۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا جو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھیں، انہوں نے سفارش کی کہ اے اللہ کے رسول! آپ تو بڑے بڑے دشمنوں کو معاف کردیا کرتے ہیں اور یہ دونوں تو آپ کے چچا زاد اور پھوپھی زاد بھائی ہیں، وہ آپ کے الطاف وعنایات سے کیسے محروم رہ سکتے ہیں!

جب حضرت ابوسفیان بن حارث کو پتہ چلا کہ حضور نے مجھے حاضری کی اجازت نہیں دی ہے تو کہنے لگے کہ: اگر حضور مجھے حاضری کی اجازت نہیں دیں گے تو میں جنگل میں چلا جاؤں گا اور بھوک سے مرجاؤں گا اور میرا بیٹا بھی مرجائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ ایک کام کرو کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جاؤ، اور حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان سے جو کہا تھا تم بھی وہی کہو: ''تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ'' اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی ہے، اور ہم ہی قصوروار تھے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعتِ مبارکہ میں حیا بہت زیادہ ہے،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جا کر یہ کہو گے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکار نہیں فرمائیں گے۔ چناں چہ انہوں حضور کے سامنے جا کر یہی آیت پڑھی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں وہی ارشاد فرمایا: ''لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۭ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۡ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ؀'' تم پر آج کوئی گرفت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو معاف کرے، اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ چناں چہ وہ ایمان لے آئے اور ایسا پختہ ایمان لائے کہ پھر فتح مکہ کے بعد یہ جنگ حنین ہوئی ہے جس میں وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایسے جمے رہے کہ ذرا بھی نہیں ہٹے۔ روایتوں میں آتا ہے کہ مارے حیا کے پوری زندگی کبھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھا۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو جنت کی بشارت بھی سنائی تھی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

متفرق احادیث پیش کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔آج ایک بہت اہم روایت پیش کی ہے۔حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد بہت بنیادی ہدایات پر مشتمل ہے۔انسانی زندگی میں جو چیزیں مؤثر ہیں اور جو عوامل کارفرما ہیں ان میں روزی کا مسئلہ بھی ہے، رزقِ حلال بہت بنیادی حیثیت رکھتا ہے، انسان کی ساری زندگی کی درستگی کا مدار اس پر ہے اور اس کا اہتمام بہت ضروری ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: ''طَلَبُ الْحَلَالِ فَرِیْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِیْضَةِ'' اسلام کے بنیادی فرائض -نماز، روزہ وغیرہ- کے بعد حلال روزی کو حاصل کرنا ایک فرض کی حیثیت رکھتا ہے۔آج جو روایت پیش کی ہے اس میں اسی کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

# رزقِ حلال کی اہمیت

۱۸۵۱:-وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: ((أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ اللهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّباً، وَإِنَّ اللهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ. فقالَ تعالى: يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحاً (المؤمنون:۵۱) وقال تعالى: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ (البقرة:۱۷۲). ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ: يَا رَبِّ يَا رَبِّ، وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَمَلبسُهُ حرامٌ، وَغُذِّيَ بِالْحَرَامِ، فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ؟ (رواہ مسلم)

**ترجمہ مع تشریح:-** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اور وہ پاک چیز کو ہی قبول کرتا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو بھی اسی چیز کا حکم دیا جس کا رسولوں اور نبیوں کو حکم دیا (ایمان والوں کو کیا حکم دیا؟ اور نبیوں کو کیا حکم دیا؟ تو آگے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں آیتیں پیش فرماتے ہیں، پہلی آیت میں رسولوں کو حکم دیا گیا ہے) اے رسولو! حلال پاکیزہ مال (روزی) کھاؤ، اور نیک عمل کرو۔اور باری تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! ہماری دی ہوئی روزی میں سے حلال کھاؤ (حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمانے کے بعد ایک آدمی کا تذکرہ کیا جو ایک لمبے سفر پر روانہ ہوتا ہے (اور جن لوگوں کی دعائیں اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول ہوتی ہیں ان میں ایک مسافر بھی ہے۔اب وہ سفر چاہے حج کا ہو یا عمرہ کا ہو، طلبِ علم کا ہو یا تبلیغ کا ہو؛ مطلب یہ ہے کہ کسی بھی نیک کام کے لیے سفر کیا جائے، اور کوئی آدمی مباح کام کے لیے سفر میں نکلے تو کیسی ہی سہولتیں کیوں نہ ہوں، پھر بھی کچھ نہ کچھ تو آدمی کے مزاج کے خلاف ہو ہی جاتا ہے جس کی وجہ سے طبیعت پر اثر ہوتا ہے، جس کی وجہ سے آدمی کی طبیعت پر ایک طرح کی شکستگی طاری ہوتی ہے، اسی شکستگی کی وجہ سے مسافر کی دعا اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول ہوتی ہے۔تو سفر کی وجہ سے ویسے بھی وہ اس قابل تھا کہ اس کی دعا قبول کی جاتی) اور ساتھ ہی اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں، کپڑے غبار آلود ہیں، ایسی حالت میں دعا کے واسطے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھاتا ہے اور پکارتا ہے: اے میرے پروردگار، اے میرے پروردگار (یعنی دعا کرتا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اس کی اس حالت کا تقاضہ تو یہ ہے کہ اس کی دعا ضرور قبول ہوتی، لیکن اس کا حال تو یہ ہے کہ) اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام، اس کا لباس حرام، اور حرام غذا کے ذریعہ اس کی پرورش ہوئی ہے؛ تو بھلا اس کی دعا کیسے قبول ہوگی؟ (معلوم ہوا کہ حرام غذا کے اثرات یہ ہیں کہ اس کی وجہ سے دعا بھی قبول نہیں ہوتی)۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

**افادات:**۔ جو بھی چیز اس کی بارگاہ میں پیش کی جائے اگر اس میں کوئی غلط طریقہ اختیار نہ کیا گیا ہو؛ اسی کو اللہ تعالیٰ کے یہاں قبولیت کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ ناپاک اور حرام چیز کو اللہ تعالیٰ قبول نہیں کیا کرتے۔ ترمذی شریف کی پہلی روایت ہے، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: ''لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طُهُوْرٍ، وَلَا صَدَقَةٌ مِنْ غُلُوْلٍ'' بغیر پاکی کے نماز قبول نہیں ہوتی اور حرام مال کے ذریعہ جو صدقہ کیا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں قابلِ قبول نہیں ہوتا۔ بہت سے لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ جائز، ناجائز طریقے سے مال کماؤ، اور اس میں سے کچھ اللہ کے راستہ میں خرچ کردو؛ تو وہ اس کا کفارہ ہو جائے گا؛ حالاں کہ ان کا ایسا سوچنا بالکل صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ حرام کمائی میں سے کتنا ہی خرچ کیوں نہ کیا جائے؛ اِس سے اُس کی تلافی نہیں ہوسکتی۔

## ناپاک کپڑا ناپاکی کے ذریعہ پاک نہیں کیا جاسکتا

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ جو بہت بڑے محدث بھی تھے اور بہت بڑے فقیہ بھی تھے۔ ائمۂ فقہاء میں بھی ان کا شمار ہوتا ہے، اور ائمۂ محدثین میں بھی۔ ان کا ارشاد ہے کہ: حرام مال کا صدقہ اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتے۔ پھر فرماتے تھے کہ: ناپاک کپڑے کو ناپاکی کے ذریعہ پاک نہیں کیا جاسکتا، مثلاً: کسی کے کپڑے پر پاخانہ لگ جائے اور کوئی آدمی اس کو پیشاب کے ذریعہ دھو کر پاک کرنا چاہے؛ تو کیا وہ پاک ہوگا؟ نہیں! بلکہ وہ تو پانی سے ہی پاک ہوگا۔ اسی طرح کوئی آدمی اگر حرام مال حاصل کرتا ہے اور پھر اس میں سے کچھ صدقہ کرتا ہے تو حدیث پاک میں آتا ہے کہ وہ صدقہ اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول نہیں ہوتا، بلکہ یہ تو اس کے لیے اور زیادہ وبال ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

## غلط فہمی نہ ہو

کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ اگر کسی کے پاس کوئی مال غلط طریقہ سے آ گیا جس کا مالک معلوم نہیں ہے، جیسے بینک سے سود ملا، یا کسی کو گری ہوئی کوئی چیز (پاکٹ، بیگ تھیلی وغیرہ) ملی، اور اس کا مالک معلوم نہیں ہے، تو وہاں شریعت نے صدقہ کا طریقہ بتلایا ہے۔ ایسے ہی کوئی آدمی حرام مال کمائے اور اس پر قیاس کرتے ہوئے صدقہ کرے کہ اس سے میری ذمہ داری پوری ہو جائے گی؛ تو اس کا یہ سمجھنا بالکل غلط ہے، اس لیے کہ وہاں دوسری حیثیت ہے۔ وہاں تو یہ ملحوظ رکھا گیا ہے کہ اگر آپ کے پاس کسی کا ایسا مال آ گیا جس کا حقدار معلوم نہیں تو سب سے پہلے آپ کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ اس کے مالک کو تلاش کیجیے، اگر مالک معلوم ہو جائے تو اسی کو لوٹانا ضروری ہے۔ اور اگر مالک موجود نہیں رہا، اس کا انتقال ہو چکا ہے تو جیسے اس کا دیگر مال اس کے روثاء کو ملتا ہے، اسی طرح یہ مال بھی اس کے روثاء تک پہنچانا ضروری ہے۔ اور اگر اس کے روثاء تک پہنچانے کی بھی کوئی شکل نہیں ہے تو پھر آخری صورت میں صدقہ کیا جائے گا۔ اور وہ صدقہ اپنی طرف سے شمار نہیں ہوتا بلکہ اس کے مالک کی طرف سے شمار ہوتا ہے۔ جیسے مالک خود آپ کو وکیل بناتا اور آپ اس کی طرف سے صدقہ کرتے، ایسے ہی یہاں پر بھی شریعت نے آپ کو اس کی طرف سے صدقہ کرنے کا اختیار دیا ہے کہ اس کے مال کو صدقہ کر دیجیے۔ وہاں جو صدقہ ہو رہا ہے وہ آپ کی طرف سے نہیں ہو رہا ہے بلکہ مالک کی طرف سے ہو رہا ہے۔ اور جب صدقہ کیا جاتا ہے تو اس پر ثواب ملتا ہے، اور ثواب درحقیقت اس صدقہ کی اللہ تعالیٰ کے یہاں سے ملنے والی قیمت ہے، لہٰذا وہ اسی کو ملے گی جو اس مال کا مالک ہے۔ اب اگرچہ ہم نہیں جانتے کہ اس مال کا مالک کون ہے،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

لیکن اللہ تعالیٰ کو تو معلوم ہے کہ اس مال کا مالک کون ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا ثواب اُسی کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا۔ اور یہاں اس صدقہ کا تذکرہ ہے کہ جان بوجھ کر غلط مال حاصل کیا جائے اور اس کا صدقہ کر کے اس کا ثواب اپنے نام پر چڑھانا چاہے، اور ایسا کر کے یوں سمجھے کہ میں کوئی کارنامہ انجام دوں اور ثواب حاصل کروں یا اپنے گناہوں کا کفارہ کرلوں؛ تو ایسا ہونے والا نہیں ہے۔

گویا جہاں مال کا اصلی مالک معلوم نہ ہوسکتا ہو، وہاں اس مال کے حقدار تک حق پہنچانے کا ایک طریقہ شریعت نے ہمیں بتلایا ہے۔ لیکن جہاں مالک معلوم ہو، جیسے ایک آدمی نے کسی کو قرض دیا، اور اس قرض پر اس کے پاس سے سود لیا، اب وہ یوں سوچے کہ اس سود کو میں خود استعمال نہ کروں گا بلکہ اس کا صدقہ کر دوں گا؛ تو یہاں صدقہ سے کام نہیں چلے گا۔ اس لیے کہ یہاں تو اس مال کا اصلی مالک معلوم ہے، لہٰذا اسی کو واپس دینا پڑے گا۔ اور اگر اس کا انتقال ہوگیا ہے تو اس کے وارثوں تک پہنچانا پڑے گا۔ اس مال کا صدقہ کر دینے سے ذمہ داری پوری نہیں ہوگی۔

## حلال مال کھاؤ اور نیک عمل کرو

”**حلال پاکیزہ مال (روزی) کھاؤ، اور نیک عمل کرو**“ اس کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ حلال روزی کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ جب وہ آدمی کے پیٹ میں جائے گی تو خود بخود اعمالِ صالحہ کی توفیق ہوگی۔ جیسے: آپ کوئی عمدہ خمیرہ، یا کشتہ استعمال کریں گے، یا کسی ڈاکٹر نے کوئی ٹانک (Tonic) آپ کے لیے تجویز کیا جو آپ کے پیٹ میں جائے گا تو وہ اپنا اثر ضرور دکھلائے گا۔ اب چاہے آپ جان کر وہ استعمال کریں، یا انجانے میں استعمال کریں۔ یعنی آپ کو معلوم ہے کہ یہ مقوی غذا ہے تب بھی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اس کا فائدہ آپ کو پہنچے گا اور اگر کسی نے آپ کو بے خبری میں کوئی کشتہ کھلا دیا، یا ٹانک پلا دیا، تب بھی اس کا اثر آپ کے پیٹ میں جا کر وہی ہوگا۔ بس! بالکل یہی حال روزی کا بھی سمجھو۔ اگر روزی حرام ہے تو پیٹ میں جانے کے بعد اس کا اثر غلط ہی ہوگا، اور اس کی وجہ سے آدمی کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مبتلا ہونا پڑے گا۔

## روزی کا قدرتی اثر

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ بڑے بزرگ اور صوفیاء میں سے گزرے ہیں، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں ان کا مقولہ نقل کیا ہے: ''مَنْ أَكَلَ الْحَرَامَ، عَصَتْ جَوَارِحُهُ، شَآءَ أَمْ لَمْ يَشَأْ، عَلِمَ أَوْلَمْ يَعْلَمْ'' جس نے حرام غذا استعمال کی تو اس کے اعضاء اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کریں گے، وہ آدمی چاہے، یا نہ چاہے۔ اُس کو معلوم ہو یا نہ ہو کہ میں حرام کھا رہا ہوں۔ اس لیے کہ قدرتی بات ہے کہ جب پیٹ میں گیا تو اس کا اثر تو ہونا ہی ہے۔ جیسے: بگڑا ہوا کھانا کھا لیا، تو جب وہ پیٹ میں جائے گا تو ظاہری طور پر آپ کے جسم کو نقصان پہنچائے گا، چاہے آپ جان بوجھ کر کھائیں، چاہے بھول کر کھائیں۔ مثلاً: آپ نے زہر استعمال کیا تو جب وہ پیٹ میں جائے گا تو وہ اپنا اثر دکھلائے گا۔ یہ بات اور رہی کہ اگر جان بوجھ کر زہر کھایا ہے تو یہ خودکشی ہوئی اور اس کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔ اس صورت میں تو نقصان بھی ہوگا اور گناہ بھی ہوگا۔ دنیا بھی برباد اور آخرت بھی برباد۔ اور اگر بے خبری میں بھول سے زہر کھا لیا تو چوں کہ اس کو معلوم نہیں تھا تو اس صورت میں گناہ تو نہیں ہوگا لیکن جسم کو نقصان ہوگا۔

پھر حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''وَمَنْ كَانَ طَعَامُهُ حَلَالًا أَطَاعَتْهُ، وَوُفِّقَ بِالْخَيْرَاتِ'' جس کا کھانا حلال ہوگا تو اس کے اعضاء اللہ تعالیٰ کی اطاعت و

فرماں برداری کریں گے اور اس کو نیک کام کی توفیق دی جائے گی۔ چناں چہ حالات و واقعات اس کی پوری تائید کرتے ہیں۔

## ایک لقمہ کا اثر

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ دار العلوم دیو بند کے سب سے پہلے صدر مدرس، اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ تھے، ان کے حالات میں لکھا ہے: ایک صاحب کے یہاں دعوت میں تشریف لے گئے، ابھی پہلا ہی لقمہ حلق سے نیچے اترا تھا کہ احساس ہو گیا کہ کھانا مشتبہ اور مشکوک ہے (جس کو گجراتی میں ''શંકાસ્પદ'' اور انگریزی میں (Doubtful) کہتے ہیں۔) انہوں نے فوراً ہاتھ روک لیا۔ جب تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ واقعتاً ایسا ہی ہے، لیکن اس ایک لقمہ کا اثر یہ ہوا کہ باوجود توبہ و استغفار کرنے کے دو مہینے تک اس کی ظلمت محسوس ہوتی رہی، اور برابر یہ خیال و وسوسہ آتا رہا کہ فلاں گناہ کرلوں، فلاں گناہ کرلوں، اس ایک لقمہ کا اثر تھا۔

## شاہ جی عبد اللہ کا واقعہ

اس کے برخلاف اگر اچھی غذا پیٹ میں جائے گی تو اس کے بھی اپنے اثرات ہوں گے۔ حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے ملفوظات و مواعظ میں ایک قصہ ہے، اور میں نے براہِ راست ان کی زبان سے حضرت کی مجلس میں اور تقریر میں بھی سنا کہ: دیو بند میں ایک بزرگ شاہ جی عبد اللہ شاہ صاحب نامی بڑے نیک اور صالح تھے، ان کا ذریعۂ معاش گھاس کھود(۱) کر بیچنا تھا، اسی پر ان کی گزر اوقات تھی۔

(۱) ''گھاس کھودنا'' اردو کا ایک محاورہ ہے، یعنی جنگل میں جا کر گھاس کاٹنا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

روزانہ جنگل جا کر گھاس کا گٹھر لا کر بیچتے تھے اور اس کی قیمت بھی چھ پیسے متعین تھی، نہ کم نہ زیادہ۔ اور ان کا طریقہ یہ تھا کہ دو پیسے تو وہیں صدقہ کر دیتے تھے اور دو پیسے اپنے گھر کی ضرورت کے لیے رکھتے تھے، اور دو پیسے جمع کرتے تھے۔ دیوبند کے لوگ بھی اس بات کا اہتمام کرتے تھے کہ اپنے جانوروں کے لیے انہیں سے گھاس خریدیں تاکہ برکت حاصل ہو، اس لیے جب وہ لوگ بازار میں جاتے تھے تو ان کے آنے کا انتظار کرتے تھے۔ چناں چہ جب ان کو آتا ہوا دیکھتے تھے تو دوڑتے تھے، جس نے جا کر ان کے گٹھر کو پہلے ہاتھ لگا دیا وہ اس کا ہو جاتا، اور وہ اس گٹھر کو وہیں ڈال دیتے تھے کہ لاؤ! میرے چھ پیسے دو۔ اور ان کی ایک عادت یہ بھی تھی وہ جو پیسے جمع کرتے تھے اس سے جب ایک معتد بہ رقم ہو جاتی تھی تو اکابرِ دارالعلوم کی دعوت کیا کرتے تھے، جس میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ، حضرت گنگوہیؒ اور دوسرے بزرگ ہوتے تھے اور ہنڈیا میں کھچڑی پکتی تھی۔ اور لکھا ہے کہ یہ سارے اکابر ان کی دعوت کے منتظر رہتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان کی دعوت کھانے کے بعد چالیس روز تک دل کے اندر ایک نور رہتا تھا اور طبیعت میں نیکی کے کاموں کے اچھے اچھے جذبات اُبھرتے تھے کہ یہ نیکی کرلوں، یہ نفلیں پڑھ لوں، تلاوت بھی کرلوں، اور یہ ذکر کرلوں۔

## ظالموں کو اہل اللہ کا مال راس نہیں آتا

ایک مرتبہ وہ جنگل سے گٹھر لے کر آ رہے تھے، ایک سپاہی گھوڑے پر جا رہا تھا۔ ان لوگوں کی تو ظلم و زیادتی کی عادت ہی ہوتی ہے، ان کا یہی طریقہ ہوا کرتا ہے کہ اِس سے کچھ لیا، اُس کو مارا اور کچھ چھینا۔ اس نے دیکھا کہ گھاس کا گٹھر لے کر ایک آدمی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

جارہا ہے تو اس نے ایک چابک مار کر کہا کہ: گٹھر یہیں ڈال دے۔ خیر! انہوں نے گٹھر وہیں ڈال دیا اور آگے چلتے ہو گئے۔ جیسے ہی اس نے اپنے گھوڑے کو کھلایا تو گھوڑا اتڑپنے لگا۔ وہ گھبرا گیا کہ یہ کیا ہو گیا؟ کسی نے کہا کہ: ان کی گھاس تیرے گھوڑے کو ہضم نہیں ہوگی، تُو فوراً جا، اور ان کے پیسے دے۔ وہ دوڑا دوڑا آیا، معافی مانگی اور ایک بڑی رقم پیش کی۔ شاہ جی کہنے لگے: مجھے تو میرے چھ پیسے چاہئیں۔

## بہترین مثال

دیکھو! اہل اللہ حضرات ایسی ہی حساس طبیعت والے ہوتے ہیں کہ جیسے ہی ان کے حلق سے ایسا کوئی لقمہ اترتا ہے تو ان کو اس کا بھی احساس ہو جاتا ہے۔ جیسے: ایک آدمی ہمیشہ منرل واٹر پینے کا عادی ہو، اور وہ کسی دوسرے پانی کو ہاتھ ہی نہ لگاتا ہو، پھر اگر اس کو انجانے میں بھی دوسرا پانی دو گے تو ایک گھونٹ حلق سے نیچے اترتے ہی اس کو اندازہ ہو جائے گا کہ اس میں کچھ گڑبڑ ہے۔ اسی طرح جو حضرات گناہوں سے بچنے کا خیال اور اہتمام رکھتے ہیں ان کو فوراً اس بات کا احساس ہو جاتا ہے۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اس کو ایک مثال سے سمجھایا ہے کہ جو آدمی اندھیریوں کا عادی ہو، جیسے جو لوگ دیہات اور جنگل کے رہنے والے ہوتے ہیں، جہاں بجلی نہیں ہوتی اور اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا ہے، ان کو اندھیروں سے وحشت بھی نہیں ہوتی، اب اگر سورت شہر میں یا جہاں کبھی بجلی نہیں جاتی، وہاں اگر پانچ منٹ بھی بجلی چلی جائے گی تو وہاں کے لوگ پریشان ہو جائیں گے، تھوڑا سا اندھیرا بھی ان کو برداشت نہیں ہوگا، چوں کہ ان کو اندھیرے کی عادت نہیں ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

## گناہ نہ چھوٹنے کا ایک اہم سبب

روزی کے اپنے اثرات ہوتے ہیں، اسی کو کہا گیا: يَآأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحاً (المؤمنون:۵۱) حلال کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ گویا حلال کھاؤ گے تو قدرتی طور پر نیک عمل کرو گے۔ اور حرام کھاؤ گے تو قدرتی طور پر برائیاں سرزد ہوں گی۔ آپ اگر یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے اندر نیکی آوے اور آپ کی اولاد اور گھر والے نیک و فرماں بردار ہوں تو آپ اس بات کا اہتمام کیجئے۔ بہت سی مرتبہ آدمی اچھے ارادے کرتا ہے، دینی مجلسوں میں بیٹھتا ہے، اللہ و رسول کی باتیں سنتا ہے تو اس کے دل میں خیال آتا ہے کہ میں اپنی ان برائیوں کو چھوڑ دوں، لیکن چاہنے کے باوجود نہیں چھوٹتیں، اس کے مختلف اسباب ہیں، جن میں ایک اہم سبب روزی کی خرابی ہے، اس کے نتیجہ میں باوجود ارادے کی بھی وہ برائیاں نہیں چھوٹتیں۔ اس لیے اپنے آپ کو اس سے بچانے کا اہتمام بہت ضروری ہے۔ جب تک یہ نہیں کرے گا وہاں تک احساس و ارادے کے باوجود بھی برائیاں نہیں چھوٹ سکتیں۔ اگر ہزاروں اور لاکھوں حرام کے مل رہے ہوں، ان کی حلال کے ایک کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔ حلال کا ایک بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑا قابلِ قدر و قیمت ہے، اسی لیے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بڑی تاکید فرمائی۔

## جو گوشت حرام غذا سے پرورش پائے

حرام کے ایک لقمہ کی بھی شریعت اجازت نہیں دیتی، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ، وَكُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ كَانَتِ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اَلنَّارُ أَوْلٰی بِہٖ. (مشکوۃ،بحوالہ رواہ احمد والدارمی والبیہقی فی شعب الایمان) جو گوشت حرام غذا سے پرورش پائے گا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، اور ہر وہ گوشت جو حرام غذا سے پرورش پایا جہنم اس کی زیادہ حقدار ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے: ''لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ جَسَدٌ غُذِّیَ بِالْحَرَامِ (مشکوۃ شریف) جو جسم حرام غذا سے پرورش پائے وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

## اجازت کے بغیر ذبح کی ہوئی بکری

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے حکایاتِ صحابہ میں واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک صحابی کو دفن کرنے کے بعد واپس لوٹ رہے تھے، ایک عورت نے دیکھا کہ حضور تشریف لے جارہے ہیں اور اس کی نیت حضور کی دعوت کرنے کی تھی لہٰذا اس نے آپ کے پاس آدمی بھیجا کہ میں نے آپ کے لیے دعوت کا کھانا تیار کیا ہے، آپ تشریف لائیے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کے ساتھ تشریف لے گئے، آپ کے سامنے بکری کا گوشت پیش کیا، آپ نے ایک لقمہ دہنِ مبارک میں رکھا تو محسوس ہوا کہ کچھ گڑبڑ ہے، لہٰذا آپ نے منھ سے نکال دیا اور ارشاد فرمایا: یہ گوشت ایسی بکری کا معلوم ہوتا ہے جو مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کی گئی ہے۔ اس عورت سے پوچھا گیا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا: میں نے آدمی کو پیسے لے کر بکری خریدنے کے لیے بازار بھیجا تھا، وہاں بکری نہیں ملی، ہمارا پڑوسی ایک بکری خرید کر کے لایا تھا، میں نے وہاں پیسے لے کر آدمی بھیجا تو وہ پڑوسی خود موجود نہیں تھا، اس کی بیوی نے یہ بکری بھیج دی اور میں نے اس کو ذبح کردی۔ گویا مالک کی اجازت نہیں پائی گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دیا جائے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

# آقا اور غلاموں کے احوال کا فرق

ایک اور واقعہ لکھا ہے کہ: نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رات بستر پر کروٹیں لے رہے تھے، آپ کو نیند نہیں آرہی تھی، جس ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے یہاں آپ آرام فرما رہے تھے انہوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا بات ہے کہ آپ کو نیند نہیں آرہی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گھر میں ایک کھجور پڑی ہوئی دیکھی تھی، اور وہ ضائع نہ ہوجائے اس خیال سے میں نے اُٹھا کر کھالی، اب یہ خیال آتا ہے کہ کہیں وہ صدقہ کی نہ ہو۔ چوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے صدقہ کھانا جائز نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صرف یہ تصور آیا اس لیے نیند نہیں آرہی ہے، حالاں کہ اپنے گھر میں سے اٹھایا تھا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ اس واقعہ کو لکھ کر فائدہ کا ''ف'' کر کے اس میں لکھتے ہیں کہ آقا کا تو یہ حال ہے کہ صرف اس احتمال اور خیال سے نیند اُچاٹ ہوگئی، اور غلاموں کا یہ حال ہے کہ رشوت کا، چوری کا، سود کا جو بھی آیا اس کو ہڑپ اور ہضم کر رہے ہیں۔

## ایک اہم تعلیم

اس قصہ میں ایک اہم تعلیم یہ بھی ہے کہ کھانے پینے کی کوئی چیز اگر اپنی ملکیت کی ہے، اور وہ کہیں پڑی ہوئی ہو؛ تو اس کو اُٹھا کر صاف کر کے کھالی جائے، اسے ایسے ہی چھوڑ نہ دی جائے، وہ چیز ضائع نہیں ہونی چاہیے۔ یہاں تک کہ کھانے کے دوران اگر ہاتھ سے گر جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس کو شیطان کے لیے مت چھوڑو، شیطان تو چوٹّا ہے، وہ تو منتظر ہی رہتا ہے کہ کسی طرح سے اس کا حصہ لگ جائے۔ جب آپ نے بسم اللہ بول کر کھانا شروع کیا تو اس کا اندر حصہ نہیں رہا، لیکن وہ تاک لگا کر ہی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

بیٹھا رہتا ہے کہ کوئی لقمہ آپ کے ہاتھ سے نیچے گر گیا اور آپ نے اٹھا کر کھالیا تب تو ٹھیک ہے، ورنہ وہ کھالے گا۔ اس کو تو بھوکا ہی مارنا چاہیے، اپنے دشمن کو کون طاقت پہنچائے گا، ہمیں چاہیے کہ ایک دانہ بھی اس کے پیٹ میں نہ جانے دیں۔ تو جو لقمہ گر جائے اس کو اٹھا کر صاف کر کے کھانے کا جو حکم حدیث پاک میں دیا گیا ہے وہ دراصل اسی لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت ضائع نہ جائے۔ ہمارے اکابر کے یہاں اس کا بڑا اہتمام تھا۔

## ہمارے اکابر اور نعمتوں کی قدردانی

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں دیکھا کہ کوئی آدمی پانی گلاس میں لیتا اور پینے کے بعد بچا ہوا گرا دیتا تو حضرت شیخ اس پر تنبیہ فرماتے کہ اس کو ضائع کیوں کیا؟ اور آج کل ہم تو ایسا بہت کچھ کر رہے ہیں جس کا ہمیں احساس تک نہیں ہے۔

حضرت شیخ کے یہاں ہدایا میں کوئی پھل فروٹ آجاتا اور اس کے مزہ میں ذرا سا فرق آجاتا تو اس کے کھانے کو بعض طبائع پسند نہیں کرتی۔ اگر مہمان کے سامنے پیش کرنے کے قابل نہیں رہا لیکن ابھی قابلِ استعمال ہوتا تو حضرت فرماتے: بھائی! اس کو کون کھائے گا؟ حضرت کا مقصد یہ ہوتا کہ یہ ضائع نہ جائے، جب حضرت یہ دریافت فرماتے تو ظاہر ہے کہ سب ہی آگے بڑھتے۔

حضرت شیخ کے یہاں جو خطوط آتے تھے اس میں اگر آدھے کاغذ پر لکھا ہوا ہوتا تھا اور آدھا کاغذ صاف ہوتا تو اس کو کٹوا کر رکھ لیتے تھے، اور کسی موقع پر جب کسی کو دو تین سطر کی چٹھی لکھنی ہوتی تو اسی کو استعمال فرمالیا کرتے تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدردانی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

حضرت قاری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں پڑھا کہ کھانا کھانے کے بعد پہلی کُلّی کو نگل لیتے تھے، تاکہ کھانے کے جو ذرّات منہ میں ہیں وہ کلّی کے ساتھ باہر آکر ضائع نہ ہوں، بلکہ پیٹ میں چلے جائیں۔ اللہ کے ایسے بندے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ایسی قدر کرتے ہیں۔

## ظریفانہ مقولہ

مَیں یہ عرض کر رہا تھا کہ مشتبہ مال سے بھی احتیاط کیا جائے۔ ہمارے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب صدیقیؒ (۱) کا ایک ظریفانہ مقولہ سناتے تھے کہ بھائی! ہمارا معدہ مشتبہ اور (Doubtful) کو تو قبول نہیں کرتا، لیکن خالص حرام کو قبول کر لیتا ہے۔

## میں اپنا تھوکا ہوا چاٹ بھی سکتا ہوں

حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کا نام آیا تو ان کا ایک لطیفہ سنا دوں۔ ان کی طبیعت میں ظرافت بہت تھی، ان کی ظرافت کا حال یہ تھا کہ وہ پان بہت کھایا کرتے تھے اور کثرت کا حال یہ تھا کہ تھوک کے ذرّات اُڑ اُڑ کر ان کا کرتہ آگے سے لال رہتا تھا، سفر میں بھی پان کا سامان ساتھ میں رہتا تھا، ایک مرتبہ ٹرین میں جا رہے تھے، پان کھا کر اس کی پیک کو کھڑکی میں سے تھوکا اور ٹرین چل رہی تھی، اتفاق کی بات کہ وہ پیک برابر والی کھڑکی سے اندر جا کر کسی خاتون کے چہرے پر لگی، وہ بڑی ناراض ہوئی اور بولنے لگی کہ پتہ نہیں کون گستاخ اور بے ادب ہے، اور اُدھر سے اُٹھ کر

---

(۱) لکھنؤ کے رہنے والے تھے، ڈابھیل میں شیخ الحدیث رہے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

آئیں تو دیکھا کہ بڑے میاں بیٹھے ہیں۔ اس نے کھڑے کھڑے اُن کو خوب لتاڑا، یہ خاموشی سے نظریں جھکا کر بیٹھے سنتے رہے، کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ دیر تک بولتی رہیں اور جو بولنا تھا وہ سب بول دیا، اور جب خاموش ہوگئیں تو یہ کہنے لگے کہ: محترمہ! آپ اتنی ناراض کیوں ہوتی ہیں، آپ اگر اجازت دیں تو میں اپنا تھوکا ہوا چاٹ بھی سکتا ہوں۔ ان کے اور بھی بہت لطیفے ہیں، میں اس وقت بیان نہیں کروں گا۔

## حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا احتیاط

اللہ کے ایسے بندے بھی ہیں جن کا معدہ مشتبہ چیز کو قبول نہیں کرتا۔ حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ جیسے ہی کوئی مشتبہ لقمہ ان کے حلق سے نیچے اترتا تھا کہ ان کو قے ہوجاتی تھی۔ انہی کی صاحبزادی ''اُمّی بی'' تھیں جو حضرت مولانا یحییٰ صاحبؒ اور مولانا الیاس صاحبؒ کی نانی ہوتی ہیں، بڑی نیک خاتون تھیں، تذکرۃ الخلیل کے شروع میں ان کے حالات مذکور ہیں۔

خیر! یہ حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں تھے، بڑے متقی اور پرہیزگار تھے، ان کے تقویٰ کا یہ عالَم تھا کہ کبھی دہلی سے کاندھلہ جاتے تو بہلی والے سے معاملہ کرلیتے تھے اور اس کو اپنا سامان بتلادیتے تھے، اس کے بعد جب روانہ ہونے کا وقت آتا اور کوئی آدمی لاکر کوئی خط دیتا کہ حضرت! یہ فلاں صاحب کو پہنچادیجئے گا، تو حضرت اس سے کہتے: دیکھو بھائی! میں اس بہلی والے کو اپنا سامان بتلاچکا ہوں، یہ خط اس میں نہیں تھا، تم اس کو بتاکر اس سے اجازت لے لو، تو میں لے جاؤں گا، ورنہ نہیں۔ ہم اور آپ ہوتے تو یوں سوچتے کہ اس کی وجہ سے کون سا وزن بڑھ جانے والا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ان کے حالات میں لکھا ہے کہ دلّی میں طالب علمی کے زمانہ میں بھی صرف روٹی کھانے پر اکتفاء کرتے تھے، سالن نہیں کھاتے تھے، اس لیے کہ اس زمانہ میں دلّی میں ہر سالن کے اندر کھٹائی کے لیے امچور ڈالی جاتی تھی، اور حضرت فرماتے تھے کہ دلّی کے اطراف میں آم کے باغات کی بیع صحیح نہیں ہوتی۔

لوگ بھی ان کی دعوت کرتے ہوئے اسی وجہ سے ڈرتے تھے کہ کہیں ہماری رسوائی نہ ہوجائے۔ ایک مرتبہ کاندھلہ تشریف لے گئے تو خاندان کے کسی بزرگ نے -جو سرکاری ملازم تھے- ان کی دعوت کی، لیکن اس تنخواہ سے نہیں، بلکہ اپنے باغ کی پیداوار سے جو آمدنی ہوئی تھی اس سے ان کی دعوت کا اہتمام کیا اور ملازم کو بھی بہت تاکید کی کہ دیکھیو! کوئی گڑبڑ نہیں ہونی چاہیے، ورنہ رسوائی ہوجائے گی۔ ایک ملازم کو دودھ جلیبی کے واسطے دودھ لینے بازار بھیجا، وہ دودھ لے آیا۔ خیر! سب کچھ تیار کر کے دسترخوان پر لگایا گیا، جیسے ہی دودھ جلیبی کا پہلا لقمہ منھ میں رکھا کہ قے ہوگئی، فوراً شور ہوگیا کہ یہ کیا ہوا؟ انہوں نے اس ملازم کو پکڑا کہ میں نے تجھے اتنی تاکید کی تھی، اب سچ سچ بتا؛ تو نے کیا گڑبڑ کردی؟ اس نے کہا: بات دراصل یہ ہوئی کہ میں آپ کی دی ہوئی رقم سے دودھ لے کر آرہا تھا کہ میرے ہاتھ سے برتن چھوٹ گیا اور سارا دودھ گر گیا، تو میں دوبارہ جا کر اس کے پاس سے مفت میں دودھ لے آیا۔

## حضرت ابوبکر صدیقؓ کا احتیاط

حکایاتِ صحابہ میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے حضرت ابوبکرؓ کا واقعہ لکھا ہے: ان کا ایک غلام تھا جس کو انہوں نے خِراج پر اُٹھایا تھا، ایک مرتبہ وہ کچھ کھانا لایا اور حضرت ابوبکرؓ کے سامنے رکھا، حضرت ابوبکرؓ کا ایک دو وقت کا فاقہ تھا اس لیے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

انہوں نے اس میں سے ایک لقمہ لے کر منھ میں ڈال دیا۔ ابھی حلق سے نیچے اُترا ہی تھا کہ اُس غلام نے کہا: حضرت! روزانہ تو آپ پوچھتے ہیں کہ یہ چیز کہاں سے لایا؟ کس طرح کمایا؟ آج آپ نے نہیں پوچھا؟ حضرت نے فرمایا: آج بھوک بڑی تیز لگی ہوئی تھی اس لیے پوچھنا رہ گیا۔ ٹھیک ہے؛ اب بتادے کہ یہ کہاں سے لایا ہے۔ اس نے کہا: بات دراصل یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں (اسلام لانے سے پہلے) میں نے کچھ کہانت (۱) کی تھی اور مجھے کہانت آتی بھی نہیں تھی، ویسے ہی میں نے ایک بات کہہ دی تھی اور وہ صحیح نکل آئی تھی۔ ان لوگوں نے وعدہ کیا تھا کہ اس وقت ہمارے پاس تمہیں معاوضہ دینے کے لیے کچھ نہیں ہے، آئندہ جب ہمارے پاس وسعت ہوگی تو دیدیں گے۔ آج میں وہاں سے گزرا تو اُن کے یہاں کوئی تقریب چل رہی تھی، کھانا پکا ہوا تھا، ان لوگوں نے اُسی کہانت کے معاوضہ میں مجھے یہ کھانا دیا۔ یہ داستان سن کر حضرت ابوبکرؓ فرمانے لگے: تُو تو مجھے مار ہی ڈالتا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے حلق کے اندر اُنگلی ڈال کر وہ لقمہ نکالنا چاہا، لیکن ایک ہی لقمہ تھا اور وہ بھی دو تین وقت کے فاقہ کے بعد اندر گیا تھا؛ بھلا کیسے نکلتا؟ کسی نے کہا: حضرت! زیادہ مقدار میں پانی پی لیں، پھر نکالنے کی کوشش کریں، شاید پانی کے ساتھ نکل آئے۔ تو بڑے پیالے میں پانی منگوایا اور خوب پیا، اس کے بعد حلق میں اُنگلی ڈال کرتے کی تب بڑی مشکل سے وہ لقمہ باہر نکلا۔ ان کی یہ ساری مشقت دیکھ کر کسی نے کہا: حضرت! ایک ہی تو لقمہ تھا، اس کے لیے آپ نے اتنی زحمت برداشت فرمائی؟ حضرت ابوبکرؓ نے جو جواب دیا وہ ہمارے لیے

---

کہانت یعنی آگے پیش آنیوالی باتیں بتلانا۔ اور عرب میں اس کا بڑا رواج تھا، ایسے لوگ کاہن (جوتشی) کہلاتے ہیں۔ ان کو ہدیہ اور معاوضہ بھی دیا جاتا ہے، جس کو ''حلوان الکاہن'' کہا جاتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

قابلِ غور وعبرت ہے۔فرمایا:اگر یہ لقمہ میری جان کے ساتھ نکلتا تب بھی میں اس کو نکال کر رہتا،اس لیے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ ہر وہ گوشت جو حرام غذا سے پرورش پائے،جہنم کی آگ اس کی زیادہ حقدار ہے۔مجھے اس بات کا ڈر تھا کہ میرے جسم کا کوئی حصہ اس مال سے پرورش نہ پا جائے جس کی وجہ سے مجھے جہنم میں جانا پڑے۔نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہم اور آپ بھی سنتے ہیں لیکن ہمارے دلوں پر اس ارشاد کا کتنا اثر ہوتا ہے؟اور اس پر عمل کا کتنا اہتمام کرتے ہیں؟اور دوسری طرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حال دیکھئے کہ کیا ہے؟

## امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی احتیاط

اسی لیے ہمارے بزرگوں میں حرام سے بچنے کا بڑا اہتمام تھا۔امام ابوحنیفہؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ:آپ کی کپڑوں کی تجارت تھی،حفص بن عبدالرحمٰن آپ کے شریک (پارٹنر) تھے،ایک مرتبہ امام صاحب نے ان کے پاس کپڑوں کے کچھ تھان فروخت کرنے کے لیے بھیجے،اور کہا کہ اس میں سے فلاں کپڑے کے تھان میں عیب ہے،جب کسی کو بیچو تو خریدار کو بتا دینا۔وہ کچھ غفلت میں رہے اور خریدار کو بتانا بھول گئے۔انہوں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا تھا اور وہ کپڑا بیچ دیا۔وہ سب مال بیس ہزار درہم کی قیمت کا تھا،جب وہ حساب دینے کے لیے آئے تو پوچھا کہ خریدار کو وہ عیب بتا دیا تھا؟انہوں نے کہا:بھول گیا۔پوچھا:کس کو بیچا؟کہا:یاد نہیں رہا۔تو فقط اتنی بات پر امام صاحب نے-صرف منافع نہیں-بلکہ پوری رقم بیس ہزار درہم (یعنی باسٹھ (۶۲) کلو سونا) صدقہ کر دیئے،اور ان سے شرکت بھی ختم کر دی۔

ایک مرتبہ جنگل میں کوئی قافلہ جا رہا تھا وہ لوٹ لیا گیا اور اس قافلہ کی بکریاں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

بھی لوٹی گئیں، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ لوٹی ہوئی وہ بکریاں کوفہ کے بازار میں بکی ہیں، گویا کوفہ کی بکریوں میں وہ بکریاں بھی رَل مل گئی ہیں۔ امام صاحب نے تحقیق فرمائی کہ بکری کی عمر کتنی ہوتی ہے؟ بتایا گیا: سات سال۔ تو سات سال تک کوفہ میں رہتے ہوئے کبھی بکری کا گوشت نہیں کھایا۔ خلاصہ یہ ہے کہ حرام سے اپنے آپ کو بچانا بڑی اہمیت کا حامل ہے اور اس کی بڑی ضرورت ہے۔

## جس کی غذا حرام ہوگی

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدث ہیں، ان کی ایک کتاب ''الکبائر'' ہے، اس میں انہوں نے ایک روایت نقل کی ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس پر ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے، جو دن رات یہ اعلان کرتا ہے کہ جس کی غذا حرام ہوگی اس کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوگی، نہ فرض نہ نفل۔

## تہامہ پہاڑ کے برابر نیکیاں ضائع

ایک اور روایت انہوں نے نقل کی ہے کہ: قیامت کے روز بہت سے ایسے لوگ آئیں گے جن کے پاس تہامہ پہاڑ کے برابر نیکیاں ہوں گی، لیکن جب اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی ساری نیکیوں کو بالکل ختم کر دیں گے۔ پوچھیں گے کہ کیوں ایسا ہوا؟ کہا جائے گا کہ یہ لوگ نمازیں بھی خوب پڑھتے تھے، روزے بھی رکھتے تھے، حج و عمرے بھی کرتے تھے، صدقے بھی خوب دیتے تھے، لیکن ان کی کمزوری یہ تھی کہ جب ان کے سامنے مال آتا تھا تو یہ نہیں دیکھتے تھے کہ یہ حلال ہے یا حرام؛ بس! سب لے لیتے تھے۔ اس کی وجہ سے ان کے ساتھ یہ معاملہ ہوگا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

## ایک زمانہ آنے والا ہے

حدیثِ پاک میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: ''يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ مَا أَخَذَ مِنْهُ، أَمِنَ الْحَلَالِ أَمْ مِنَ الْحَرَامِ'' (صحیح بخاری، بَابُ مَنْ لَمْ يُبَالِ مِنْ حَيْثُ كَسَبَ الْمَالَ) لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ اس وقت آدمی جب کوئی مال حاصل کرے گا تو اس بات کی پرواہ نہیں کرے گا کہ یہ حلال سے آرہا ہے یا حرام سے۔

حالاں کہ یہ بہت اہم چیز ہے اس کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ بات یہ چل رہی تھی کہ حلال مال کا قدرتی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی کو نیک کام کی توفیق ہوتی ہے۔

## دعا قبول نہیں

''بھلا اس کی دعا کیسے قبول ہوگی؟'' اس سے معلوم ہوا کہ حرام غذا کے اثرات یہ ہیں کہ اس کی وجہ سے دعا بھی قبول نہیں ہوتی۔ فضائل رمضان میں حضرت شیخ رحمہ اللہ نے ایک واقعہ لکھا ہے: کوفہ کے اندر مستجاب الدعوات لوگوں کی ایک جماعت تھی، جب بھی کوئی ظالم حاکم آتا وہ اس کے لیے بددُعا کرتے تھے اور وہ ہلاک ہوجاتا تھا۔ حجّاج بن یوسف جب کوفہ کا گورنر اور حاکم بن کر آیا تو اس کو معلوم تھا کہ یہاں اس قسم کے خطرناک لوگ ہیں تو اس نے پہلا انتظام یہ کیا کہ ایک دعوت کی، اور اس دعوت میں خصوصیت کے ساتھ ان لوگوں کو بھی شریک کیا۔ جب دعوت کھائی جا چکی تو وہ کہنے لگا کہ: اب میں ان کی بددُعا سے محفوظ ہوگیا، اس لیے کہ ان کے پیٹ میں حرام کی غذا پہنچ گئی۔

## نماز قبول نہیں

مشکوۃ شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبیٔ کریم

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مَنِ اشْتَرىٰ ثَوْبًا بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ، وَفِيهِ دِرْهَمٌ حَرَامٌ، لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ لَهُ صَلَاةً مَادَامَ عَلَيْهِ، قَالَ: ثُمَّ أَدْخَلَ أُصْبُعَيْهِ فِي أُذُنَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: صُمَّتَا إِنْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ سَمِعْتُهُ يَقُولُهُ'' جس آدمی نے کوئی کپڑا دس درہم میں خریدا، اوراس میں (نو درہم حلال کے ہیں) ایک درہم حرام کا ہے (گویا اس کپڑے میں ۹۰ رفیصد (90%) حلال ہے، اور ۱۰ رفیصد (10%) حرام ہے، اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ) جب تک وہ کپڑا اس کے جسم پر رہے گا، اس کی کوئی نماز اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول نہیں ہوگی۔ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ڈال کر فرماتے ہیں: اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے میں نے نہ سنا ہو تو میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں۔ (باب الکسب وطلب الحلال، الفصل الثالث. رواہ أحمد والبیہقی فی شعب الایمان)

بہرحال! یہ بڑی اہم چیز ہے۔ آج کل اس کی طرف سے بڑی غفلت ہو رہی ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ اپنی طرف سے کوشش جاری رکھے اور غلط طریقوں سے اپنے آپ کو بچانے کا اہتمام کرے۔ شریعت نے کاروبار کے، معاملات کی درستگی کے جو طریقے بتلائے ہیں ان مسائل کو معلوم کرے، ان کو اختیار کرے، اور ان پر عمل کا اہتمام کرے۔ آج اگر کوئی بندہ اس طرح کا اہتمام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی اس کے لیے آسانی کر دی جاتی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اس باب میں متفرق حادیث اور کچھ دلچسپ چیزیں جو احادیث میں آئی ہیں ان کو پیش کررہے ہیں۔

# ناقابلِ معافی تین گناہ

۱۸۵۲:-وعنه-رضی الله عنه- قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: ((ثَلاَثَةٌ لاَ يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلاَ يُزَكِّيهِمْ، وَلاَ يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: شَيْخٌ زَانٍ، وَمَلِكٌ كَذَّابٌ، وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ)). رواه مسلم.

((العَائِلُ)): الفَقِيرُ.

**ترجمہ**:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ (ان پر ناراض ہونے کی وجہ سے) ان کے ساتھ قیامت کے روز بات نہیں کریں گے، اور نہ ان کو گناہوں سے پاک کریں گے، اور نہ ان کی طرف نظرِ رحمت سے دیکھیں گے، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا: (۱) وہ بوڑھا جو زناکاری میں مبتلا ہو (۲) جو بادشاہ جھوٹ بولنے والا ہو (۳) فقیر جو تکبّر کرنے والا ہو۔

**افادات**:- حضراتِ شرّاح نے لکھا ہے کہ زنا، جھوٹ اور تکبر؛ تینوں برائیاں کسی کی طرف سے بھی صادر ہوں، وہ ناپسندیدہ اور گناہ ہیں، لیکن بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں کہ آدمی کے حالات کے تقاضہ کی وجہ سے اس سے صادر ہوجاتے ہیں، جیسے: نوجوان میں شہوت کا غلبہ ہوتا ہے، وہ ناتجربہ کار ہوتا ہے، اس گناہ کے کیا کیا نقصانات ہوتے ہیں اس سے بھی واقف نہیں ہوتا، اس لیے اگر شہوت کے غلبہ میں، ناتجربہ کاری کی وجہ سے وہ ایسی برائی میں مبتلا ہوجائے تو قرینِ قیاس ہے۔ اگرچہ زنا اپنی جگہ پر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

حرام کام ہی ہے، اس سے اس کو بچنا ہی چاہیے تھا، پھر بھی مخصوص حالات کے پیشِ نظر جب وہ زنا میں مبتلا ہوگا تو کبیرہ گناہ ہونے کے باوجود لوگ یوں سمجھیں گے کہ حالات کی وجہ سے اس میں مبتلا ہوگیا۔ لیکن بوڑھا آدمی اگر زنا میں مبتلا ہوجاتا ہے تو بڑی عجیب بات سمجھی جاتی ہے، اس لیے کہ بڑھاپا ویسے بھی شہوت کا زمانہ نہیں رہتا، اور نہ شہوت کا غلبہ ہوتا ہے، ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ نے عمر کے تجربہ کی وجہ سے اس کو اتنی سمجھ بھی دی ہوتی ہے کہ ایسی کوئی حرکت کرلے گا تو اس کے نتیجہ میں کیا کیا نقصانات بھگتنے پڑتے ہیں، اور وہ حرکت اس کے لیے رسوائی کا باعث ہوگی۔ لہٰذا جو عمر اس بات کی متقاضی نہیں، اور گناہ کے مخالف حالات کے باوجود بھی اگر اس گناہ میں مبتلا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا غصّہ اس پر بہت زیادہ ہوتا ہے۔

یہی حال جھوٹ بولنے والے بادشاہ کا ہے۔ اس لیے کہ کوئی بھی آدمی جھوٹ اس لیے بولتا ہے کہ اس کو اس بات کا اندیشہ ہوتا ہے کہ اگر میں سچ بتلادوں گا تو سامنے والے کی طرف سے مجھے سزا دی جائے گی، یا مجھ پر زیادتی کا معاملہ کیا جائے گا، لیکن بادشاہ تو خود صاحبِ اختیار ہوتا ہے، اس کو جھوٹ بول کر اپنی بات چھپانے کی کیا ضرورت ہے۔ گویا اس کے حالات اس گناہ کے خلاف ہیں، اس کے باوجود وہ اس میں مبتلا ہوا، تو اس صورت میں اس کی شناعت اور برائی بہت زیادہ بڑھ جائے گی۔

یہی حال متکبر اور گھمنڈی فقیر کا ہے۔ اس لیے کہ گھمنڈ اور کبر مال ومنال اور منصب کی وجہ سے ہوتا ہے، یا کوئی ایسی چیز جو اس کو کبر میں ڈال سکتی ہے جس کی وجہ سے وہ گھمنڈ اور تکبر کرتا ہے تو قرینِ قیاس ہے۔ لیکن جیب بالکل خالی ہو اور دماغ آسمان پر رہے، تو اس پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی بہت زیادہ ہوتی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

# دنیا میں جنت کی چار نہریں!

۱۸۵۳:-وعنهُ-رضی الله عنه-قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: ((سَيْحَانُ وَجَيْحَانُ، وَالفُرَاتُ وَالنِّيلُ كُلٌّ مِنْ أَنْهَارِ الجَنَّةِ))۔ (رواه مسلم)

**ترجمہ:-** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سَیحان، جَیحان، فُرات اور نِیل؛ یہ چاروں جنت کی نہروں اور دریاؤں میں سے ہیں۔

**افادات:-** سیحان اور جیحان کہاں ہیں؟ اس سلسلہ میں قاضی عیاضؒ نے فرمایا ہے کہ: خراسان جو قدیم سوویت یونین میں اسلامی ریاستوں کا علاقہ تھا جس کو ماوراءالنہر کہا جاتا ہے، آمو دریا والا جو علاقہ ہے وہاں یہ دونوں دریا واقع ہیں۔ لیکن علامہ نوویؒ نے شرحِ مسلم میں اس قول کی تردید کی ہے کہ ایسا نہیں ہے، بلکہ یہ دونوں چھوٹے دریا ہیں، جو روم کے ساتھ شام کی جہاں سرحد لگی ہوئی ہے وہاں مقامِ مِسّیسہ (ایک شہر ہے، اس) کے قریب واقع ہے۔

''دریائے فُرات'' عراق کے اندر ہے۔ دریا یعنی جس کو ہم لوگ گجراتی میں ندی کہتے ہیں، جیسے ''تاپتی ندی'' بولتے ہیں، اردو میں اس کو ''دریائے تاپتی'' بولیں گے۔ اور ''دریائے نیل'' مصر میں واقع ہے۔ ان چاروں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: یہ چاروں جنت کی نہروں میں سے ہیں۔

## جنت کی نہروں کا مطلب

اب سوال یہ ہے کہ جنت کی نہروں کا کیا مطلب ہے؟ تو بعض حضرات نے کہا کہ: ان کی افادیت کے پیشِ نظر ان کو جنت کی نہروں کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ گویا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ان کا پانی اتنا عمدہ ہے کہ اس سے کھیتی باڑی بھی بہت اچھی ہوتی ہے اور انسانوں، جانوروں کی ضروریات کے لیے بھی نہایت کارآمد ہے، اس معنیٰ کر جنت کی نہروں میں سے قرار دیا گیا ہے۔

اور بعضوں نے کہا کہ: جن علاقوں میں یہ دریا واقع ہیں وہاں کے رہنے والے تقریباً سب ہی اہلِ ایمان ہیں، گویا ان سے فائدہ اُٹھانے والے اہل ایمان ہیں جو جنت میں جائیں گے، اس لیے ان کو جنت کی نہروں سے تعبیر کیا گیا ہے۔

بعضوں نے کہا کہ: جنت میں بھی ان ناموں کی نہریں ہیں، گویا یہ بتلایا جارہا ہے کہ جس طرح دنیا میں اللہ تعالیٰ نے جتنی بھی نعمتیں رکھی ہیں وہ دراصل جنت کی نعمتوں کا ایک معمولی سا خاکہ پیش کرتی ہیں، جیسے جنت میں پھل ہوں گے، آم، سیب وغیرہ، لیکن ایسے نہیں جیسے دنیا کے ہیں۔ وہاں کی نعمتیں اور پھل تو ایسے ہیں کہ ''مَالَا عَيْنٌ رَأَتْ، وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلَىٰ قَلْبِ بَشَرٍ'' ایسی نعمتیں ہوں گی کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھی، نہ کسی کان نے سنیں، اور نہ کسی کے دل میں خیال آیا۔ آدمی ان کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ بہرحال! ان کے ساتھ نام کی مشابہت ہے۔

بعضوں نے کہا کہ: دیکھنے میں دنیا میں جیسی نہریں ہیں، ویسی ہی جنت کے اندر بھی نہریں ہیں۔

## محققین کا راجح قول

لیکن محققین نے اس کا راجح مطلب یہ بتلایا ہے کہ: ان چاروں دریا کے منبع اور سوت یعنی جہاں سے یہ دریا نکلتے ہیں وہ جنت کے اندر ہیں۔ اس کی حقیقت کیا ہے وہ اللہ ہی بہتر جانے۔ اس لیے کہ اہلِ جغرافیہ دوسرے دریاؤں کے متعلق تو بتلاتے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہیں کہ ان کے سوت کہاں ہیں۔ جیسے ہمارے یہاں کی ''دریائے تاپتی'' کا منبع کیا ہے؟ تو بتاتے ہیں سات پوڑہ میں سے نکل کر آتی ہے۔ اسی طرح سے دریائے گنگا اور دریائے جمنا وغیرہ کا منبع اور سوت جہاں سے وہ نکل کر چلتی ہے وہ سب کو معلوم ہے، لیکن دریائے نیل کے متعلق جغرافیہ دانوں کے اندر آج تک بڑے اختلافات ہیں۔ دنیا اور سائنس اتنی ترقی کر گئی اس کے باوجود اس کا صحیح منبع کیا ہے؛ وہ آج تک معلوم نہیں کر سکے۔

اور دوسرے دریاؤں کے مقابلہ میں دریائے نیل میں کچھ نمایاں فرق بھی ہے۔ ایک تو یہ جتنے دریا اور ندیاں ہیں وہ عام طور پر شمال سے نکل کر جنوب کی طرف چلتی ہیں، ندی اور دریاؤں کا عام دستور یہی ہے۔ لیکن دریائے نیل جنوب سے چل کر کے شمال کی طرف جاتا ہے، اور دنیا کا سب سے لمبا دریا یہی ہے، اس سے زیادہ طویل اور لمبا دریا دوسرا کوئی نہیں ہے۔

## کون سے دن کیا پیدا کیا گیا؟

۱۸۵۴:-وعنه، قال: أَخَذَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِيَدِي فَقَالَ: ((خَلَقَ اللهُ التُّرْبَةَ يَوْمَ السَّبْتِ، وَخَلَقَ فِيهَا الْجِبَالَ يَوْمَ الأَحَدِ، وَخَلَقَ الشَّجَرَ يَوْمَ الإِثْنَيْنِ، وَخَلَقَ الْمَكْرُوهَ يَوْمَ الثُّلاَثَاءِ، وَخَلَقَ النُّورَ يَوْمَ الأَرْبِعَاءِ، وَبَثَّ فِيهَا الدَّوَابَّ يَوْمَ الْخَمِيسِ، وَخَلَقَ آدَمَ ﷺ بَعْدَ الْعَصْرِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فِي آخِرِ الْخَلْقِ فِي آخِرِ سَاعَةٍ مِنَ النَّهَارِ فِيمَا بَيْنَ الْعَصْرِ إِلَى اللَّيْلِ)). رواه مسلم.

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر کے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے زمین کو سنیچر کے دن پیدا کیا، اور اس کے اندر پہاڑوں کو اتوار کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

دن پیدا کیا، اور درختوں کو پیر کے دن، اور ناپسندیدہ چیزوں کو منگل کے دن، اور نور (روشنی) کو بدھ کے دن پیدا کیا، اور جمعرات کے دن جانوروں کو پیدا کر کے زمین میں پھیلایا، اور حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد، آخری مخلوق دن کی آخری گھڑی میں عصر سے رات تک کے وقت کے درمیان پیدا کی گئی (اسی لیے جمعہ کے دن کو عبادت کے لیے مخصوص کیا گیا ہے کہ انسان کو اسی دن میں پیدا کیا گیا ہے۔)

## جنگ مؤتہ اور حضرت خالد بن ولیدؓ

۱۸۵۵:- وعن أَبي سليمان خالد بن الوليد- رضی اللہ عنہ- قَالَ: لَقَدِ انْقَطَعتْ فی يَدِى يَوْمَ مُؤْتَةَ تِسْعَةُ أَسْيَافٍ، فَمَا بَقِيَ فِي يَدِى إِلاَّ صَفِيحَةٌ يَمَانِيَّةٌ. (رواہ البخاری)

**ترجمہ**:- حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ مؤتہ والے دن میرے ہاتھ میں نو (۹) تلواریں ٹوٹیں، اخیر میں ایک یمنی تلوار میرے ہاتھ میں بچی۔

**افادات**:- جنگ مؤتہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جمادیٰ الاولیٰ ۸ھ میں ہوئی۔ دراصل ہوا یہ تھا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحابی حضرت حارث بن عمیر ازدیؓ کو سفیر بنا کر بُصریٰ کے حاکم کے پاس ایک خط لے کر بھیجا تھا (بُصریٰ شام میں واقع ہے) ابھی وہ راستہ ہی میں تھے کہ شرحبیل بن عمرو غسانی (جو اسی کے ماتحت تھا) نے ان کو گرفتار کر کے حاکمِ بُصریٰ کے پاس پیش کیا اور اس نے ان کو قتل کر دیا۔ کسی سفیر اور ایلچی کو قتل کرنا اُس زمانہ میں بھی بین الاقوامی قوانین کے اعتبار سے بہت بڑا جرم سمجھا جاتا تھا، بلکہ یہ ایک گھٹیا درجہ کا اعلانِ جنگ ہے۔ جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت حارث بن عمیرؓ کو قتل کر دیا گیا ہے تو اگرچہ اس وقت مسلمانوں کے حالات اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ جنگ کے لیے کوئی نیا محاذ کھولا جائے، اس لیے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کہ ابھی مکہ فتح نہیں ہوا تھا، اور قریش کے ساتھ مقابلہ جاری تھا مدینہ منورہ کے اوپر ہر وقت خطرات منڈلاتے رہتے تھے، ایسے حالات میں اگر شام کے علاقہ پر حملہ کریں گے تو چوں کہ وہ روم کے ماتحت تھا جس کا بادشاہ ہرقل تھا اس کو اپنا دشمن بنانا تھا جو اس زمانہ کی بڑی طاقت تھی، لیکن نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کو گوارہ نہیں سمجھا کہ اس پر خاموشی اختیار کی جائے، آپ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ترغیب دے کر تین ہزار کا لشکر تیار فرمایا اور اس لشکر کا امیر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا جو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منھ بولے بیٹے تھے، اور اس وقت یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفر امیر ہوں گے، اور وہ شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں گے، اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر مسلمان مشورہ کر کے جس کو مقرر کریں وہ امیر ہوگا۔ جس وقت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ارشاد فرما رہے تھے اس وقت ایک یہودی عالم یہ سن رہا تھا تو اس نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: اے زید! بنی اسرائیل میں یہ دستور تھا کہ جب کوئی نبی کسی لشکر کو مقابلہ کے لیے روانہ کرتا تھا اور اس موقع پر اگر اس طرح کی بات کرتا کہ فلاں امیر رہے گا اور اگر وہ شہید ہو جائے تو فلاں امیر ہوگا، تو یہ اس بات کی علامت سمجھی جاتی تھی کہ جس کے متعلق یہ بات ارشاد فرمائی ہے وہ یقیناً شہید ہوگا، لہٰذا اگر یہ (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سچے نبی ہیں تو تمہاری شہادت یقینی ہے۔ وہ یہ سمجھا کہ اگر میں ان کو یہ کہوں گا تو ڈر جائیں گے، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے نبی ہیں۔

خیر! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لشکر کو دشمن کی اُس بری حرکت کی سزا دینے کے لیے شام میں بلقاء کے علاقہ کی طرف روانہ فرمایا۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہلِ مدینہ ان لوگوں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کو رخصت کرنے کے لیے ثنیۃ الوداع تک گئے، اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید کو یہ تاکید فرمائی تھی کہ جس جگہ پر حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید کئے گئے ہیں وہاں سب سے پہلے جانا اور ان کو اسلام کی دعوت دینا، اگر وہ لوگ اسلام قبول کرلیں تو فبہا، اور اگر اسلام قبول نہ کریں تو پھر ان کا مقابلہ کرنا۔ جب لشکر مقامِ مَعان - ایک جگہ تھی جو بلقاء والے علاقہ کا ایک شہر تھا، وہاں - پہنچا تو ان کو معلوم ہوا کہ خود قیصرِ روم ہرقل بھی ایک لاکھ کا لشکر لے کر مقابلہ کے لیے آچکا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ لَخْم، جُذام، قَیْن، بَحراء وغیرہ عربی قبائل جو نصرانی مذہب اختیار کئے ہوئے تھے اور اس علاقے میں آباد تھے، ان سب کو بھی حاکمِ بُصریٰ نے جمع کر رکھا ہے جن کی تعداد بھی ایک لاکھ تھی، گویا ایک لاکھ کا مقامی لشکر اور ایک لاکھ کا رومی تربیت یافتہ لشکر، کُل دو لاکھ کا لشکر مقابلہ پر جمع تھا، اس کے مقابلہ میں یہاں حضراتِ صحابہ تو کُل تین ہزار تھے۔ جب ان حضرات کو صورتِ حال کا اندازہ ہوا تو مشورہ کے لیے بیٹھے کہ کیا کریں؟ اور ان حالات میں ایسا مشورہ کرنا قرینِ قیاس بھی تھا۔ بعضوں نے یہ تجویز رکھی کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حالات سے آگاہ کیا جائے، اس کے بعد آپ جو ہدایت دیں اس کے مطابق عمل کریں گے، اگر آپ مناسب سمجھیں گے تو مدد کے واسطے کمک بھیجیں گے، یا پھر جو ارشاد فرماویں۔ جب سب لوگ اپنی بات کہہ چکے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اُٹھے اور بڑی زوردار تقریر فرمائی، جس میں انہوں نے یوں کہا: اے قوم! کیا تم لوگ اسی چیز (یعنی شہادت) کو ناپسند کر رہے ہو جس کی تمنا میں اپنے گھر سے نکلے ہو، اور آج تک ہمارا دشمنوں کے ساتھ جو بھی مقابلہ ہوا وہ ہتھیاروں اور تعداد کی بنیاد پر نہیں ہوا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے دین کی جو عزت ہمیں عطا فرما رکھی ہے اسی بنیاد پر ہوا ہے، اس لیے آگے بڑھو، دو میں سے ایک سعادت ضرور

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

حاصل ہوگی، یا تو دشمن پر غلبہ ہوگا یا پھر شہادت نصیب ہوگی۔ان کی یہ بات سن کر سب نے کہا کہ: ٹھیک ہے، چلو؛ آگے بڑھو۔سبھی آگے بڑھے، مقامِ موتہ میں پہنچے جو قریب ہی تھا، اور دشمن کے دولاکھ کے لشکر سے مقابلہ ہوا۔دورانِ جنگ حضرت زید بن حارثہؓ لڑتے لڑتے شہید ہوئے۔

ان کے شہید ہونے کے بعد جھنڈا حضرت جعفرؓ نے اُٹھایا، وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر مقابلہ کر رہے تھے کہ دشمنوں نے چاروں طرف سے تلواروں، نیزوں اور تیروں سے ان پر ایسا حملہ کیا کہ گھوڑے کا آگے بڑھنا مشکل ہوگیا تو وہ اپنے گھوڑے سے اُتر گئے اور پیدل آگے بڑھنا شروع کیا، ان کے دائیں ہاتھ میں جھنڈا تھا، کسی نے ان کا وہ ہاتھ کاٹ دیا تو جھنڈا بائیں ہاتھ میں پکڑلیا، جب وہ بھی کٹ گیا تو دونوں بازؤوں کو جوڑ کر جھنڈے کو تھامنے کی کوشش کی اور اسی حال میں شہید ہوگئے۔ان کے متعلق بخاری شریف میں موجود ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ شہادت کے بعد ان کے جسم پر شمار کیا گیا تو تلوار، نیزے اور تیر وغیرہ کے نوّے (۹۰) زخم کے نشان تھے جن میں سے ایک بھی پیٹھ پر نہیں تھا، سب آگے ہی تھے۔

ان کے شہید ہونے کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے جھنڈا اُٹھایا اور آگے بڑھے، بہت وقت سے انھوں نے کچھ کھایا نہیں تھا، ان کے کسی عزیز نے ان کو گوشت کی ایک بوٹی دی کہ آپ یہ کھالو تا کہ کچھ طاقت آجائے، وہ کھا ہی رہے تھے کہ مسلمانوں کے لشکر پر دشمن کے حملے کی زوردار آواز آئی تو اپنے نفس کو ملامت کرنے لگے کہ لوگ تو جہاد میں مشغول ہیں اور تو یہ کھانے میں لگا ہوا ہے؟ وہ بوٹی پھینک دی اور آگے بڑھے اور مقابلہ میں مشغول ہوگئے یہاں تک کہ وہ بھی شہید ہوگئے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ان کے شہید ہونے کے بعد ایک انصاری صحابی حضرت ثابت بن اُخرم رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور انہوں نے جھنڈا گرنے نہیں دیا، بلکہ فوراً اُٹھا لیا اور کہا کسی کو امیر مقرر کرو تا کہ میں اس کو یہ دیدوں۔ لوگوں نے کہا: آپ ہی ہمارے امیر ہیں، انہوں نے کہا: نہیں! میں امیر بننے کے لائق نہیں ہوں، اور انہوں نے ہی وہ جھنڈا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں دیا، تو لوگوں نے انہیں کو امیر مقرر کیا۔

یہ سب معاملہ یہاں میدانِ مؤتہ میں ہو رہا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس علاقہ کا پورا نقشہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نگاہوں کے سامنے کھول دیا، چناں چہ اس وقت آپ نے ''الصلوٰۃ جامعۃ'' کا اعلان کروا کر صحابہ کو مسجد میں جمع فرمایا، منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بیان فرما رہے تھے کہ: زید آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے اور جنت میں داخل ہوئے۔ پھر جھنڈا جعفر نے اُٹھایا، ان کا دایاں ہاتھ کٹ گیا تو جھنڈا بائیں ہاتھ میں لیا، وہ بھی کٹ گیا تو دونوں ہاتھوں سے تھاما، پھر وہ بھی شہید ہو گئے اور جنت میں داخل ہوئے، اور ان کے دونوں بازوؤں کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت میں دو بازو عطا فرمائے جس سے وہ جنت میں اُڑتے پھرتے ہیں۔ پھر عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا اُٹھایا، وہ بھی آگے بڑھے اور دشمن کا مقابلہ کیا، یہ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کچھ دیر ٹھہر گئے، پھر فرمایا: وہ بھی شہید ہو گئے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ: اب جھنڈا اللہ کی تلواروں میں ایک تلوار کے ہاتھ میں پہنچا ہے، اللہ ان کے ہاتھوں پر مسلمانوں کو فتح دیں گے۔

چوں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ میدانِ جنگ کے بڑے ماہر تھے، انہوں ایسی تدبیر اختیار کی کہ دشمن بھاگنے پر مجبور ہوا۔ انہوں نے شکل یہ اختیار کی کہ دوسرے روز

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

مسلمانوں کے لشکر کی ترتیب ہی بدل دی، جو آگے تھے ان کو پیچھے کر دیا، پیچھے والوں کو آگے کر دیا، دائیں والوں کو بائیں اور بائیں والوں دائیں کر دیا۔ اور لشکر کا تھوڑا سا حصہ الگ کر کے رات کو ایک جگہ چھپا دیا کہ جب ہماری لڑائی چل رہی ہو، عین اس وقت تم لوگ ظاہر ہو کر آنا تا کہ ان کو یہ معلوم ہو کہ باہر سے مدد آ گئی ہے، اس تدبیر کا رومیوں پر بڑا اثر ہوا اور میدان چھوڑ کر کے بھاگ گئے۔

اب اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دولاکھ کے مقابلہ میں تین ہزار تھے اور اس میں صرف بارہ مسلمان شہید ہوئے تھے۔ اور حضرت خالد بن ولید؄ فرماتے ہیں کہ اس روز میرے ہاتھ میں نو (۹) تلواریں ٹوٹیں۔ اور یہ بات یاد رکھنا کہ یہ تلواریں کوئی پتھر پر مار کر نہیں توڑی تھیں، بلکہ دشمنوں کی گردنیں کاٹتے کاٹتے ٹوٹی تھیں۔ اس سے ان حضرات کی بہادری کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے! ہم لوگ تو ایک تلوار لے کر پتھر پر توڑنے جائیں تو دن بھر تو کیا؛ مہینہ بھر ہمارا ہاتھ درد کرتا رہے گا۔ فرماتے ہیں کہ اخیر میں میرے ہاتھ میں ایک یمنی تلوار بچی۔

## دوہرا اجر؛ ورنہ ایک ثواب

۱۸۵۶:- وعن عمرو بن العاص- ﷛-: أَنَّه سَمِعَ رسولَ اللهِ ﷺ يقولُ: ((إِذَا حَكَمَ الحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ، ثُمَّ أَصَابَ، فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ وَاجْتَهَدَ، فَأَخْطَأَ، فَلَهُ أَجْرٌ)) (متفق عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جب کسی حاکم نے فیصلہ کیا، اور اس کے لیے اپنی پوری صلاحیت اور غور وفکر کو استعمال کیا جس کے نتیجہ میں اس نے صحیح فیصلہ کیا؛ تو اس کو دوہرا (ڈبل) ثواب

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ملے گا، اور اگر فیصلہ کیا اور اپنی پوری صلاحیت کو استعمال کیا لیکن اس میں وہ خطا کھا گیا تو اس کو ایک ثواب ملے گا۔

**افادات:-** یہاں علماء نے لکھا ہے کہ فیصلہ کرنے والے کے لیے جو شرائط رکھے گئے ہیں ان ساری چیزوں سے وہ واقف ہو، یعنی اس کو قرآن واحادیث کا علم ہو، اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وحضراتِ خلفاء راشدین اور دیگر حضرات صحابہ نے جو فیصلے کئے اور ان فیصلوں کے جو طریقے اسلام نے بتلائے ہیں ان کا اس کو علم ہو۔ یعنی فیصلہ کرنے کے لیے جن شرعی کمالات وصلاحیتوں کی ضرورت ہے وہ سارے اس کے اندر موجود ہیں، اور انہیں کو استعمال کرتے ہوئے پوری سمجھ اور پورے غور فکر کے بعد اس نے کوئی فیصلہ کیا اور صحیح فیصلہ کیا تو دوہرا ثواب (یعنی ایک تو اس محنت کا، اور دوسرا اس صحیح فیصلہ کرنے کا) ملے گا۔ اور خدانہ کرے اس میں اگر کوئی غلطی ہوگئی تب بھی ایک ثواب (یعنی جو محنت کی ہے اس کا) تو ملے گا۔

اور اگر وہ شرائط اس میں موجود نہیں ہیں یعنی وہ صلاحیتیں اور کمالات اس میں نہیں پائے جاتے تو اس کے لیے فیصلہ کرنا ہی جائز نہیں۔ اگر اس صورت میں وہ فیصلہ کرے گا تو گنہگار ہوگا، بلکہ اگر صحیح فیصلہ کرے گا تب بھی گنہگار ہوگا۔ اس لیے کہ اس کو شریعت کی طرف سے فیصلہ کرنے کا اختیار ہی نہیں دیا گیا ہے۔

## بخار اور اس کا علاج

۱۸۵۷:- وعن عائشة رَضِيَ اللهُ عنها: أَنَّ النبيَّ ﷺ قَالَ: ((الْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَأَبْرِدُوهَا بِالْمَاءِ)) (متفق عَلَيْهِ)

**ترجمہ:-** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

بخار جہنم کی لپٹ میں سے ہے، اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

**افادات:۔** آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بخار کے علاج کے طور پر پانی کو استعمال کرنے کا فرمایا ہے، لیکن بعض لوگوں نے اس موقعہ پر بحث کرتے ہوئے کہا کہ بخار کی حالت میں ٹھنڈے پانی کا استعمال بجائے مفید ہونے کے مضر ہے۔

تو اس کی مختلف تاویلات کی گئی ہیں۔ بعض حضرات نے تو یوں کہا کہ: یہاں پانی استعمال کرنے کا مطلب یہ ہے کہ پانی کا صدقہ کرو۔ کہیں کنواں کھدوادو، کہیں بورنگ کروادیا، کہیں پانی کا کسی طریقہ سے بھی انتظام کروادیا۔ مطلب یہ ہے کہ صدقہ کے نتیجہ میں بَلا دور ہوتی ہے اور آدمی بیماری سے شفا پاتا ہے، تو گویا پانی والا صدقہ اس کے لیے شفا کا ذریعہ بنے گا۔ بعضوں نے کہا: بخاری شریف ہی میں موجود ہے کہ ایک مرتبہ ایک بیمار عورت کو لایا گیا تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے پانی پر دم کر کے اس عورت کے گریبان میں چھڑکا۔ گویا کچھ پڑھ کر پانی پر دَم کر کے اس کو چھڑکنا مراد ہے۔

بعضوں نے کہا: اس بیمار کو خوب لحاف اور چادر اُوڑھادی جائے، جب وہ اس میں رہے گا تو اس کی وجہ سے پسینہ چھوٹے گا اور بخار اتر جائے گا۔ تو پانی سے پسینے کا پانی مراد ہے۔

لیکن راجح قول یہ ہے کہ اس سے پانی ہی مراد ہے، اور بخار مختلف قسم کے ہوتے ہیں، عرب کے علاقہ میں گرمی کی شدت کی وجہ سے لُو لگنے سے بخار ہوتا ہے، اور اس بخار کے متعلق اطباء بھی یہی کہتے ہیں کہ اگر ٹھنڈا پانی استعمال کیا جائے تو بیمار صحتیاب ہوجاتا ہے۔ گویا اس علاقہ میں جو مخصوص بخار ہوا کرتا تھا اس کے لیے ٹھنڈا پانی ہی مفید ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

# میت کے ذمہ فرائض باقی ہوں تو؟

۱۸۵۸:-وعنہا رَضِیَ اللّٰہُ عنہا، عن النبیِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ، صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ.)) (متفق عَلَيْهِ)

وَالْمُخْتَارُ جَوَازُ الصَّوْمِ عَمَّنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ لِهٰذَا الحَدِيثِ. وَالمُرادُ بالوَلِيِّ: القَرِيبُ وَارِثاً كَانَ أَوْ غَيْرَ وَارِثٍ.

**ترجمہ:**- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس آدمی کا انتقال ہو گیا اور اس کے ذمہ روزہ باقی ہو تو اس کی طرف سے اس کا ولی (رشتہ دار) وہ روزہ رکھے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مرنے والے کے ذمہ اگر روزے باقی ہوں اور اس کا رشتہ دار روزہ رکھ لے؛ تو درست ہو جائے گا۔ اسی قول کو مختار قرار دیا گیا ہے۔

**افادات:**- دراصل یہ مسئلہ ائمہ کے درمیان مختلف فیہ ہے۔ ظاہریہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قولِ قدیم اس سلسلہ میں یہ ہے کہ ولی کا روزہ رکھ لینا درست ہے۔ لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قولِ جدید، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات کا مسلک یہ ہے کہ جس طرح کسی کی نمازیں باقی ہوں تو اس کے انتقال کے بعد اس کے ولی یا رشتہ دار کا اس کی طرف سے نمازیں پڑھنا کافی نہیں ہے، اسی طرح روزہ میں بھی ہے۔

تو پھر اشکال ہوتا ہے کہ اس روایت کا مطلب کیا ہے؟ تو اس روایت کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس کا ولی اس کی طرف سے اس روزے کا فدیہ ادا کرے تو وہ فدیہ اس روزہ کی طرف سے کافی ہو جائے گا، اسی کو ''صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ'' سے تعبیر کیا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ چوں کہ شافعی المسلک ہیں اس لیے ان کا اور شوافع میں سے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ اس سلسلہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قولِ قدیم کے مطابق ہے، لیکن خود مشائخ شافعیہ کا یہ مسلک نہیں ہے جیسا کہ اوپر بتایا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قولِ جدید یہی ہے کہ روزہ رکھنا کافی نہیں ہے، بلکہ فدیہ ادا کیا جائے۔

## حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے حضرت عائشہؓ کی ناراضگی کا قصہ

۱۸۵۹:- وعن عوف بن مالِك بن الطُّفَيلِ: أَنَّ عائشة رَضِيَ اللهُ عنها حُدِّثَتْ أَنَّ عبدَ اللهِ بن الزبير رضى الله عنهما، قَالَ فِى بَيْعٍ أَوْ عَطَاءٍ أَعْطَتْهُ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عنها: واللهِ لَتَنْتَهِيَنَّ عَائِشَةُ أَوْ لأَحْجُرَنَّ عَلَيْهَا، قالَتْ: أَهُوَ قَالَ هٰذَا! قالوا: نَعَمْ. قَالَتْ: هُوَ لِلّٰهِ عَلَيَّ نَذْرٌ أَنْ لا أُكَلِّمَ ابْنَ الزُّبَيْرِ أَبداً، فَاسْتَشْفَعَ ابْنُ الزُّبَيْرِ إِلَيْهَا حِينَ طَالَتِ الهِجْرَةُ. فَقَالَتْ: لاَ، واللهِ لاَ أُشَفِّعُ فِيهِ أبداً، وَلاَ أَتَحَنَّثُ إِلَى نَذْرِي. فَلَمَّا طَالَ ذٰلِكَ عَلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ كَلَّمَ المِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ، وَعبدَ الرحمانِ ابْنَ الأَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوثَ وقَالَ لَهُمَا: أَنْشُدُكُمَا اللهَ لَمَا أَدْخَلْتُمَانِي عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عنها، فَإِنَّهَا لاَ يَحِلُّ لَهَا أَنْ تَنْذِرَ قَطِيعَتِي، فَأَقْبَلَ بِهِ المِسْوَرُ، وَعَبْدُ الرحمٰنِ حَتَّى اسْتَأْذَنَا عَلَى عَائِشَةَ فَقَالاَ: السَّلاَمُ عَلَيْكِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، أَنَدْخُلُ؟ قالت عَائِشَةُ: ادْخُلُوا. قالوا: كُلُّنَا؟ قالت: نَعَمْ ادْخُلُوا كُلُّكُمْ، وَلاَ تَعْلَمُ أَنَّ معهُمَا ابْنَ الزُّبَيْرِ، فَلَمَّا دَخَلُوا دَخَلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ الحِجَابَ فَاعْتَنَقَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عنها، وَطَفِقَ يُنَاشِدُهَا وَيَبْكِي، وَطَفِقَ المِسْوَرُ، وَعَبْدُ الرَّحمانِ يُنَاشِدَانِهَا إِلاَّ كَلَّمَتْهُ وَقَبِلَتْ مِنْهُ، وَيَقُولاَنِ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَمَّا قَدْ عَلِمْتِ مِنَ الهِجْرَةِ؛ وَلاَ يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ

فَوقَ ثَلاَثِ لَيَالٍ، فَلَمَّا أَكثَرُوا عَلَى عَائِشَةَ مِنَ التَّذكِرَةِ وَالتَّحرِيجِ، طَفِقَت تُذَكِّرُهُمَا وَتَبكِي، وَتَقُولُ: إِنِّي نَذَرتُ وَالنَّذرُ شَدِيدٌ، فَلَم يَزَالاَ بِهَا حَتَّى كَلَّمَتِ ابنَ الزُّبَيرِ، وأَعتَقَت فِي نَذرِهَا ذٰلِكَ أَربَعِينَ رَقَبَةً، وَكَانَت تَذكُرُ نَذرَهَا بَعدَ ذٰلِكَ فَتَبكِي حَتَّى تَبُلَّ دُمُوعُهَا خِمَارَهَا. (رواه البخاري)

اس روایت میں ایک واقعہ بیان کیا ہے۔

**ترجمہ مع تشریح:۔** حضرت عوف بن مالک بن طفیل (جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے کے لڑکے تھے) فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتلایا گیا کہ عبداللہ بن زبیرؓ نے - ان عطیات کے سلسلہ میں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیئے تھے - یہ کہا ہے: حضرت عائشہؓ اپنے اس طرز عمل سے باز آجائیں، ورنہ میں بطورِ حاکم ان پر پابندی لگادوں گا کہ ان کا کوئی تصرف اور معاملہ درست نہ ہو۔ (جب حضرت عائشہؓ کے کان میں یہ بات پڑی تو ان کو یقین نہیں آیا کہ میرے متعلق وہ ایسا کہہ سکتے ہیں) اس لیے انہوں نے کہا: کیا انہوں نے میرے متعلق ایسا کہا ہے؟ لوگوں نے بتایا: جی ہاں! کہا ہے (حضرت عائشہؓ کو ان کی اس بات پر بڑی ناگواری ہوئی) کہنے لگیں: اگر ایسا ہے تو میرے اوپر اللہ کے واسطے نذر رہے (یعنی پھر تو میں بھی قسم کھاتی ہوں) کہ میں ابن زبیرؓ سے کبھی بات نہیں کروں گی (اب وہ حضرت عائشہؓ پر کیا پابندی لگاتے، اُلٹی ان پر ہی پابندی لگ گئی۔ اب جب بھی وہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اندر آنے کی اجازت چاہتے تو اجازت نہ ملتی) جب حضرت عائشہؓ کی طرف سے ان کے ساتھ یہ معاملہ طول پکڑ گیا، اور ان سے یہ جدائی اور قطعِ تعلق برداشت نہیں ہوا تو انہوں نے لوگوں سے سفارشیں کروائیں (کہ جاؤ! میری طرف سے عرض کرو کہ میں معافی مانگتا ہوں) حضرت عائشہؓ نے کہا: اللہ کی قسم! میں کسی کی سفارش قبول نہیں کروں گی،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اور نہ میں اپنی نذر توڑوں گی۔ جب زمانہ اور طویل ہوگیا تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے مسور بن مخرمہؓ اور عبدالرحمن بن اسود بن عبدیغوثؓ سے اس سلسلہ میں بات چیت کی (یہ دونوں اس زمانہ کے بڑے لوگوں میں سے تھے اور اخوال الرسول کہے جاتے تھے، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ننہیالی رشتہ دار تھے۔ قبیلۂ بنی زہرہ سے ان کا تعلق تھا، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ حضرت آمنہ بھی اسی قبیلۂ بنوزہرہ سے تعلق رکھتی تھیں، اس لیے قبیلۂ بنوزہرہ کا جو بھی آدمی ہوتا تھا وہ خال الرسول سے یاد کیا جاتا تھا۔ جیسے: ہمارے یہاں بھی بولتے ہیں کہ یہ ہمارے رشتہ کے ماموں ہیں۔ حضرت عائشہؓ بھی ان لوگوں کا بڑا خیال رکھتی تھیں) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ان سے کہا: میں تمہیں اللہ کی قسم کی دے کر درخواست کرتا ہوں کہ مجھے کسی بھی طرح حضرت عائشہؓ کے پاس پہنچادو (کسی طرح کی بھی تدبیر کرو اور مجھے لے جاؤ۔ اور ہوسکتا تھا کہ ان کی طرف سے یہ جواب دیا جاتا کہ انہوں نے تو قسم کھالی ہے، اب ہم تمہیں کیسے ان کے پاس لے جائیں، اس لیے) انہوں نے کہا: حضرت عائشہؓ کا میرے ساتھ اس طرح قطع تعلق کرنا کسی حال میں بھی درست نہیں (اس لیے کہ میں تو ان کا بھانجہ ہوں۔ اور اُدھر حضرت عائشہؓ نے ان کے ساتھ جو قطع تعلق کیا تھا وہ اللہ واسطے تھا، اس لیے کہ حضرت عائشہؓ جو کثرت سے مال خرچ کرتی تھیں وہ اپنی نفسانیت اور اغراض کے لیے نہیں ہوتا تھا، بلکہ اللہ کے راستہ میں ہوتا تھا، اور اس پر حضرت زبیرؓ نے یہ جملہ کہا تھا کہ میں پابندی لگادوں گا۔ تو ان کا یہ جملہ حضرت عائشہؓ کو ناگوار گزرا تھا کہ میں نے کونسا گناہ کا کام کیا تھا جو انہوں نے یہ بات کہی، اور وہ بھی میرا بھانجہ ہوکر، جبکہ میں بھی ان کے ساتھ محبت وشفقت کا سلوک کرتی ہوں، اس لیے ناراض ہوئیں) چناں چہ انہوں نے ایک تدبیر کی، یہ دونوں حضرات مسور بن مخرمہؓ اور عبدالرحمن بن اسودؓ حضرت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ان کے مکان پر حاضر ہوئے اور حضرت عائشہؓ سے اجازت چاہی (اس لیے کہ جو بھی آتا تھا وہ باہر ہی سے اجازت چاہتا تھا کہ ہم اندر آسکتے ہیں) ان دونوں نے سلام کیا اور کہا: کیا ہم اندر آسکتے ہیں؟ (ان لوگوں نے یہ کیا تھا کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو اپنے بیچ میں رکھا تھا اور اپنی چادر میں اس طرح لپیٹ لیا تھا کہ وہ نظر نہ آئیں اور حضرت عائشہؓ سے اجازت مانگی کہ ہم آسکتے ہیں؟ انہوں نے کہا: آسکتے ہو۔) پوچھا: ہم سب آجائیں؟ کہا: ہاں! سب آجاؤ (حضرت عائشہؓ کو تو معلوم نہیں تھا کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بیچ میں لپٹے ہوئے ہیں۔ جب حضرت عائشہؓ نے کہا کہ سب آجاؤ، تو عبداللہ بن زبیرؓ کے لیے بھی گنجائش نکل آئی) چناں چہ وہ اندر داخل ہو گئے (اب گھر میں طریقہ یہ تھا کہ آنے والوں کے لیے کھلی جگہ تھی، وہاں آکر لوگ بیٹھتے تھے اور حضرت عائشہؓ پردہ کے پیچھے ہوتی تھیں، کسی کو پوچھنا ہوتا، کچھ بات چیت کرنی ہوتی تو وہیں سے پردہ میں رہ کر بات چیت کر لیتے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ تو بھانجے تھے اس لیے پردہ کا سوال نہیں تھا) جب یہ لوگ گھر میں داخل ہو گئے تو عبداللہ بن زبیرؓ پردہ کے اندر گھس گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے لپٹ گئے، اور قسمیں دینے لگے اور رونے لگے (کہ میں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں، معاف کر دو) اور یہ دونوں حضرات بھی پردہ کے پیچھے سے حضرت عائشہؓ کو اللہ کا واسطہ دیتے رہے کہ آپ ان کو معاف کر دیں، ان کا عذر قبول کر لیں (یہ دونوں سفارش کر رہے تھے اور وہ اندر معافی مانگ رہے تھے) یہ دونوں حضرات کہتے تھے کہ آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کے ساتھ قطع تعلق کرنے سے منع کیا ہے، اور (یہ بھی معلوم ہے کہ) کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق رکھے۔ یہ دونوں حضرات دیر تک حضرت عائشہؓ کو ایسی ترغیبی اور ترہیبی باتیں سناتے رہے اور ان

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کو یہ سب یاد دلایا اور حضرت عائشہؓ بھی ان کو نصیحت کرتی رہیں اور روتی رہیں، اور جواب میں یوں کہتی رہیں کہ (تمہیں معلوم ہی ہے کہ) میں نے تو نذر مان لی ہے، اس لیے میرے لیے ضروری ہے کہ میں ان سے بات نہ کروں، اور نذر کا معاملہ بڑا سخت ہوتا ہے (ان حضرات کا حال یہی تھا کہ اللہ کا نام لے کر جو بات کہی جاتی تھی اس کے معاملہ میں بہت ڈرتے رہتے تھے) لیکن یہ دونوں حضرات بھی برابر سمجھاتے رہے، یہاں تک کہ حضرت عائشہؓ نے ابن زبیرؓ سے بات کرلی اور ان کو معاف کردیا۔ جب عبداللہ بن زبیرؓ سے بات کرلی تو ان کی قسم ٹوٹ گئی جس کی تلافی میں حضرت عائشہؓ نے چالیس غلام آزاد کئے (حالاں کہ قسم توڑنے پر کفارہ میں ایک غلام آزاد کرنا پڑتا ہے، یا کھانا کھلانا پڑتا ہے) اور اس کے بعد جب بھی حضرت عائشہؓ اپنی نذر والی بات یاد کرتی تھیں تو بہت روتی تھیں (کہ میں نے ایک نذر توڑ دی، اور اتنا روتیں کہ) آنسوؤں سے ان کی اوڑھنی تر ہوجاتی تھی (گویا اللہ کا نام لے کر میں نے جو بات کہی تھی، اس کی پابندی نہیں کرسکی۔)

**افادات:۔** عبداللہ بن زبیرؓ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہوتے ہیں، ان کی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی ہیں۔ ویسے تو دونوں کی والدہ الگ الگ ہیں، گویا حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ دونوں باپ شریک بہنیں تھیں۔ حضرت عائشہؓ کی والدہ کا نام اُم رومان ہے، اور حضرت اسماء کی والدہ کا نام قُتَیلہ بنت عبدالعزیٰ عامریہ ہے۔ انہی حضرت اسماءؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ہیں۔

روایتوں میں آتا ہے کہ یہ حضرت عائشہؓ کے بڑے لاڈلے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت عائشہؓ ان سے بہت زیادہ محبت کا معاملہ کرتی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

تھیں، اور یہ بھی اپنی سعادت مندی کی وجہ سے حضرت عائشہؓ کے ساتھ بڑے احسان کا سلوک کرتے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں بطورِ ہدیہ کثرت سے مال بھیجتے رہتے تھے۔ لیکن حضرت عائشہؓ کی عادتِ شریفہ یہ تھی کوئی مال اپنے پاس جمع نہیں رکھتی تھیں، جو بھی آتا فوراً ضرورتمندوں پر خرچ کردیا کرتی تھیں۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فضائلِ صدقات میں واقعہ لکھا ہے کہ: ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کے پاس بہت بڑی رقم آئی اور حضرت عائشہؓ نے سب تقسیم کرڈالی، حالاں کہ اس دن وہ روزہ سے تھیں، افطار کے لیے گھر میں کچھ نہیں تھا، باندی نے کہا: ایک آدھ درہم رکھ لیتیں تو افطار کے لیے کچھ سامان آجاتا۔ کہنے لگیں کہ: اللہ کی بندی! پہلے سے بولا ہوتا تو رکھ لیتی، مجھے کیا معلوم کہ گھر کے اندر کچھ بھی نہیں۔ یہ ان کا حال تھا۔ اور چوں کہ ان کا بہت بڑا وظیفہ بیت المال میں سے مقرر تھا، اور ہر زمانہ میں خلفاء اور دیگر لوگ ان کی خدمت میں ہدایا بھیجتے رہتے تھے۔ لیکن یہ کثرت سے خرچ کرنے والی تھیں، ایک پائی بھی اپنے لیے نہیں رکھتی تھیں۔

یہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ امیر المؤمنین تھے، وہ ان کے پاس کثرت سے مال بھیجا کرتے تھے اور ان کی خواہش یہ ہوتی تھی کہ حضرت عائشہؓ اس کو اپنی ضرورتوں میں استعمال کریں۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ان کو پتہ چلا کہ حضرت عائشہؓ کو ضرورت ہے اس لیے انہوں نے ایک بڑی رقم ان کے پاس ہدیہ میں بھیجی، لیکن حضرت عائشہؓ نے وہ پوری رقم ہدیہ اور صدقہ کے اندر خرچ کردی، حالاں کہ وہ اس نیت سے بھیجتے تھے کہ حضرت عائشہؓ اس کو اپنی ضرورت میں خرچ کریں۔ جب کسی نے ان کو بتایا کہ آپ کی دی ہوئی رقم تو دوسروں پر خرچ کردی اور اب خود تنگی اٹھارہی ہیں، تو حضرت عبداللہ بن

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

زبیرؓ کونہایت گراں گزرااوران کی زبان سے یہ جملہ نکلا کہ: حضرت عائشہؓ اپنے اس طرزِعمل سے باز آجائیں، ورنہ میں بطورِحاکم ان پر پابندی لگادوں گا کہ ان کا کوئی تصرف اور کوئی معاملہ درست نہ ہو۔

حاکم کی طرف سے بعض مواقع ایسے آتے ہیں کہ کسی آدمی پراس طرح کی پابندی لگادی جاتی ہے۔مثلاً ایک آدمی مقروض ہے،لوگوں کے حقوق اس پر ہیں وہ ادا نہیں کرتا،تو حاکم اس طرح کی پابندی لگادیتا ہے۔اور حاکم کی طرف سے کسی آدمی کے معاملات میں اور کسی چیز کے خریدوفروخت میں اوراس کے دینے لینے پر پابندی عائد کی جاتی ہےاس کوشریعت کی اصطلاح ''حجر'' کہتے ہیں۔کتب فقہ میں مستقل ایک عنوان ''کتاب الحجر'' قائم کیا جاتا ہے جہاں اس کے مسائل بیان کئے گئے ہیں۔

## حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تمنا

بعض روایتوں میں یہ بھی آتا ہے کہ وہ کہتی تھیں کہ: کاش!میں نے یہ کہنے کے بجائے یوں کہا ہوتا کہ اگر بات کروں تو میرے اوپر اتنا لازم ہوگا۔مطلب یہ کہ میں اس سے بات کروں تو میرے لیے ضروری ہے ایک لاکھ کا صدقہ کروں، یا میں اس سے بات کروں تو میرے لیے ضروری ہے کہ دس روزے رکھوں۔حضرت عائشہؓ یہ تمنا کرتی تھی کہ: کاش!اس کے بجائے یوں کہا ہوتا۔تو کم سے کم دل کو تو اطمینان ہوتا میں نے جو کہا اس کے مطابق نذر توڑنے کی صورت میں دس روزے رکھے۔حالاں کہ انہوں نے مطلق نذر مانی تھی،اور جیسا کہ میں نے بتلایا وہ قسم کے حکم میں ہے،اوراس کے کفارہ میں ایک غلام آزاد کرنا کافی ہے،لیکن پھر بھی وہ حضرات اللہ تعالیٰ کے نام پر کہی ہوئی بات کے معاملہ میں بہت محتاط تھے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

## حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی امت کے بارے میں خدشہ

۱۸۶۰:-وعن عُقْبَةَ بن عامرٍ رضی اللہ عنہ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَرَجَ إِلَى قَتْلَى أُحُدٍ، فَصَلَّى عَلَيْهِمْ بَعْدَ ثَمَانِ سِنِينَ كَالْمُوَدِّعِ لِلأَحْيَاءِ وَالأَمْوَاتِ، ثُمَّ طَلَعَ إِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: ((إِنِّي بَيْنَ أَيْدِيكُمْ فَرَطٌ وَأَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ وإِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْحَوْضُ، وإِنِّي لأَنْظُرُ إِلَيْهِ مِنْ مَقَامِي هَذَا، أَلاَ وإِنِّي لَسْتُ أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا، وَلَكِنْ أَخْشَى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا أَنْ تَنَافَسُوهَا)) قَالَ: فَكَانَتْ آخِرَ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ. (متفق عَلَيْهِ)

وفی روایة: ((وَلَكِنِّي أَخْشَى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا أَنْ تَنَافَسُوا فِيهَا، وَتَقْتَتِلُوا فَتَهْلِكُوا كما هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ)). قَالَ عُقْبَةُ: فكانَ آخِرَ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ.

وفی روايةٍ قَالَ: ((إِنِّي فَرَطٌ لَكُمْ وَأَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ وإِنِّي واللهِ لأَنْظُرُ إِلَى حَوْضِي الآنَ، وإِنِّي أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الأَرْضِ، أَوْ مَفَاتِيحَ الأَرْضِ، وإِنِّي واللهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي، وَلَكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوا فِيهَا)).

وَالْمُرَادُ بِالصَّلاَةِ عَلَى قَتْلَى أُحُدٍ: الدُّعَاءُ لَهُمْ، لاَ الصَّلاَةُ الْمَعْرُوفَةُ.

**ترجمہ مع تشریح:**-حضرت عقبہ عامر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہدائے اُحد کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے اور ان پر آٹھ سال کے بعد نمازِ جنازہ پڑھی، گویا کہ آپ زندوں اور مردوں کو الوداع کہہ رہے تھے (شہدائے اُحد کی زیارت کر کے واپس آنے کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: میں تم سے پہلے تمہارے لیے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

تیاری کرنے جارہا ہوں اور میں تم پر گواہ ہوؤں گا (یعنی تمہارے نیک اعمال کے متعلق اور تم لوگوں نے اللہ کے راستہ میں جو مالی و جانی قربانیاں دی ہیں اور دین کے لیے جو مشقتیں اٹھائی ہیں، ان سب باتوں پر قیامت کے روز میں گواہی دوں گا) اور تم سے حوضِ کوثر پر ملاقات کا وعدہ ہے، میں اس وقت اپنی اس جگہ سے حوضِ کوثر کو دیکھ رہا ہوں (گویا اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس وقت حوضِ کوثر منکشف کردیا تھا) اور سنو! مجھے تمہارے متعلق یہ اندیشہ نہیں ہے کہ تم شرک میں مبتلا ہوجاؤ گے، لیکن تمہارے متعلق یہ ڈر ہے کہ تم دنیا حاصل کرنے میں مشغول ہوجاؤ گے اور اس میں ایک دوسرے سے مقابلہ اور ریس کروگے (حضرت عقبہ بن عامرؓ جب یہ واقعہ بیان کررہے تھے اس وقت کہتے ہیں کہ) یہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میں نے آخری زیارت کی (اس کے بعد آپ کے دیدار اور زیارت کی نوبت نہیں آئی، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوگیا)۔

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں کہ: لیکن مجھے تم لوگوں کے متعلق دنیا کا یہ ڈر ہے کہ دنیا کے حاصل کرنے میں ایک دوسرے سے مقابلہ اور ریس کروگے، اور آپس میں ایک دوسرے سے لڑوگے اور اسی طرح ہلاکت میں پڑوگے جیسے تم سے پہلے لوگ ہلاکت میں پڑے۔

ایک روایت میں ہے کہ: میں تم سے پہلے تیاری کے لیے جارہا ہوں، میں تمہارے اوپر گواہ ہوں۔ میں اس وقت اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں۔ مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں (دوسری روایت میں ہے: تم خزانوں کو حاصل کروگے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ: آپ کی امت کو خزانے دیئے جائیں گے اور فتوحات ہوں گی) اور اللہ کی قسم! میں تم لوگوں پر اس بات سے نہیں ڈرتا کہ تم لوگ شرک میں مبتلا ہوگے (یعنی امت اجتماعی طور پر شرک میں مبتلا نہیں ہوگی، ہاں! کچھ لوگ اس میں پھنس گئے تو الگ بات ہے)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

لیکن مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ دنیا کی خاطر ایک دوسرے سے آپس میں مقابلہ کروگے اور اسی میں ہلاک اور برباد ہو جاؤگے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہاں جو ''صلوٰۃ'' کا لفظ آیا ہے، اس سے معروف نمازِ جنازہ مراد نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد شہداء کے لیے دعا ہے۔

**افادات:-** امام نووی رحمۃ اللہ علیہ یہ اس لیے فرمارہے ہیں کہ چوں کہ ایک مسئلہ ہے کہ شہید کے اوپر نمازِ جنازہ پڑھی جائے یا نہیں؟ کیوں کہ عرفی شہید کو غسل تو نہیں دیا جاتا، لیکن اس پر نمازِ جنازہ کے سلسلہ میں ائمہ کے درمیان اختلاف ہے، احناف کے یہاں نمازِ جنازہ پڑھی جاتی ہے، اور شوافع کے یہاں نہ غسل دیا جاتا ہے اور نہ نمازِ جنازہ کی ضرورت ہے، اس کو یوں ہی دفن کردیں گے۔ چوں کہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ شافعی المسلک ہیں اس لیے وہ فرماتے ہیں کہ یہاں ''صَلّٰی'' کا مطلب نمازِ جنازہ نہیں ہے، بلکہ دعا ہے۔ لیکن تمام شراح یہی فرماتے ہیں کہ یہاں تاویل اس لیے نہیں چل سکتی کہ دوسری روایتوں میں ''صَلّٰی عَلَيْهِمْ صَلٰوتَه عَلَى الْمَيِّتِ'' کی صراحت موجود ہے، یعنی جس طرح مرنے والوں پر نماز پڑھی جاتی ہے، اسی طرح آپ نے نماز پڑھی۔ اگر ''صَلّٰی'' کا معنٰی دعا ہوتا تو لفظ ''صَلٰوتَه عَلَى الْمَيِّتِ'' نہ آتا، کیوں کہ ''صلوٰۃ'' کے معنٰی دعا کے نہیں آتے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ ''بَعْدَ ثَمَانِ سِنِيْنَ'' کا لفظ بھی بتاتا ہے کہ زیارت اور دعا کے لیے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار تشریف لے جاتے تھے، لیکن یہاں تو کہا ہے کہ آٹھ سال کے بعد۔ یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں مراد معروف نماز ہے جو جنازہ کی ہوا کرتی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

یہ واقعہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض الوفات کے شروع کا ہے، اس وقت آپ چل پھر رہے تھے، اسی زمانہ میں آپ ایک مرتبہ صبح کے وقت بقیع میں اور شہدائے احد کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے تھے، اور وہاں آپ نے نماز پڑھی۔

## پوری امت کے لیے بڑی تسلی کی بات

''فَرَط'' عربی زبان میں ان لوگوں کو کہتے ہیں کہ جب کوئی قافلہ یا لشکر روانہ ہوتا تو کچھ لوگ آگے جا کر جہاں پڑاؤ ڈالنا ہوتا تھا وہاں قافلہ والوں کے لیے پانی قیام وغیرہ کے انتظامات کرتے تھے، تاکہ جب لشکر وہاں پہنچے تو اس کو سہولت رہے۔ اس لیے کہ اس زمانہ میں ہمارے زمانہ جیسی سہولیات نہیں ہوتی تھی۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہؓ سے فرماتے ہیں کہ میں تم لوگوں کے لیے فرط (یعنی پہلے جارہا) ہوں اور تم بعد میں آنے والے ہو، میں وہاں جا کر تمہارے لیے انتظام کرتا ہوں۔ اس لفظِ فرط میں صحابہ کے لیے اور پوری امت کے لیے بڑی تسلی کی بات ہے۔

## حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پورے دن وعظ فرمایا

۱۸۶۱:-وعن أَبي زيد عمرو بن أَخْطب الأنصاريّ- رضي الله عنه- قَالَ: صلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ الفَجْرَ، وَصَعِدَ المِنْبَرَ، فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ الظُّهْرُ فَنَزَلَ فَصَلَّى، ثُمَّ صَعِدَ المِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ العَصْرُ، ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى، ثُمَّ صَعِدَ المِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَأَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ، فَأَعْلَمُنَا أَحْفَظُنَا. (رواه مسلم)

ترجمہ:- حضرت ابوزید عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (قبیلۂ خزرج سے تعلق

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

رکھتے ہیں) فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور آپ منبر پر تشریف لے گئے اور ایک خطبہ دیا یہاں تک کہ ظہر کا وقت آ گیا تو آپ منبر سے نیچے تشریف لائے، ظہر کی نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف لے گئے، پھر خطبہ دینا شروع کیا یہاں تک کہ عصر کا وقت آ گیا، پھر اترے، عصر کی نماز پڑھائی، پھر منبر پر تشریف لے گئے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اور (اس لمبے وعظ وخطبہ میں) حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ تمام اہم اہم واقعات جواب تک دنیا میں پیش آئے اور جو آئندہ قیامت تک پیش آنے والے ہیں وہ سب بتلائے۔ہم میں جو زیادہ یاد رکھنے والا تھا (اس نے وہ سب یاد رکھ لیے اور) وہ ہم میں زیادہ عالم بن گیا۔

**افادات:۔** حضرت حذیفہؓ کی بھی ایک روایت اسی طرح کی ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ دنیا میں جو اہم اہم واقعات پہلے ہوئے، اور جو آئندہ ہونے والے ہیں وہ سب اپنے بیان میں لوگوں کو بتلائے، لیکن لوگ بھول گئے۔ جب ان میں کوئی معاملہ اور واقعہ پیش آتا ہے تو یاد آتا ہے کہ یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتلایا تھا۔ جیسے: کسی آدمی کو دیکھ کر پھر اس کو آدمی بھول جاتا ہے لیکن جب وہ سامنے آتا ہے اور اس کا چہرہ دیکھتا ہے تو یاد آتا ہے کہ ہاں اس کو تو پہلے دیکھا ہے۔

# نیکی کی نذر درست ہے، گناہ کی نہیں

**۱۸۶۲:۔وعن عائشة رَضِيَ اللهُ عنها قالت: قَالَ النّبيُّ ﷺ:((مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللهَ فَلْيُطِعْهُ، وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَ اللهَ فَلاَ يَعْصِهِ)).** (رواه البخاری)

**ترجمہ:۔** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی اس بات کی نذر مانے کہ اللہ کی اطاعت کرے گا تو اس کو چاہیے کہ اس کو پوری کرے (یعنی اطاعت بجالائے) اور جو آدمی اس بات کی نذر مانے کہ اللہ تعالیٰ کی معصیت ونافرمانی کرے گا تو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

وہ اس کو پورا نہ کرے (یعنی معصیت نہ کرے)۔

**افادات:**۔نذر کے صحیح ہونے کے لیے فقہاء نے جو شرطیں لکھی ہیں اس میں یہ بھی ہے کہ جس چیز کی نذر مانی جارہی ہے وہ عباداتِ مقصودہ کے قبیل سے ہو، تب ہی نذر درست ہوگی۔ اور اگر وہ عبادت کے قبیل سے نہیں ہے، تو اس صورت میں اس کی نذر درست ہی نہیں ہوگی۔ اور اگر کسی نے کسی گناہ کے کام کی نذر مانی، تو وہ نذر درست ہی نہیں ہے۔

## گرگٹ، چھپکلی کو مارنے میں نیکیاں ملیں گی

۱۸۶۳:۔وعن أمِّ شَرِيكٍ رَضِيَ اللهُ عنها: أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ أمرها بِقَتْلِ الأَوْزَاغِ وقال: ((كَانَ يَنْفُخُ عَلَى إِبْرَاهِيمَ)) (متفق عَلَيْهِ)

**ترجمہ:**۔حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو گرگٹ کو مارنے کا حکم دیا، اور فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کے لیے نمرود کی طرف سے آگ جلائی گئی تھی تو یہ اس کو بھڑکانے کے لیے پھونک مار رہا تھا۔

۱۸۶۴:۔وعن أبي هريرة۔رضی الله عنه۔قَالَ: قَالَ رسولُ اللهِ ﷺ: ((مَنْ قَتَلَ وَزَغَةً فِي أَوَّلِ ضَرْبَةٍ فَلَهُ كَذَا وَ كَذَا حَسَنَةً، وَمَنْ قَتَلَهَا فِي الضَّرْبَةِ الثَّانِيَةِ فَلَهُ كَذَا وَ كَذَا حَسَنَةً دُونَ الأُولَى، وَإِنْ قَتَلَهَا فِي الضَّرْبَةِ الثَّالِثَةِ فَلَهُ كَذَا وَ كَذَا حَسَنَةً)).

وفي رواية: ((مَنْ قَتَلَ وَزَغاً فِي أَوَّلِ ضَرْبَةٍ كُتِبَ لَهُ مِئَةُ حَسَنَةٍ، وفي الثَّانِيَةِ دُونَ ذَلِكَ، وفي الثَّالِثَةِ دُونَ ذَلِكَ)). رواه مسلم.

قَالَ أهلُ اللُّغة: ((الوَزَغُ)) العِظَامُ مِنْ سَامِّ أَبْرَصَ.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

**ترجمہ:-** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی چھپکلی یا گرگٹ کو پہلے وار میں ماردے گا اس کو اتنی اتنی نیکیاں ملیں گی، اور جو دوسرے وار میں مارے گا اس کو اس سے کم نیکیاں ملے گی، اور جو تیسرے وار میں مارے گا اس کو اس سے بھی کم نیکیاں ملیں گی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ: جو آدمی چھپکلی یا گرگٹ کو پہلے وار میں ماردے گا اس کے لیے سو نیکیاں لکھی جائیں گی، اور جو دوسرے میں مارے گا اس کو اس سے کم، اور جو تیسرے وار میں مارے گا اس کو اس سے بھی کم نیکیاں ملیں گی۔

**افادات:-** ''اَوْزاغ'' وَزَغ کی جمع ہے، وزغ کے معنیٰ گرگٹ اور چھپکلی ہے۔ عربی میں دونوں کے لیے یہی لفظ بولا جاتا ہے۔ گویا چھپکلی اور گرگٹ دونوں کو مارنے کا یہی حکم ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ پھونک تو اُس زمانہ کے گرگٹ نے ماری تھی، پھر اس کی سزا قیامت تک آنے والے گرگٹوں کو کیوں دی جارہی ہے؟ تو اس کا یہ جواب دیا ہے کہ دراصل اس کا مقصد اس کی خباثتِ طبع کو بتلانا ہے۔

روایتوں میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کے لیے جب آگ بھڑکائی جارہی تھی تو دنیا کے جتنے بھی جانور تھے سب اس کو بجھانے کے لیے آرہے تھے، سوائے گرگٹ اور چھپکلی کے؛ کہ وہ دونوں اس کو بھڑکانے میں لگے تھے۔ گویا اس حکم سے ان کی طبیعت کے کمینہ پن کو بتلایا جارہا ہے کہ اس جنس کے اندر ہی خباثت موجود ہے، گویا پوری جنس ہی بگڑی ہوئی ہے، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو مارنے کا حکم فرمایا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

## حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے چھپکلی مارنے کے لیے بھالا رکھا

ایک تابعیہ کہتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی تو دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں ایک بھالا تھا، میں نے پوچھا: یہ کیوں رکھا ہے؟ تو کہا کہ: چھپکلی مارنے کے لیے رکھا ہے۔اس لیے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو اس کے علاوہ تمام جانور اس کو بجھانے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے، یہ اس کو بھڑکانے کے لیے پھونک مار رہا تھا۔ (سنن الکبریٰ للنسائی، باب قَتْلِ الْوَزَغِ)

گویا ایسے انداز سے مارو کہ پہلے ہی وار میں کام نمٹ جائے اور جان بچا کر بھاگنے کی نوبت نہ آئے۔

## اخلاص سے دیا ہوا صدقہ فائدہ سے خالی نہیں

## ایک قصہ

۱۸۶۵:-وعن أَبي هــريرة- رضی الله عنــه- أَنَّ رَسُــول اللهِ ﷺ قَالَ: ((قَــالَ رَجُــلٌ لأَتَصَــدَّقَنَّ بِصَــدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَــدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَــدِ سَــارِقٍ، فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ: تُصُدِّقَ عَلَى سَارِقٍ! فَقَالَ: اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ لأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِى يَدِ زَانِيَــةٍ؛ فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ: تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلَى زَانِيَــةٍ! فَقَالَ: اللَّهُمَّ لَــكَ الْحَمْــدُ عَلَى زَانِيَــةٍ! لأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِى يَــدِ غَنِيٍّ، فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ: تُصُدِّقَ عَلَى غَنِيٍّ؟ فَقَالَ: اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى سَارِقٍ وَعَلَى زَانِيَــةٍ وعلى غَنِيٍّ! فَأُتِيَ فقيل لَهُ: أَمَّا صَــدَقَتُكَ عَلَى ســارِقٍ فَلَعَلَّــهُ أَنْ يَسْــتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِــهِ، وأَمَّــا الزَّانِيَــةُ فَلَعَلَّهَــا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

تَسْتَعِفُّ عَنْ زِنَاهَا، وأَمَّا الغَنِيُّ فَلَعَلَّهُ أَنْ يَعْتَبِرَ فَيُنْفِقَ مِمَّا أَعْطَاهُ اللهُ.))

(رواه البخاري بلفظه ومسلم بمعناه)

**ترجمہ مع تشریح:۔** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک آدمی نے نذر کے طور پر کہا کہ: میں صدقہ کروں گا (یہ امم سابقہ میں سے کسی کا قصہ ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں جس پر صدقہ کیا جاتا تھا اس کا محتاج اور صالح ہونا ضروری سمجھا جاتا تھا) چناں چہ وہ اپنی اس نذر اور منت کے مطابق اپنے صدقے کا مال لے کر نکلا (اب اس نے تو اپنے طور پر اس بات کی کوشش کی کہ جو محتاج اور صالح ہو اسی کو دوں، پھر اپنے طور پر پوری جستجو اور اطمینان کر لینے کے بعد) اس نے وہ صدقہ ایک آدمی کے ہاتھ میں رکھ دیا اور وہ چور تھا (اس کو معلوم نہیں تھا کہ جس کو دے رہا ہوں وہ چور ہے، بلکہ بے خبری میں دیا) جب صبح ہوئی تو لوگوں میں چرچا ہوا کہ آج تو کوئی آدمی کسی چور کو اپنے صدقہ کا مال دے گیا (لوگوں میں بات چلی تو اس کے کان میں بھی پڑی، وہ سوچنے لگا کہ میں نے بڑی محنت اور سوچ سمجھ کر ایک آدمی کو حقدار اور نیک سمجھ کر صدقہ دیا تھا لیکن وہ تو چور نکلا۔ خیر! جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ یہاں تسلیم ورضا کی کیفیت بھی بتلانی ہے) کہنے لگا: اے اللہ! تیرے ہی لیے ساری تعریف ہے۔ اس نے پھر طے کیا کہ آج میں پھر صدقہ کروں گا، چناں چہ دوسری رات صدقہ کا مال لے کر نکلا، اور ایک عورت کو حقدار سمجھ کر دیا لیکن وہ زانیہ اور بدکار عورت تھی اس کے ہاتھ میں رکھ دیا (یہاں پر اس نے اپنے طور پر اس بات کی کوشش کی تھی کہ صحیح جگہ پر مال پہنچے لیکن پھر اس میں کامیاب نہیں ہوا) جب صبح ہوئی تو لوگوں میں چرچا ہوا کہ آج رات کوئی آدمی اپنا مال بطورِ صدقہ ایک بدکار عورت کو دے گیا (اس کے کان میں بھی پڑی کہ آج رات میں نے جو صدقہ کیا وہ ایک بدکار عورت کو پہنچ گیا) کہنے لگا: اے اللہ!

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

تیرا احسان وشکر اور تیری تعریف ہے اس بات پر کہ میرا صدقہ زانیہ کے ہاتھ میں چلا گیا (یعنی میں اپنا ارادہ پورا نہ کر سکا، تیری جو مرضی تھی وہی ہوا) اس نے پھر طے کیا کہ میں صدقہ کروں گا (دراصل وہ یہ چاہتا تھا کہ اپنا صدقہ صحیح جگہ پر خرچ ہو جائے) چناں چہ وہ اپنا صدقہ لے کر رات کو نکلا اور ایک مالدار آدمی کے ہاتھ میں دے آیا۔ صبح کو لوگوں میں چرچا ہوا کہ آج تو کسی نے لکھ پتی کے ہاتھ میں صدقہ کا مال دیدیا (پھر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ بھی پیش آیا اس پر تسلیم ورضا کا اظہار کرتے ہوئے) کہنے لگا: اے اللہ! تیری تعریف ہے اس بات پر کہ میرا صدقہ پہلے چور کے ہاتھ میں گیا، دوسرے دن زانیہ کے ہاتھ میں گیا اور تیسرے دن مالدار کے پاس گیا (اب وہ تو یہی سمجھ رہا تھا کہ میرا سارا صدقہ ضائع گیا، اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوا) چناں چہ اس کو خواب میں دکھلایا گیا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے نے بتایا (کہ تو نے اخلاص کے ساتھ عمل کیا اور اس عمل کو صحیح کرنے کے لیے اپنے طور پر جتنی کوشش ہو سکتی تھی اس میں اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہیں کی، اب چاہے وہ ناحق جگہ پر پہنچ گیا پھر بھی فائدہ سے خالی نہیں) تیرا پہلے دن کا صدقہ جو چور کے ہاتھ میں پہنچا تو ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی چوری سے باز آجائے (یعنی تو اس بات پر کیوں بے چین اور پریشان ہوتا ہے کہ میرا صدقہ صحیح جگہ پر نہیں پہنچا، دراصل وہ بیچارہ چوری اس لیے کرتا تھا کہ محتاج تھا اور مجبوری میں یہ کام کرتا تھا۔ حضراتِ شراح نے لکھا ہے کہ اس جملہ ہی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس چور کی چوری کی عادت اپنے احتیاج کی وجہ سے تھی۔ گویا اس کو خواب میں بتایا گیا اس کے ہاتھ میں تیرا صدقہ پہنچا اور اس کی حاجت پوری ہوگئی تو بھلا وہ کیوں چوری کرے گا؟ گویا تیرا یہ صدقہ چور کے لیے چوری سے بچاؤ کا سبب ہوا۔) اسی طرح بدکار عورت جو بدکاری کراتی تھی، اب امید ہے کہ وہ اپنی بدکاری سے باز آجائے گی (یعنی وہ اپنی احتیاج، اور

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

فقر و فاقہ کی وجہ سے زنا کراتی تھی، اس کے پاس مال نہیں تھا اور کوئی ذریعۂ معاش بھی نہیں تھا، اس لیے بدرجۂ مجبوری اس سے یہ حرکت صادر ہوتی تھی، جب تیرے صدقہ کا مال اس کے ہاتھ میں پہنچ گیا تو وہ یہ کام نہیں کرائے گی) رہا وہ مالدار؛ تو امید ہے کہ وہ عبرت حاصل کرے اور اللہ تعالیٰ نے جو مال اس کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرے (وہ مالدار ہونے کے باوجود اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتا تھا، آج تیرا صدقہ جب غیر اختیاری طور پر اس کے ہاتھ میں پہنچا، تو اس کو بھی سبق ملے گا اور عبرت ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس کو توفیق دیں گے۔ اس کے دل پر چوٹ لگے گی کہ ایک آدمی تو اپنا صدقہ چھپا کر میرے جیسے مالدار کے ہاتھ میں دے گیا اور میں مالدار ہونے کے باوجود ان چیزوں کا اہتمام نہیں کرتا)۔

**افادات:۔** اس روایت کو حضرات محدثین امام بخاری، امام مسلم وغیرہ کتاب الزکوٰۃ میں اس جگہ لاتے ہیں کہ جب کوئی آدمی اپنا زکوٰۃ کا مال کسی ایسے آدمی کو حقدار سمجھ کر دیدے جو حقیقت میں زکوٰۃ کا حقدار نہ ہو، جیسے: کسی کو غریب سمجھ کر زکوٰۃ کا مال دیا، اور اپنے طور پر اطمینان حاصل کرلیا تھا کہ یہ مستحقِ زکوٰۃ ہے، بعد میں پتہ چلا کہ وہ تو مالدار تھا؛ تو زکوٰۃ ادا ہوجائے گی۔ عام طور پر حضرات محدثین اس روایت کو اسی بیان میں لاتے ہیں۔

اور حضرات محدثین نے اس روایت سے جو نتائج نکالے ہیں اس میں یہ بھی ہے کہ اس آدمی کی اس صفتِ تسلیم و رضا کو بتلانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ معاملہ اس کے ساتھ پیش آیا، اس میں اس نے بے قراری، بے چینی اور ناراضگی کا اظہار نہیں کیا، بلکہ کہا کہ میں نے تو اپنے طور پر کوشش کرڈالی تھی کہ جو اس کا صحیح حقدار ہے اس کے ہاتھ میں جائے، لیکن میں اپنے ارادہ میں کامیاب نہیں ہو پایا، تو ہی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

قدرت والا ہے، تو نے جو چاہا وہ ہوگیا۔ مؤمن کی شان یہی ہونی چاہیے کہ ایک آدمی اپنے طور پر ایک کام کرنے کے لیے چلا اور اپنے طور پر اس نے پوری کوشش کر ڈالی، جو اسباب و وسائل ہو سکتے تھے اس نے اختیار کر لیے، پھر بھی وہ کام نہ ہوا، تو اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی رہے۔

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آدمی کو صدقہ چھپ کر اور اخلاص کے ساتھ کرنا چاہیے، اس کے ثمرات وفوائد ضرور مرتب ہوتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ تیرے اس عمل میں تو نے اگرچہ اپنے طور پر پوری کوشش کی پھر بھی صدقہ صحیح جگہ پر نہیں پہنچا سکا، لیکن جہاں پہنچا ہے وہ بھی فائدہ سے خالی نہیں۔

## قصۂ شفاعت درمیدانِ قیامت

۱۸۶۶:-وعنه قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي دَعْوَةٍ، فَرُفِعَ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ، وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ، فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً وقَالَ: أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ القِيَامَةِ، هَلْ تَدْرُونَ مِمَّ ذَاكَ؟ يَجْمَعُ اللهُ الأَوَّلِينَ وَالآخِرِينَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ، فَيُبْصِرُهُمُ النَّاظِرُ، وَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِي، وَتَدْنُو مِنْهُمُ الشَّمْسُ، فَيَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ الغَمِّ وَالكَرْبِ مَا لَا يُطِيقُونَ وَلَا يَحْتَمِلُونَ، فَيَقُولُ النَّاسُ: أَلَا تَرَوْنَ مَا أَنْتُمْ فِيهِ إِلَى مَا بَلَغَكُمْ، أَلَا تَنْظُرُونَ مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ إِلَى رَبِّكُمْ؟ فَيَقُولُ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ: أَبُوكُمْ آدَمُ، فَيَأْتُونَهُ فَيَقُولُونَ: يَا آدَمُ أَنْتَ أَبُو البَشَرِ، خَلَقَكَ اللهُ بِيَدِهِ، وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ، وأَمَرَ المَلَائِكَةَ فَسَجَدُوا لَكَ، وأَسْكَنَكَ الجَنَّةَ، أَلَا تَشْفَعُ لَنَا إِلَى رَبِّكَ؟ أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ وَمَا بَلَغَنَا؟ فَقَالَ: إِنَّ رَبِّي غَضِبَ اليَوْمَ غَضَباً

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلا يَغْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنَّهُ نَهَانِي عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُ، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي، اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلَى نُوحٍ، فَيَأْتُونَ نوحاً فَيَقُولُونَ: يَا نُوحُ، أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَى أَهلِ الأَرْضِ، وَقَدْ سَمَّاكَ اللهُ عَبْداً شَكُوراً، أَلاَ تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ، أَلاَ تَرَى إِلَى مَا بَلَغْنَا، أَلاَ تَشْفَعُ لَنَا إِلَى رَبِّكَ؟ فَيقُولُ: إِنَّ رَبِّي غَضِبَ اليَوْمَ غَضَباً لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنَّهُ قَدْ كَانَتْ لِي دَعْوَةٌ دَعَوْتُ بِهَا عَلَى قَوْمِي، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي۔ اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلَى إِبْرَاهِيمَ، فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيقُولُونَ: يَا إِبْرَاهِيمُ، أَنْتَ نَبِيُّ اللهِ وَخَلِيلُهُ مِنْ أَهْلِ الأَرْضِ، اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، أَلاَ تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ؟ فَيقُولُ لَهُمْ: إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ اليَوْمَ غَضَباً لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنِّي كُنْتُ كَذَبْتُ ثَلاثَ) كَذِبَاتٍ، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي، اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلَى مُوسَى، فَيَأْتُونَ مُوسَى فَيقُولُونَ: يَا مُوسَى أَنْتَ رَسُولُ اللهِ، فَضَّلَكَ اللهُ بِرِسَالاَتِهِ وَبِكَلاَمِهِ عَلَى النَّاسِ، اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، أَلاَ تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ؟ فيقُولُ: إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ اليَوْمَ غَضَباً لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنِّي قَدْ قَتَلْتُ نَفْساً لَمْ أُومَرْ بِقَتْلِهَا، نَفْسِي نَفْسِي۔ نَفْسِي۔ اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي؛ اذْهَبُوا إِلَى عِيسَى. فَيَأْتُونَ عِيسَى فَيَقُولُونَ: يَا عِيسَى، أَنْتَ رَسُولُ اللهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ، وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِي المَهْدِ، اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، أَلاَ تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ؟ فيَقُولُ عِيسَى۔: إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ اليَوْمَ غَضَباً لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَلَمْ يَذْكُرْ ذَنْباً، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي، اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلَى مُحَمَّدٍ ﷺ.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

وفی روایۃٍ: فَيَأْتُونِي فَيَقُولُونَ: يَا مُحَمَّدُ أنتَ رَسُولُ اللهِ وخَاتَمُ الأَنْبِيَاءِ، وَقَدْ غَفَرَ اللهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ، اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، أَلاَ تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ؟ فَأَنْطَلِقُ فَآتِي تَحْتَ العَرْشِ فَأَقَعُ سَاجِداً لِرَبِّي، ثُمَّ يَفْتَحُ اللهُ عَلَيَّ مِنْ مَحَامِدِهِ، وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئاً لَمْ يَفْتَحْهُ عَلَى أحدٍ قَبْلِي، ثُمَّ يُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ، سَلْ تُعْطَهُ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَرْفَعُ رَأْسِي، فَأَقُولُ: أُمَّتِي يَا رَبِّ، أُمَّتِي يَا رَبِّ، أُمَّتِي يَا رَبِّ. فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ أَدْخِلْ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لاَ حِسَابَ عَلَيْهِمْ مِنَ البَابِ الأَيْمَنِ مِنْ أَبْوَابِ الجَنَّةِ، وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيمَا سِوَى ذَلِكَ مِنَ الأَبْوَابِ. ثُمَّ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنَّ مَا بَيْنَ المِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيعِ الجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ، أَوْ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرَى.(متفق عَلَيْهِ)

**ترجمہ مع تشریح:۔** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ایک دعوت میں شریک ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں دست کا گوشت پیش کیا گیا، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دست کا گوشت بہت مرغوب اور پسند تھا، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کو اپنے دانتوں سے توڑا (یعنی گوشت نوش فرمارہے تھے) اسی دوران ارشاد فرمایا: مَیں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوؤں گا۔ اور تمہیں معلوم ہے کہ میری سرداری اور سیادت کا ظہور کیسے ہوگا؟ (یعنی میری سرداری کا لوگوں کو پتہ کیسے چلے گا؟ وہ اس طرح سے کہ) قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اگلے اور پچھلے (یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کے) تمام انسانوں کو ایک میدان میں جمع کرے گا (وہ سب ایسے میدان میں ہوں گے کہ) دیکھنے والا سب کو ایک نظر میں دیکھ سکے گا، اور پکارنے والا اپنی آواز سب کو سنا سکے گا، اور سورج بالکل قریب ہوگا جس کی وجہ سے لوگ تکلیف اور پریشانی میں اس انتہا کو پہنچ جائیں گے کہ لوگوں میں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اس کی نہ طاقت ہوگی اور نہ برداشت کرسکیں گے (لوگ اسی طرح کھڑے ہوں گے اور کچھ کارروائی نہیں ہورہی ہوگی۔ جب اسی پریشانی، کلفت ومشقت اور تکلیف کے عالم میں ایک لمبا وقت گذر جائے گا تو لوگ آپس میں کہیں گے ) کیا دیکھتے نہیں ہو کہ تم سب کس تکلیف کے عالَم میں مبتلا ہو؛ چلو! کوئی ایسا آدمی تلاش کرو جو اللہ تعالیٰ سے تمہارے لیے سفارش کرے (بعض روایتوں میں آتا ہے کہ لوگ کہیں گے: یہ انتظار کب تک رہے گا، حساب کا سلسلہ شروع ہونا چاہیے؛ چاہے کچھ بھی فیصلہ ہو۔ پھر چرچا کریں گے کہ ایسا کون ہے جو اللہ تعالیٰ کے حضور میں درخواست کرے کہ حساب وکتاب کا سلسلہ شروع کیا جائے۔ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے: ہمارے جدامجد اورابا حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، ان کے پاس جاکر درخواست کی جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے عرض کریں کہ ہمارے حساب وکتاب کا سلسلہ شروع کیا جائے ) چناں چہ لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کریں گے: اے آدم! آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو براہِ راست اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا اور آپ کے اندر روح ڈالی، پھر فرشتوں کو حکم دیا تو انہوں نے آپ کو سجدہ کیا، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جنت کے اندر ٹھہرایا (جب کسی آدمی سے اپنی کوئی درخواست کی جاتی ہے اور اپنا کام نکالنا ہوتا ہے تو اس کے اوصاف بیان کئے جاتے ہیں کہ آپ تو ایسے ایسے ہیں، ذرا ہمارا کام کردیجیے۔ اسی طرح یہاں بھی لوگ وہی کریں گے کہ آپ کی یہ ساری خوبیاں وکمالات اور خصوصیتیں ہیں ) کیا آپ پروردگار کے حضور ہمارے لیے سفارش نہیں کریں گے؟ ( کہ ہمارے حساب وکتاب کا سلسلہ شروع کیا جائے ) آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس قدر تکلیف اور مشقت میں پہنچ چکے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام جواب میں فرمائیں گے: میرا رب آج ایسا غضبناک ہوا ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی ایسا غضبناک ہوا تھا، اور نہ آئندہ ایسا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

غضبناک ہوگا، اور اللہ تعالیٰ نے مجھے جنت میں ایک درخت کے قریب جانے سے منع کیا تھا لیکن میں نے اس حکم پر عمل نہیں کیا، آج تو مجھے اپنی فکر ہے، مجھے اپنی فکر ہے، مجھے اپنی فکر ہے، میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ (یعنی میں اگر یہ بات لے کر گیا اور مجھ ہی سے سوال ہوگیا کہ تم کو ایک بات کہی گئی تھی، تم نے اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟ تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ جب کہیں سفارش کا معاملہ آتا ہے تو آدمی ایسا سب سوچتا ہے۔ اور حضراتِ انبیاء اللہ تعالیٰ کے شئون سے جتنا واقف ہوتے ہیں؛ دوسرا کون ہوسکتا ہے؟ اور جو آدمی کسی کا جتنا زیادہ مقرب ہوتا ہے، وہ اس سے اتنا ہی زیادہ ڈرتا ہے) تم لوگ حضرت نوح کے پاس جاؤ، چناں چہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے: اے نوح! آپ زمین والوں کی طرف اللہ تعالیٰ کے سب سے پہلے رسول ہیں، اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے شکر گزار بندہ کے لقب سے نوازا ہے۔ آپ دیکھتے نہیں ہے کہ ہم کس تکلیف میں ہیں، ہماری مشقت کس انتہا کو پہنچ چکی ہے؟ کیا آپ اپنے پروردگار کے حضور ہمارے لیے سفارش نہیں کریں گے؟ حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے: میرا پروردگار آج ایسا غضبناک ہوا ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی ایسا غضبناک ہوا، اور نہ آئندہ کبھی ایسا غضبناک ہوگا، مجھ سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا کہ تمہاری ایک دعا قبول ہوگی، میں نے اس دعا کو اپنی قوم کی ہلاکت میں استعمال کرلیا (گویا مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں اس سلسلہ میں مجھ سے پوچھ نہ ہوجائے) آج تو مجھے اپنی جان کی فکر ہے، مجھے اپنی جان کی فکر ہے، مجھے اپنی جان کی فکر ہے، کسی دوسرے کے پاس جاؤ۔ (ایسا کرو) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ چناں چہ سب لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: اے ابراہیم! آپ اللہ کے نبی ہیں اور زمین والوں میں سے اس کے خلیل و دوست ہیں، آپ اپنے پروردگار سے ہمارے لیے سفارش کیجیے، آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کیسی تکلیف میں ہیں؟ حضرت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے: آج میرا رب ایسا غضبناک ہوا ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی ایسا غضبناک ہوا تھا، اور نہ آج کے بعد کبھی ایسا غضبناک ہوگا۔ اور میں نے تین جھوٹ بولے تھے، آج تو مجھے اپنی جان کی فکر ہے، مجھے اپنی جان کی فکر ہے، مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔ میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ (ایک کام کرو) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ اب لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: اے موسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغام لوگوں تک پہنچانے کے لیے آپ کے ساتھ کلام فرما کر دوسروں کے مقابلہ میں آپ کو فضیلت دی، آپ اللہ تعالیٰ سے ہماری سفارش کیجئے ہم کس تکلیف میں ہیں وہ آپ دیکھ ہی رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی وہی جواب دیں گے کہ: آج میرا پروردگار ایسا غضبناک ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی ایسا غضبناک ہوا، اور نہ آج کے بعد ایسا غضبناک ہوگا، اور میں نے ایک جان کو مار دیا تھا جس کی مجھے اجازت نہیں تھی (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک قبطی کو گھونسا مارا تھا، اگرچہ اس کو مار ڈالنے کا ارادہ نہیں تھا، لیکن اس کے نتیجہ میں اس کی موت واقع ہوگئی تھی) مجھے تو اپنی جان کی فکر ہے، مجھے تو اپنی جان کی فکر ہے، مجھے تو اپنی جان کی فکر ہے، میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ (ایک کام کرو) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، چناں چہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: اے عیسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ کے کلمۂ کن ہیں جو اللہ نے حضرت جبرئیل کے ذریعہ حضرت مریم کے اندر ڈالا تھا، اور اللہ ہی کی پیدا کی ہوئی مخصوص روح ہیں، آپ نے گہوارہ میں لوگوں سے بات کی (یہ ایک امتیازی خصوصیت ہے) آپ اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کیجئے۔ آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس تکلیف میں ہیں؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب میں فرمائیں گے: میرا رب آج ایسا غضبناک ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی ایسا غضبناک ہوا، اور نہ اس کے بعد کبھی ایسا غضبناک ہوگا۔ راوی کہتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کی کسی کوتاہی کا تذکرہ نہیں کیا (لیکن بعض روایتوں میں اس کا تذکرہ آتا ہے کہ وہ کہیں گے: لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میری اور ماں کی عبادت کرنی شروع کردی تھی) آج تو مجھے میری جان کی فکر ہے، میری جان کی فکر ہے، میری جان کی فکر ہے، میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ، (ایک کام کرو) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس جاؤ۔ (حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں) اس کے بعد لوگ میرے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے کہ: آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم الانبیاء ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی پچھلی سب خطائیں معاف کردی ہیں، آپ اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کیجیے، آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس تکلیف میں ہیں۔ لوگوں کی یہ بات سن کر میں چلوں گا، اور عرش کے نیچے آؤں گا اور اپنے رب کے سامنے سجدہ میں گر جاؤں گا اور اس وقت اللہ تعالیٰ مجھ پر حمد وثنا کے ایسے ایسے کلمات کھولیں گے جو مجھ سے پہلے کسی پر نہیں کھولے گئے اور اللہ تعالیٰ کی خوبیاں اور کمالات اور اس کی حمد وثناء ایسے ایسے الفاظ میں بیان کروں گا کہ آج تک ان الفاظ میں کسی نے بھی اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان نہیں کی (جب دیر تک اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرتا رہوں گا) تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھائیے، آپ سوال کیجیے؛ آپ کا سوال پورا کیا جائے گا۔ آپ سفارش کیجیے؛ آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔ چناں چہ میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا: اے میرے رب! میری امت۔ اے رب! میری امت۔ میری اس عرض پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا جائے گا: اے محمد! اپنی امت میں سے جن پر حساب نہیں، ان کو جنت کی داہنی طرف کے دروازہ سے داخل کیجیے (امت کے ایسے افراد ستر ہزار ہوں گے جن کو بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل کیا جائے گا) اور آپ کی امت کے لوگ اور لوگوں کے ساتھ دوسرے دروازوں سے داخل ہونے میں شریک ہوں گے (یعنی جنت کے دوسرے دروازوں سے جہاں اور امتیں داخل ہوں گی وہاں آپ کی امت کے لوگ بھی داخل

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہوں گے، لیکن دائیں طرف کا دروازہ تو آپ کی امت کے لیے ہی مخصوص ہے) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جنت کے دو کواڑوں کے درمیان کا فاصلہ اتنا ہے جتنا مکہ مکرمہ اور ہجر کے درمیان میں ہے، یا جتنا فاصلہ مکہ مکرمہ اور بُصریٰ کے درمیان ہے (ہجر: یمن کا شہر تھا، جہاں کے مٹکے مشہور تھے۔ اور بُصریٰ: شام کا ایک شہر ہے۔)

**افادات:** ۔اس روایت سے مندرجۂ ذیل مضامین مستفاد ہوتے ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ اگر چاہتے تو لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈالی جاسکتی تھی کہ اول وہلہ ہی میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ جاتے، لیکن ایسا نہیں ہوگا، وہ دراصل اس لیے کہ میری سیادت اور سرداری کا ظہور ہو کہ جو کام کوئی نہ کرسکا وہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ سے کروائیں گے۔

(۲) بکرے کے اگلے جو دو پیر ہوتے ہیں، جیسے آدمی کے آگے کے دو ہاتھ ہوتے ہیں، اس کو اردو میں دست، اور عربی ''ذراع'' کہتے ہیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دست کا گوشت بڑا مرغوب تھا۔ اور اس کے مرغوب ہونے کی ایک وجہ یہ بتلائی جاتی ہے کہ وہ جلدی سے گل جاتا ہے، ویسے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمیشہ گوشت میسر نہیں آتا تھا جب میسر آجاتا تو تقاضہ ہوتا تھا کہ جلدی سے تیار ہوجائے۔

اور دوسری وجہ یہ بھی بتلائی جاتی ہے کہ یہ حصہ غلاظت کی جگہ سے دور ہوتا ہے، اس معنیٰ کر اس کی لذت بھی دوسرے حصوں کے مقابلہ میں زیادہ ہوتی ہے، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ مرغوب تھا۔ غزوۂ خیبر کے موقعہ پر ایک یہودیہ نے ایک بکری بھون کر اس میں زہر ملا کر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کی تھی، تو اس نے دست والے حصہ ہی میں زیادہ زہر یہی سوچ کر ملایا تھا کہ آپ کو یہ گوشت زیادہ مرغوب ہے،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اس لیے آپ پہلے اسی کو نوش فرمائیں گے۔

(۳) ''**سورج بالکل قریب ہوگا**'' روایتوں میں آتا ہے کہ ایک میل قریب ہوگا۔ اب ''میل'' سے کیا مراد ہے؟ اس لیے کہ عربی زبان میں سرمہ دانی کے سلائی کو بھی ''میل'' کہتے ہیں، اور مخصوص فاصلہ کے لیے بھی لفظِ میل بولا جاتا ہے۔ اور راوی بھی کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ کون سا میل مراد ہے۔ اس لیے اگر فاصلہ ہی مراد ہو تب بھی اس کی تپش بہت تیز ہوگی، اس لیے کہ دنیا میں سورج زمین سے ۹؍کروڑ ۳۳؍لاکھ میل دور ہے، اس کے باوجود اس کی تیزی کا حال یہ ہے کہ گرمی کے دنوں میں اس کی تپش کی وجہ سے لوگ بدحواس ہوجاتے ہیں؛ تو جب وہ صرف ایک میل دور ہوگا تو اس وقت لوگوں کی کلفت اور مشقت کا کیا عالم ہوگا!

(۴) ''**شکر گذار بندہ**'' حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے متعلق قرآنِ پاک میں ہے: ''إِنَّهٗ كَانَ عَبْداً شَكُوْراً''، وہ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے تھے۔ ان کے متعلق لکھا ہے کہ جب بھی وہ کوئی نعمت استعمال کرتے تھے تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے، جیسے: کھانا کھاتے تو کہتے: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَنِي، وَلَوْ شَاءَ أَجَاعَنِي'' اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے مجھے کھلایا، اگر وہ چاہتا تو بھوکا رکھتا۔ جب پانی پیتے تو کہتے: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي سَقَانِي، وَلَوْ شَاءَ أَظْمَأَنِي''، اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے پانی پلایا، اگر وہ چاہتا تو پیاسا رکھتا۔ جب لباس پہنتے تو کہتے: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي كَسَانِي وَلَوْ شَاءَ أَعْرَانِي'' اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے لباس پہنایا، اگر وہ چاہتا تو ننگا رکھتا۔ جوتا پہنتے تو کہتے: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي حَذَّانِي، وَلَوْ شَاءَ أَحْفَانِي''، اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے جوتا پہنایا، اگر وہ چاہتا تو ننگے پیر رکھتا۔ اور قضائے حاجت کے بعد کہتے: ''أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَخْرَجَ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

عَنِّي أَذَاهُ، وَلَوْ شَاءَ حَبَسَهُ"، اللہ کا شکر ہے جس نے تکلیف دہ چیز کو مجھ سے نکال دیا، اگر وہ چاہتا تو اس کو اندر ہی روک دیتا۔ (جامع البیان فی تفسیر القرآن للطبری: سورۂ بنی اسرائیل) گویا وہ ہر کام پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرتے تھے اس لیے ان کو "عَبْداً شَكُوراً" شکر گزار بندہ کہا گیا۔

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کے توریہ کے تین واقعات

(۵) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے متعلق جو فرمایا کہ میں نے تین باتیں کذب کے قبیل سے کہی تھیں۔ اس کے متعلق حضرات شرّاح نے لکھا ہے کہ حقیقت میں وہ باتیں جھوٹ نہیں تھیں، بلکہ تعریض وتوریہ کے قبیل سے تھیں۔ ان میں سے دو کا تذکرہ تو قرآنِ پاک میں ہے:

(الف) پہلی یہ کہ ان کی قوم تہوار منانے کے لیے آبادی سے باہر جارہی تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ تم بھی ہمارے ساتھ چلو، اور چوں کہ ان کی قوم نجوم کو مانتی تھی "فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ" اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کی طرف دیکھ کر کہا: میں بیمار ہوں۔ گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عذر کردیا، وہ لوگ یوں سمجھے کہ ستارے دیکھ کر ان کو یہ معلوم ہوگیا ہے کہ وہ بیمار ہونے والے ہیں، اس لیے معذرت کررہے ہیں۔ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے ساتھ لے جانے پر مجبور نہیں کیا اور معذور سمجھ کر چھوڑ دیا۔ تو یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا "إِنِّي سَقِيمٌ" کہنا بطورِ توریہ تھا۔

توریہ کا مطلب یہ ہے کہ آدمی ایک بات کہہ کر اس کا ایسا مطلب مراد لے جو اس کے نزدیک درست ہو، لیکن سننے والے کے ذہن میں اس جملے کا کوئی قریبی مطلب آئے، حالاں کہ بولنے والے کی مراد وہ نہ ہو؛ اس کو توریہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

بعض حضرات کہتے ہیں کہ: یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے آپ کو ''سَقِيْمُ الْحُجَّةِ'' کہا تھا کہ میں تمہیں اپنی بات سمجھانے سے قاصر ہوں۔ اگر میں تم لوگوں سے یوں کہوں کہ تم لوگ جو تہوار منانے کے لیے جا رہے ہو، وہاں بتوں کی پرستش کروگے، اور غیر اللہ کی عبادت کروگے، اور یہ حرام کام ہے اس لیے وہاں مت جاؤ؛ تو تم لوگ میری بات نہیں مانوگے۔ گویا اپنی بات کو پوری طرح سمجھانے سے میں قاصر ہوں۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ: ''سَقِيْمٌ'' سے مراد یہ نہیں ہے کہ ''ابھی بیمار ہوں'' بلکہ بیمار ہونے والا ہوں۔ اس لیے کہ عربی زبان میں اسم فاعل کا صیغہ جیسے حال کی خبر دینے کے لیے آتا ہے، وہیں مستقبل کی خبر دینے کے لیے بھی آتا ہے۔ جیسے: کوئی یوں کہے: ''إِنِّيْ ذَاهِبٌ إِلٰى كَذَا'' میں فلاں جگہ جانے والا ہوں، یعنی ابھی نہیں، بلکہ آئندہ کبھی جاؤں گا۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ''إِنِّيْ سَقِيْمٌ'' میں بیمار ہونے والا ہوں، اور ظاہر ہے کہ آدمی کو موت تک کوئی نہ کوئی بیماری پیش آتی ہی ہے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس وقت واقعتاً حضرت ابراہیم علیہ السلام بیمار تھے، ان کو بخار تھا۔ اور حضرت علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کوئی آدمی مکمل طور پر صحت مند ہوتا ہی نہیں ہے، اس کو کوئی نہ کوئی معمولی سا عارضہ ہوتا ہی ہے، جس کی بنیاد پر وہ اپنے آپ کو بیمار کہہ سکتا ہے۔

دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی جو معرفت وقرب تھی اس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سفارش کا اہل نہیں سمجھتے تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ کا جو قرب حاصل تھا اس کی وجہ سے ان کی طبیعت پر گویا ایک قسم کا خوف طاری تھا اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

لیے وہ اس توریہ وتعریض کو بھی جھوٹ سے تعبیر فرما رہے ہیں، حالاں کہ حقیقت میں وہ جھوٹ نہیں تھا۔

(ب) دوسرا موقعہ جس کو انہوں نے جھوٹ سے تعبیر کیا، وہ یہ ہے کہ: جب وہ لوگ تہوار میں چلے گئے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام رک گئے، اب ان کو تو ایک کام انجام دینا تھا کہ وہ بت خانوں کے بتوں کو توڑنا چاہتے تھے۔ چناں چہ وہ ان کے بت خانہ میں گئے، وہاں کھانے پینے کی چیزیں رکھی ہوئی تھیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: کیوں کھاتے پیتے نہیں ہو؟ ظاہر ہے کہ کوئی جواب نہیں مل سکتا تھا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمام بتوں کو توڑ دیا اور جو سب سے بڑا بت تھا اس کے کندھے پر کلہاڑا رکھ دیا۔ جب لوگ تہوار منا کر واپس لوٹے اور یہ منظر دیکھا تو سمجھ گئے کہ یہ کام ابراہیم ہی کا ہے، اس لیے انہی سے پوچھا: یہ سب کس نے کیا؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: ''بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا'' بلکہ ان کے اس بڑے بت نے کیا۔ حالاں کہ کرنے والے خود حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی تھے، پھر بھی اس بڑے بت کی طرف نسبت کی۔

اس کی وجہ علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ جملہ بطورِ تمسخر اور مذاق اڑانے کے تھا۔ اس کو ایک مثال سے سمجھیے: آپ بہت عمدہ خطاط (کاتب) اور بہترین رائٹر ہیں، آپ نے کوئی تحریر تیار کی، آپ کا کوئی ایسا دوست جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتا وہ آپ سے پوچھے کہ: یہ آپ نے لکھا ہے؟ اور آپ اس کے جواب میں کہیں: جی نہیں! بلکہ آپ نے لکھا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ اس کو ایسا کہہ کر اپنی طرف سے نفی مقصود نہیں ہوتی، بلکہ ایک طرح کا تمسخر اور اس کی مذاق مقصود ہوا کرتی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہے کہ اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے، یہ ایک حقیقت ہے کہ میں نے ہی لکھا ہے۔ اسی طریقہ سے یہاں بھی ہے کہ جب لوگوں نے پوچھا: اے ابراہیم! کیا ہمارے معبودوں کے ساتھ ایسا معاملہ تو نے کیا؟ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام جواب میں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ: اس میں پوچھتے کیا ہو؟ یہ میرا ہی کیا ہوا ہے۔

بعض حضرات نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام بطریقۂ الزام کہہ رہے ہیں کہ: اگر آپ لوگ تحقیق کرنا چاہتے ہو کہ یہ کس نے کیا؟ تو میں الزام کے طور پر یوں کہوں گا کہ اس بڑے نے ہی یہ سب کیا ہے۔ اس لیے کہ دنیا کا دستور ہے کہ بڑا سانپ چھوٹے سانپ کو اور بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو کھا جایا کرتی ہے۔ بڑا بادشاہ چھوٹی سلطنتوں کو ہڑپ کیا کرتا ہے؛ اسی طرح اس بڑے نے دوسرے چھوٹے بتوں کو توڑ دیا ہے۔ کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے کہ یہ کام میں نے کیا؟ گویا بطورِ خبر نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ بطورِ الزام کہہ رہے ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہے تو اسی سے پوچھ لو، اگر وہ بولتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ تو کچھ بھی نہیں بول سکتے۔ اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو خاموش کر دیا۔

(ج) تیسرا واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنی اہلیہ محترمہ حضرت سارہ کو لے کر ایک ملک سے گزر رہے تھے تو وہاں کا بادشاہ بڑا ظالم تھا، اس کو جب معلوم ہوتا کہ کسی کی بیوی حسین وجمیل ہے، تو اس کو چھین لیا کرتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب وہاں سے گزر رہے تھے اور حضرت سارہ بڑی حسین وجمیل تھیں، اس بادشاہ کو معلوم ہوا تو اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ سے پہلے ہی کہہ رکھا تھا کہ وہ جب تمہارے متعلق پوچھے گا تو میں بتاؤں گا کہ یہ میری بہن ہے، تم میری اس بات کی تردید مت کرنا۔ چوں کہ اس وقت روئے زمین پر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والا میرے اور تمہارے علاوہ دوسرا کوئی نہیں ہے، اس اعتبار سے گویا تم میری دینی اور ایمانی بہن بھی ہو۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو "هٰذِهٖ أُخْتِيْ" کہا تھا، یہ توریہ تھا کہ یہ میری دینی و ایمانی بہن ہے۔

(۶) "يَارَبِّ أُمَّتِيْ" بعض حضرات نے ایک اشکال پیدا کیا ہے کہ: جب سبھی لوگ اپنی پریشانی رفع کرنے کی سفارش کرنے کی درخواست لے کر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، تو پھر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف اپنی امت ہی کو کیوں یاد فرمایا؟ تو اس کا جواب بعض لوگوں نے یہ دیا کہ: دیگر حضرات انبیاء علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جو نبوت ملی، وہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے ہی سے ملی، گویا ان کی امتیں بھی بالواسطہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی امت ہیں، اس معنیٰ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف امتِ محمدیہ مراد نہیں لی، بلکہ تمام انسانیت کو مراد لیا ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دوسری روایتوں میں ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باری تعالیٰ سے پہلے تو مطلقاً حساب و کتاب شروع کرنے کے سلسلہ میں عرض کریں گے، اور اللہ تعالیٰ آپ کی وہ عرض قبول فرمالیں گے، اس کے بعد آپ دوبارہ سجدہ میں جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کریں گے اور اس موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے لیے سفارش فرمائیں گے۔ گویا راوی نے یہاں اختصار سے کام لیا ہے کہ آپ کی امت کی سفارش کرنے والے الفاظ تو بیان کئے ہیں، اور پوری انسانیت کے لیے آپ نے جو سفارش فرمائی تھی - کہ ان کے حساب و کتاب کا سلسلہ شروع کیا جائے - اس کو حذف کر دیا ہے۔

(۷) جنت کے دو کواڑوں کے درمیان کے فاصلے روایتوں میں مختلف بیان

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کئے گئے ہیں، اس کی توضیح یہ کی گئی ہے کہ مجلس میں کئی قسم کے لوگ ہوتے تھے، کبھی یمن کی طرف کے رہنے والے لوگ موجود تھے تو ان کو سمجھانے کے لیے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جتنا فاصلہ مکہ مکرمہ اور ہجر کے درمیان ہے۔ اور کبھی شام کے علاقہ کے لوگ تھے تو ان کو سمجھانے کے لیے فرمایا کہ جتنا فاصلہ مکہ مکرمہ اور بُصریٰ کے درمیان ہے۔

## حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے گھرانے کی قربانیوں کی تاریخ

۱۸۶۷:- وعن ابن عباس رضی الله عنهما، قَالَ: جَاءَ إبراهيم ﷺ بِأُمِّ إِسْمَاعِيلَ وَبِابْنِهَا إِسْمَاعِيلَ وَهِيَ تُرْضِعُهُ، حَتَّى وَضَعَهَا عِنْدَ الْبَيْتِ، عِنْدَ دَوْحَةٍ فَوقَ زَمْزَمَ فِي أَعْلَى الْمَسْجِدِ، وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ، وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ، فَوَضَعَهُمَا هُنَاكَ، وَوَضَعَ عِنْدَهُمَا جِرَاباً فِيهِ تَمْرٌ، وَسِقَاءً فِيهِ مَاءٌ، ثُمَّ قَفَّى إِبْرَاهِيمُ مُنْطَلِقاً، فَتَبِعَتْهُ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ فَقَالَتْ: يَا إِبْرَاهِيمُ، أَيْنَ تَذْهَبُ وَتَتْرُكُنَا بِهَذَا الْوَادِي الَّذِي لَيْسَ فِيهِ أَنِيسٌ وَلَا شَيْءٌ؟ فَقَالَتْ لَهُ ذَلِكَ مِرَاراً، وَجَعَلَ لَا يَلْتَفِتُ إِلَيْهَا، قَالَتْ لَهُ: آللهُ أَمَرَكَ بِهَذَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَتْ: إِذاً لَا يُضَيِّعُنَا؛ ثُمَّ رَجَعَتْ، فَانْطَلَقَ إِبْرَاهِيمُ ﷺ حَتَّى إِذَا كَانَ عِنْدَ الثَّنِيَّةِ حَيْثُ لَا يَرَوْنَهُ، اسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الْبَيْتَ، ثُمَّ دَعَا بِهَؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ، فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ: {رَبِّ إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ} حَتَّى بَلَغَ {يَشْكُرُونَ} (إبراهيم:۳۷) وَجَعَلَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ تُرْضِعُ إِسْمَاعِيلَ وَتَشْرَبُ مِنْ ذَلِكَ الْمَاءِ، حَتَّى إِذَا نَفِدَ مَا فِي السِّقَاءِ عَطِشَتْ، وَعَطِشَ ابْنُهَا، وَجَعَلَتْ تَنْظُرُ إِلَيْهِ يَتَلَوَّى - أَوْ قَالَ يَتَلَبَّطُ - فَانْطَلَقَتْ كَرَاهِيَةَ أَنْ تَنْظُرَ إِلَيْهِ، فَوَجَدَتِ الصَّفَا أَقْرَبَ جَبَلٍ فِي الْأَرْضِ يَلِيهَا، فَقَامَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ اسْتَقْبَلَتِ الْوَادِي تَنْظُرُ هَلْ تَرَى أَحَداً؟

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

فَلَمْ تَرَ أحداً. فَهَبَطَتْ مِنَ الصَّفَا حَتّٰی إِذَا بَلَغَتِ الوَادِي، رَفَعَتْ طَرفَ دِرْعِهَا، ثُمَّ سَعَتْ سَعْيَ الإِنْسَانِ المَجْهُودِ حَتّٰی جَاوَزَتِ الوَادِي، ثُمَّ أَتَتِ المَرْوَةَ فَقَامَتْ عَلَيْهَا، فَنَظَرَتْ هَلْ تَرَى أحداً؟ فَلَمْ تَرَ أَحداً، فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ. قَالَ ابن عباس رضی الله عنهما: قَالَ النبيُّ ﷺ: ((فَلِذٰلِكَ سَعْيُ النَّاسِ بَيْنَهُمَا))

فَلَمَّا أَشْرَفَتْ عَلَى المَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتاً، فَقَالَتْ: صَهْ - تُرِيدُ نَفْسَهَا - ثُمَّ تَسَمَّعَتْ، فَسَمِعَتْ أَيضاً، فَقَالَتْ: قَدْ أَسْمَعْتَ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ غَوَاثٌ، فَإِذَا هِيَ بِالمَلَكِ عِنْدَ مَوْضِعِ زَمْزَمَ، فَبَحَثَ بِعَقِبِهِ - أَوْ قَالَ بِجَنَاحِهِ - حَتّٰی ظَهَرَ المَاءُ، فَجَعَلَتْ تُحَوِّضُهُ وَتَقُولُ بِيَدِهَا هٰكَذَا، وَجَعَلَتْ تَغْرِفُ مِنَ المَاءِ فِي سِقَائِهَا وَهُوَ يَفُورُ بَعْدَ مَا تَغْرِفُ. وفي رواية: بِقَدَرِ مَا تَغْرِفُ. قَالَ ابن عباس رضی الله عنهما: قَالَ النبيُّ ﷺ: ((رَحِمَ اللهُ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ - أَوْ قَالَ لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ المَاءِ - لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْناً مَعِيناً)). قَالَ: فَشَرِبَتْ وَأَرْضَعَتْ وَلَدَهَا، فَقَالَ لَهَا المَلَكُ: لاَ تَخَافُوا الضَّيْعَةَ فَإِنَّ هاهُنَا بَيْتاً للهِ يَبْنِيهِ هٰذَا الغُلاَمُ وَأَبُوهُ، وإِنَّ اللهَ لاَ يُضَيِّعُ أَهْلَهُ، وكان البَيْتُ مُرْتَفِعاً مِنَ الأَرْضِ كَالرَّابِيَةِ، تَأْتِيهِ السُّيُولُ، فَتَأْخُذُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ، فَكَانَتْ كَذٰلِكَ حَتّٰی مَرَّتْ بِهِمْ رُفْقَةٌ مِنْ جُرْهُمٍ، أَوْ أَهْلُ بَيْتٍ مِنْ جُرْهُمٍ مُقْبِلِينَ مِنْ طَرِيقِ كَدَاءَ فَنَزَلُوا فِي أَسْفَلِ مَكَّةَ، فَرَأَوْا طَائِراً عَائِفاً، فَقَالُوا: إِنَّ هٰذَا الطَّائِرَ لَيَدُورُ عَلَى مَاءٍ، لَعَهْدُنَا بِهٰذَا الوَادِي وَمَا فِيهِ مَاء. فَأَرْسَلُوا جَرِيّاً أَوْ جَرِيَّيْنِ، فَإِذَا هُمْ بِالمَاءِ. فَرَجَعُوا فَأَخْبَرُوهُمْ، فَأَقْبَلُوا وَأُمُّ إِسْمَاعِيلَ عِنْدَ المَاءِ، فقالوا: أَتَأْذَنِينَ لَنَا أَنْ نَنْزِلَ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

عِنْدَكِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، وَلَكِنْ لاَ حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَاءِ، قَالُوا: نَعَمْ. قَالَ ابن عباس: قَالَ النبيُّ ﷺ: ((فَأَلْفَى ذَلِكَ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ، وهي تُحِبُّ الأُنْسَ)) فَنَزَلُوا، فَأَرْسَلُوا إِلَى أَهْلِيهِمْ فَنَزَلُوا مَعَهُمْ، حَتَّى إِذَا كَانُوا بِهَا أَهْلَ أَبْيَاتٍ وَشَبَّ الغُلاَمُ وَتَعَلَّمَ العَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ، وَأَنْفَسَهُمْ وَأَعْجَبَهُمْ حِينَ شَبَّ، فَلَمَّا أَدْرَكَ زَوَّجُوهُ امْرَأَةً مِنْهُمْ: وَمَاتَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ، فَجَاءَ إِبْرَاهِيمُ بَعْدَمَا تَزَوَّجَ إِسْمَاعِيلُ يُطَالِعُ تَرِكَتَهُ، فَلَمْ يَجِدْ إِسْمَاعِيلَ، فَسَأَلَ امْرَأَتَهُ عَنْهُ فَقَالَتْ: خَرَجَ يَبْتَغِي لَنَا - وفي روايةٍ: يَصِيدُ لَنَا - ثُمَّ سَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ، فَقَالَتْ: نَحْنُ بِشَرٍّ، نَحْنُ فِي ضِيقٍ وَشِدَّةٍ، وَشَكَتْ إِلَيْهِ، قَالَ: فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ اقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلاَمَ، وَقُولِي لَهُ يُغَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِهِ. فَلَمَّا جَاءَ إِسْمَاعِيلُ كَأَنَّهُ آنَسَ شَيْئاً، فَقَالَ: هَلْ جَاءَكُمْ مِنْ أَحَدٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، جَاءَنَا شَيْخٌ كَذَا وَكَذَا، فَسَأَلَنَا عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهُ، فَسَأَلَنِي: كَيْفَ عَيْشُنَا فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا فِي جَهْدٍ وَشِدَّةٍ. قَالَ: فَهَلْ أَوْصَاكِ بِشَيْءٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ السَّلاَمَ، وَيَقُولُ: غَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِكَ، قَالَ: ذَاكِ أَبِي وَقَدْ أَمَرَنِي أَنْ أُفَارِقَكِ! الْحَقِي بِأَهْلِكِ. فَطَلَّقَهَا وَتَزَوَّجَ مِنْهُمْ أُخْرَى، فَلَبِثَ عَنْهُمْ إِبْرَاهِيمُ مَا شَاءَ اللهُ، ثُمَّ أَتَاهُمْ بَعْدُ فَلَمْ يَجِدْهُ، فَدَخَلَ عَلَى امْرَأَتِهِ فَسَأَلَ عَنْهُ. قَالَتْ: خَرَجَ يَبْتَغِي لَنَا قَالَ: كَيْفَ أَنْتُمْ؟ وَسَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ، فَقَالَتْ: نَحْنُ بِخَيْرٍ وَسَعَةٍ، وَأَثْنَتْ عَلَى اللهِ. فَقَالَ: مَا طَعَامُكُمْ؟ قَالَتْ: اللَّحْمُ، قَالَ: فَمَا شَرَابُكُمْ؟ قَالَتْ: الماءُ، قَالَ: اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي اللَّحْمِ وَالمَاءِ. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ يَوْمَئِذٍ حَبٌّ وَلَوْ كَانَ لَهُمْ دَعَا لَهُمْ فِيهِ. قَالَ: فَهُمَا لاَ يَخْلُو عَلَيْهِمَا أَحَدٌ بِغَيْرِ مَكَّةَ إِلاَّ لَمْ يُوَافِقَاهُ.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

وَفِي رواية: فَجَآءَ فَقَالَ: أَيْنَ إِسْمَاعِيلُ؟ فَقَالَتْ امْرأَتُهُ: ذَهَبَ يَصِيدُ، فَقَالَتْ امْرَأَتُهُ: أَلاَ تَنْزِلُ، فَتَطْعَمَ وَتَشْرَبَ؟ قَالَ: وَمَا طَعَامُكُمْ وَمَا شَرَابُكُمْ؟ قَالَتْ: طَعَامُنَا اللَّحْمُ وَشَرَابُنَا المَاءُ، قَالَ: اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي طَعَامِهِمْ وَشَرَابِهِمْ. قَالَ: فَقَالَ أَبُو القَاسِم ﷺ: بَرَكَةُ دَعْوَةِ إِبْرَاهِيمَ. قَالَ: فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلاَمَ وَمُرِيهِ يُثَبِّتُ عَتَبَةَ بَابِهِ. فَلَمَّا جَاءَ إِسْمَاعِيلُ قَالَ: هَلْ أَتَاكُمْ مِنْ أَحَدٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، أَتَانَا شَيْخٌ حَسَنُ الهَيْئَةِ، وَأَثْنَتْ عَلَيْهِ، فَسَأَلَنِي عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهُ، فَسَأَلَنِي كَيْفَ عَيْشُنَا فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا بِخَيْرٍ. قَالَ: فَأَوْصَاكِ بِشَيْءٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلاَمَ وَيَأْمُرُكَ أَنْ تُثَبِّتَ عَتَبَةَ بَابِكَ. قَالَ: ذَاكَ أَبِي، وأَنْتِ العَتَبَةُ، أَمَرَنِي أَنْ أُمْسِكَكِ. ثُمَّ لَبِثَ عَنْهُمْ مَا شَاءَ اللهُ، ثُمَّ جَاءَ بَعدَ ذَلِكَ وإِسْمَاعِيلُ يَبْرِي نَبْلاً لَهُ تَحْتَ دَوْحَةٍ قَرِيباً مِنْ زَمْزَمَ، فَلَمَّا رَآهُ قَامَ إِلَيْهِ، فَصَنَعَا كَمَا يَصْنَعُ الوَالِدُ بِالوَلَدِ وَالوَلَدُ بِالوَالِدِ. قَالَ: يَا إِسْمَاعِيلُ، إِنَّ اللهَ أَمَرَنِي بِأَمْرٍ، قَالَ: فَاصْنَعْ مَا أَمَرَكَ رَبُّكَ؟ قَالَ: وَتُعِينُنِي، قَالَ: وَأُعِينُكَ، قَالَ: فَإِنَّ اللهَ أَمَرَنِي أَنْ أَبْنِي بَيْتاً هاهُنَا، وأَشَارَ إِلَى أَكَمَةٍ مُرْتَفِعَةٍ عَلَى مَا حَوْلَهَا، فَعِنْدَ ذَلِكَ رَفَعَ القَوَاعِدَ مِنَ البَيْتِ، فَجَعَلَ إِسْمَاعِيلُ يَأْتِي بِالحِجَارَةِ وَإِبْرَاهِيمُ يَبْنِي حَتَّى إِذَا ارْتَفَعَ البِنَاءُ، جَاءَ بِهٰذَا الحَجَرِ فَوَضَعَهُ لَهُ فَقَامَ عَلَيْهِ، وَهُوَ يَبْنِي وَإِسْمَاعِيلُ يُنَاوِلُهُ الحجارة وَهُمَا يَقُولاَنِ: {رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ العَلِيمُ (البقرة:۱۲۷)}.

وفي روايةٍ: إِنَّ إِبْرَاهِيمَ خَرَجَ بِإِسْمَاعِيلَ وَأُمِّ إِسْمَاعِيلَ، مَعَهُمْ شَنَّةٌ فِيهَا مَاءٌ، فَجَعَلَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ تَشْرَبُ مِنَ الشَّنَّةِ فَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلَى صَبِيِّهَا، حَتَّى

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

قَدِمَ مَكَّةَ، فَوَضَعَهَا تَحْتَ دَوْحَةٍ، ثُمَّ رَجَعَ إِبْرَاهِيمُ إِلَى أَهْلِهِ، فَاتَّبَعَتْهُ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ حَتَّى لَمَّا بَلَغُوا كَدَاءَ، نَادَتْهُ مِنْ وَرَائِهِ: يَا إِبْرَاهِيمُ! إِلَى مَنْ تَتْرُكُنَا؟ قَالَ: إِلَى اللهِ. قَالَتْ: رَضِيتُ بِاللهِ. فَرَجَعَتْ وَجَعَلَتْ تَشْرَبُ مِنَ الشِّنَّةِ وَيَدُرُّ لَبَنُهَا عَلَى صَبِيِّهَا، حَتَّى لَمَّا فَنِيَ الْمَاءُ، قَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ لَعَلِّي أُحِسُّ أَحَداً. قَالَ: فَذَهَبَتْ فَصَعِدَتِ الصَّفَا، فَنَظَرَتْ وَنَظَرَتْ هَلْ تُحِسُّ أحداً، فَلَمْ تُحِسَّ أَحداً، فَلَمَّا بَلَغَتِ الْوَادِي سَعَتْ، وأَتَتِ الْمَرْوَةَ، وَفَعَلَتْ ذَلِكَ أَشْوَاطاً، ثُمَّ قَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ مَا فَعَلَ الصَّبِيُّ، فَذَهَبَتْ فَنَظَرَتْ فَإِذَا هُوَ عَلَى حَالِهِ، كَأَنَّهُ يَنْشَغُ لِلْمَوْتِ، فَلَمْ تُقِرَّهَا نَفْسُهَا فَقَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ لَعَلِّي أُحِسُّ أحداً، فَذَهَبَتْ فَصَعِدَتِ الصَّفَا، فَنَظَرَتْ ونظرت فَلَمْ تُحِسَّ أَحداً، حَتَّى أَتَمَّتْ سَبْعاً، ثُمَّ قَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ مَا فَعَلَ، فَإِذَا هِيَ بِصَوْتٍ، فَقَالَتْ: أَغِثْ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ خَيْرٌ، فَإِذَا جِبْرِيلُ فَقَالَ بِعقِبِهِ هَكَذَا، وَغَمَزَ بِعَقِبِهِ عَلَى الأَرْضِ، فَانْبَثَقَ الْمَاءُ فَدَهِشَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ، فَجَعَلَتْ تَحْفِنُ... وَذَكَرَ الْحَدِيثَ بِطُولِهِ، رواه البخاری بهذه الروايات كلها.

((الدَّوْحَةُ)) الشَّجَرَةُ الْكَبِيرَةُ. قولُهُ: ((قَفَّى)): أَيْ: وَلَّى. ((وَالْجَرِيُّ)): الرَّسُولُ. ((وَأَلْفَى)): معناه وَجَدَ. قَوْلُهُ: ((يَنْشَغُ)): أَيْ: يَشْهَقُ.

یہ ایک لمبی روایت ہے جس میں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس واقعہ کو ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ اپنی اہلیہ حضرت ہاجرہ اور ان کے صاحبزادہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ مکرمہ کی سرزمین پر چھوڑ گئے تھے۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔

**ترجمہ مع تشریح:۔** حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل کو لے کر آئے، یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت اسماعیل دودھ پی رہے تھے (ان کی عمر دو سال کے قریب تھی) اور حضرت ہاجرہ کو کعبۃ اللہ کے پاس بڑے درخت کے نزدیک زمزم کے کنویں والی جگہ پر مسجد کے اوپر والے حصہ میں چھوڑا (اس وقت کعبۃ اللہ اور زمزم کا کنواں نہیں تھا۔ مطلب یہ ہے کہ اِس وقت جہاں کعبۃ اللہ اور زمزم کا کنواں واقع ہے وہاں لاکر بٹھایا، اور بعد میں جب مسجد بنی تو وہی اوپر والا حصہ کہلایا) اس وقت مکہ میں کوئی بھی آباد نہیں تھا (وہ جگہ بالکل غیر آباد اور ایک دم بنجر تھی) اور نہ وہاں پانی تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو لاکر وہاں چھوڑ دیا، اور ایک چمڑے کی تھیلی جس میں کھجوریں تھیں اور ایک مشکیزہ پانی ان کے حوالہ کیا، اور ان کو چھوڑ کر (بغیر کچھ کہے) حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں سے پیٹھ پھیر کر لوٹنے لگے۔ حضرت اسماعیل کی والدہ (حضرت ہاجرہ) ان کے پیچھے پیچھے ہوگئیں اور کہہ رہی تھیں: اے ابراہیم! آپ ہمیں اس میدان میں چھوڑ کر کہاں جارہے ہیں؟ یہاں اُنس حاصل کرنے کے لیے کوئی آدمی موجود نہیں، اور کوئی چیز بھی نہیں۔ حضرت ہاجرہ نے یہ بات بار بار کہی لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام مڑ کر ان کی طرف دیکھ بھی نہیں رہے تھے۔ حضرت ہاجرہ کے دل میں ایک بات آئی اور انہوں نے پوچھا: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات کا حکم دیا ہے؟ (تو ان کی طرف رخ کئے بغیر صرف اتنا) جواب دیا: جی ہاں۔ یہ جواب سن کر حضرت ہاجرہ کہنے لگیں: تب تو وہ (اللہ تعالیٰ) ہمیں ضائع نہیں کرے گا، اور کہہ کر لوٹ گئیں (اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد کیسا تھا!) جب حضرت ابراہیم علیہ السلام چلتے چلتے ایک درّے (یعنی پہاڑی کی گھاٹی) کے پاس ایسی جگہ پہنچے جہاں سے ماں بیٹے ان کو نہیں دیکھ سکتے تھے تو اپنا چہرہ بیت اللہ کی طرف کیا (اُس وقت وہاں بیت اللہ نہیں تھا، خالی جگہ تھی) اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا: اے میرے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

پروردگار! میں نے اپنی اولاد کو ایک ایسے میدان میں جو کھیتی کے لائق نہیں ہے، تیرے حرمت اور عزت والے گھر کے پاس ٹھہرایا ہے، اے میرے پروردگار! یہ اس لیے کیا تا کہ وہ نماز قائم کریں، لہٰذا (اے اللہ) تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کردے (اور یہاں کھیتی باڑی تو ہے نہیں کہ دانہ بو کر کچھ کھانے کا انتظام کر سکیں) تو ان کو پھلوں کے ذریعہ سے روزی دینا، تا کہ وہ تیرا شکر ادا کریں (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جہاں کھڑے ہو کر یہ دعا مانگی تھی وہ مروہ والی پہاڑی کا وہ حصہ ہے جہاں دروازہ پر ''بابُ المُدّعیٰ'' (یعنی دعا والا دروازہ) لکھا ہوا ہے۔ وہیں سے باہر نکلتے ہیں تو چھپرا بازار آتا ہے[1] ترکوں کے زمانہ میں تو وہاں ایک مسجد بنی ہوئی تھی جس کا نام بھی ''اَلْمَسْجِدُ الْمُدّعیٰ'' تھا)۔

(آس پاس کوئی انسانی آبادی نہیں، صرف حضرت ہاجرہ ہیں اور ان کے دودھ پیتے بیٹے حضرت اسماعیل ہیں جن کی عمر دو سال بھی نہیں) اب حضرت اسماعیل کی والدہ حضرت ہاجرہ اپنے بیٹے کو دودھ پلاتی رہیں، اور پانی پیتی رہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام مشکیزہ کے اندر ان کو دے گئے تھے۔ جب وہ پانی ختم ہو گیا تو یہ بھی پیاسی ہوئیں اور بچہ بھی پیاسا ہوا۔ حضرت ہاجرہ اس بچہ کو دیکھ رہی ہیں کہ وہ پیاس کی بے چینی کی وجہ سے زمین پر تڑپ رہا ہے، ان سے یہ منظر دیکھا نہیں گیا تو وہاں سے دور چلی گئیں، اور سب سے قریب صفا پہاڑی تھی اسی پر چڑھ گئیں، اور سامنے جو کھلا میدان تھا اس میں نظر دوڑانے لگیں کہ شاید کوئی آدمی نظر آئے، لیکن کوئی نظر نہیں آیا، تو صفا سے نیچے اتریں یہاں تک کہ وادی (نیچی جگہ) میں پہنچیں (اب تک تو صفا پہاڑی پر تھیں جہاں سے حضرت اسماعیل کو بھی دیکھ سکتی تھیں، لیکن جب وہاں سے اُتر کر مروہ پہاڑی پر جا رہی تھیں، اور اترتے اترتے زیادہ نیچائی پر پہنچیں جہاں سے حضرت اسماعیل نظر

(۱) اب تو یہ چھپرا بازار بھی نہیں رہا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

نہیں آرہے تھے، تو اس نچلے حصہ کو دوڑ کر پار کیا، یہی وہ جگہ ہے جس کو ”مِیلَیْن اَخْضَرَین“ کہا جاتا ہے، جہاں سعی میں دوڑتے ہیں اور وہاں بطورِ نشانی سبز نشان بنے ہوئے ہیں) تو اپنے کرتے کا ایک کونہ جو (نیچے تک لٹکے ہوئے ہونے کی وجہ سے) دوڑنے میں رُکاوٹ بن سکتا تھا اس کو پکڑ کر اُٹھایا اور ایک تھکے ہوئے آدمی کی طرح دوڑنے لگیں، یہاں تک کہ اس نیچائی والے حصہ کو پار کیا، اور مروہ پر پہنچیں تو وہاں سے چاروں طرف نظر دوڑائی کہ کوئی نظر آئے (تا کہ کھانے پینے کی کچھ مدد ہو) لیکن کوئی نظر نہیں آیا۔ اس طرح سات مرتبہ کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہی وہ سعی ہے جو صفا و مروہ کے درمیان کی جاتی ہے (گویا اس عمل کو حج و عمرہ کے رکن میں اللہ تعالیٰ نے جاری کر دیا۔ یہ عمل ایسے ہی تھوڑا جاری ہوا، بلکہ اس کے پیچھے ایسی عظیم قربانی دی گئی ہے جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے اور وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ایسی قبول ہوگئی کہ قیامت تک حج کے لیے آنے والوں کے لیے اس عمل کو ضروری قرار دیا۔ آج جہاں مکہ مکرمہ واقع ہے اس پورے علاقہ کا تصور کیجیے کہ کوئی فرد بشر نہ ہو اور اسی جگہ تنہا عورت اپنے چھوٹے دودھ پیتے بچہ کو لے کر رہ رہی ہو؛ تو کیا حال ہو؟) اخیر میں جب وہ ساتواں چکر پورا کر کے مروہ پر پہنچیں تو ایک آواز کان میں پڑی، تو اپنے آپ سے کہنے لگیں: چپ رہ۔ پھر دوسری مرتبہ کان لگائے کہ آواز کہاں سے آرہی ہے، تو پھر آواز سنائی دی، تو وہ بولیں: بولنے والا کون ہے، تمہاری آواز تو میں نے سن لی، کیا تمہارے پاس ہماری مدد کے لیے کچھ ہے؟ تو دیکھا کہ جہاں زمزم کا کنواں ہے وہاں ایک فرشتہ تھا (یہ حضرت جبرئیل تھے) اس نے اپنی ایڑی یا اپنے پَروں سے زمین کو کریدا، یہاں تک کہ پانی نکلا، تو وہ اپنے ہاتھ سے حوض (منڈیر) بنانے لگیں (تا کہ دوسری طرف چلا نہ جائے) اور اپنے ہاتھ میں پانی لے کر مشکیزہ میں ڈالنے لگیں۔ ایک روایت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

میں ہے کہ جتنا پانی ابلتا تھا وہ مشکیزہ میں ڈال دیتیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل کی والدہ حضرت ہاجرہ پر رحمت بھیجے، اگر وہ زمزم کو اسی حالت میں چھوڑ دیتیں، اور حوض (منڈیر) نہ بناتیں تو یہ ایسا چشمہ ہوتا جو ہمیشہ کے لیے بہتا ہی رہتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ: حضرت ہاجرہ نے وہ پانی خود بھی پیا جس کے نتیجہ میں ان کی پیاس دور ہوئی اور دودھ بھی اترنے لگا تو بچہ کو دودھ پلایا۔ (اللہ تعالیٰ نے اس پانی میں یہ تاثیر رکھی ہے کہ وہ پیاس بجھانے کے ساتھ ساتھ غذا کا کام بھی دیتا ہے۔ چناں چہ آج بھی ایسے لوگ ہیں جو اس کو پی کر اپنی غذا اور پانی دونوں کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں) پھر اس فرشتہ (یعنی حضرت جبرئیل) نے حضرت ہاجرہ سے کہا: تم ضائع ہونے کا اندیشہ اور ڈر مت رکھنا، یہاں اللہ تعالیٰ کا ایک گھر بننے والا ہے جس کو یہ لڑکا اور اس کے والد مل کر بنائیں گے، اللہ تعالیٰ اس کو اور اس کے گھر والوں کو ضائع نہیں کرے گا (سب سے پہلے بیت اللہ کو حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنایا تھا، پھر طوفانِ نوح کے وقت وہ گھر اُٹھالیا گیا لیکن) بیت اللہ والی جگہ زمین سے اُٹھی ہوئی ٹیلہ کی طرح سے موجود تھی، سیلاب کا پانی آتا رہتا تھا اور اس کے دائیں بائیں سے گزر جاتا تھا۔ اسی طرح حضرت ہاجرہ وہاں قیام پذیر رہیں (وہ خود بھی پانی پیتی تھیں جس سے ان کی غذائیت کی ضرورت پوری ہوتی تھی، اور بچے کو دودھ پلاتی تھیں) یہاں تک کہ ان کے پاس سے قبیلۂ جرہم کا ایک قافلہ، یا قبیلۂ جرہم کا ایک خاندان اور گھرانہ گزرا، وہ لوگ اوپر کی طرف سے ''کَدَاء'' والے راستہ سے آئے (حُجُون والا علاقہ جہاں مکہ مکرمہ کا قبرستان ہے، وہ مکہ کا بالائی والا حصہ کہلاتا ہے، اس کو ''کَدَاء'' کہتے ہیں۔ اور اس کے سامنے مِسفلہ والا جو حصہ پڑتا ہے،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اس کو ''کُدیٰ'' کہتے ہیں) اور نیچائی والی جگہ پر ٹھہرے (جہاں حضرت ہاجرہ تھیں وہاں نہیں پہنچے تھے، چوں کہ چاروں طرف پہاڑیاں بھی تھیں) انہوں نے وہاں ایک پرندہ دیکھا (اور وہ پرندہ عام طور پر پانی کے آس پاس ہی ہوا کرتا ہے) تو وہ کہنے لگے کہ: یہ پرندہ تو پانی پر گھوم رہا ہے۔ اور اس علاقے کے متعلق ہماری معلومات (اور آج تک کا ہمارا تجربہ) یہ ہے کہ یہاں پانی نہیں (پھر یہ پرندہ یہاں کہاں؟) چناں چہ ایک دو آدمیوں کو بھیجا (کہ جہاں وہ پرندہ اڑ رہا ہے وہاں جا کر دیکھو کہ کیا وہاں پانی ہے؟) ان دو آدمیوں نے آ کر دیکھا کہ (وہاں حضرت ہاجرہ تھیں، اور) پانی تھا، انہوں نے واپس جا کر قافلہ، یا خاندان کو اطلاع دی۔ چناں چہ وہ سارے لوگ وہاں آئے، حضرت اسماعیل کی والدہ پانی کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں، ان قافلہ والوں نے کہا: کیا آپ ہمیں اس بات کی اجازت دیں گی کہ ہم یہاں ٹھہریں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! ٹھہریئے، لیکن اس پانی پر تمہیں اختیار نہیں ہوگا (پانی کی مالک میں ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ تمہیں پینے کو ملے گا، لیکن اس پر اختیارات میرے ہیں اور رہیں گے) انہوں نے کہا: جی! ٹھیک ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت اسماعیل کی والدہ نے وہ چیز پالی جو وہ پسند کرتی تھیں کہ کچھ لوگ یہاں ہوں، تاکہ رہنے میں انسیت ہو۔ چناں چہ وہ قافلہ والے وہاں ٹھہر گئے۔ پھر انہوں نے اپنے خاندان والوں کو بھی کہلوایا کہ (یہاں پانی کا انتظام ہے) وہ بھی آئے اور یہاں ٹھہر گئے (گویا ایک آبادی سی ہوگئی) یہاں تک کہ کئی گھرانے یہاں آ کر آباد ہو گئے، اور حضرت اسماعیل نوجوان ہوئے، اور (قبیلۂ جرہم کی زبان عربی تھی) ان سے عربی زبان سیکھی (ان سے سب سے پہلے عربی سیکھنے والے حضرت اسماعیل ہیں) حضرت اسماعیل جب جوان ہوئے تو اس قبیلہ والوں کو بڑے اچھے لگے (تمام خوبیوں میں سب سے فائق تھے) جب بالغ ہوئے اور شادی کی عمر کو پہنچے تو قبیلۂ جرہم والوں نے اپنی ایک لڑکی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

سے ان کا نکاح کرا دیا۔ پھر حضرت ہاجرہ کا انتقال ہو گیا اور حضرت اسماعیل کی شادی ہو گئی، اس کے بعد ایک روز حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے چھوڑے ہوئے (بال بچوں) کی خبر لینے کے لیے آئے تو حضرت اسماعیل نہیں تھے، ان کی بیوی سے پوچھا: کہاں گئے ہیں؟ اس نے کہا: ہمارے لیے روزی تلاش کرنے کے لیے گئے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ: شکار کرنے کے لیے گئے ہیں **(ان کا ذریعۂ معاش حلال پرندوں اور جانوروں کا شکار تھا جن کا گوشت کھاتے تھے)** پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی بیوی (اپنی بہو) سے پوچھا کہ: تمہارا گزران کیسا چل رہا ہے؟ حالات کیا ہیں؟ اس نے جواب میں کہا کہ: ہم تو بہت تکلیف، تنگی و پریشانی میں ہیں، بہت شکوے شکایتیں کیں **(دیکھو! اتنی دور سے خیر خبر لینے کے لیے آئے تھے، اور مقصد حالات معلوم کرنا تھا وہ پورا ہو گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل کے آنے کا انتظار بھی نہیں کیا)** حضرت اسماعیل کی بیوی سے کہا: جب تمہارا شوہر آ جائے تو اسے میرا سلام کہنا، اور کہنا کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ بدل دو۔ جب حضرت اسماعیل آئے تو انہوں نے محسوس کیا کہ کوئی آ کر گیا ہے **(بعض روایتوں میں آتا ہے کہ انہوں نے انوارات محسوس کئے تو احساس ہوا کہ ابا آ کر گئے ہیں)** انہوں نے آتے ہی اپنی بیوی سے پوچھا: کوئی آیا تھا؟ اس نے کہا: جی ہاں! **(اور اچھا نام لے کر نہیں بتایا، بلکہ بطورِ استہزاء کہا کہ)** ایسا ایسا بوڑھا آدمی آیا تھا، آپ کے متعلق پوچھا، میں نے بتلایا، اس نے یہ بھی پوچھا کہ: تمہارا گزر بسر کیسے ہے؟ میں نے بتایا: ہم بڑی تکلیف، پریشانی اور تنگی میں زندگی گزار رہے ہیں۔ حضرت اسماعیل نے پوچھا: کچھ کہہ کر گئے ہیں؟ **(کچھ وصیت، کوئی پیغام دے کر گئے ہیں؟)** کہا: جی ہاں! مجھے کہا کہ تمہارے شوہر کو سلام کہنا، اور یہ بھی کہہ گئے ہیں کہ اپنے گھر کی چوکھٹ بدل دو۔ حضرت اسماعیل نے کہا: وہ میرے ابا تھے، اور مجھے کہہ کر گئے ہیں کہ میں تجھے الگ کر دوں۔ جا! تو اپنے گھر والوں کے یہاں چلی جا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

یہ کہہ کر حضرت اسماعیل نے اس کو طلاق دیدی۔ اس کے بعد انہی میں سے ایک دوسری لڑکی سے نکاح کر لیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے وہاں ایک زمانہ تک ٹھہرے، پھر دوبارہ آئے، اب کی مرتبہ بھی حضرت اسماعیل کو گھر پر نہیں پایا (کہیں باہر گئے ہوئے تھے) ان کی بیوی (اپنی بہو) کے پاس پہنچے، اس سے ان کے متعلق پوچھا، اس نے کہا: ہمارے لیے روزی تلاش کرنے کے لیے گئے ہیں۔ پوچھا: تم لوگ کیسے ہو؟ کس طرح گزارا ہوتا ہے؟ گزرانِ زندگی کے متعلق حالات معلوم کئے۔ اس نے کہا: الحمدللہ! بہت آرام اور کشادگی سے ہیں (اس نے اللہ تعالیٰ کا بہت شکرادا کیا) اور اللہ کی حمد وثنا بیان کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا: کیا کھاتے ہو؟ اس نے بتایا: گوشت کھاتے ہیں۔ پوچھا: کیا پیتے ہو؟ بتایا: پانی پیتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا دی: اے اللہ! ان کو پانی اور گوشت میں خوب برکت دیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: ان کے وہاں غلہ اور اناج تو ہوتا ہی نہیں تھا، اگر ہوتا تو اس کی برکت کی دعا کر دیتے۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت ہے کہ وہاں کوئی آدمی گوشت اور پانی پر گزارا کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، جبکہ مکہ مکرمہ کے علاوہ (کسی اور جگہ) کوئی آدمی گوشت اور پانی پر گزارا نہیں کرسکتا۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے تو ان کے گھر والوں سے پوچھا کہ حضرت اسماعیل کہاں گئے؟ ان کی بیوی نے کہا: وہ شکار کے لیے گئے ہیں۔ حضرت اسماعیل کی بیوی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا: آپ اترتے نہیں، کچھ کھا پی لیجئے۔ تو پوچھا: تم لوگ کیا کھاتے پیتے ہو؟ کہا: ہمارا کھانا گوشت ہے، اور پینا پانی ہے، تو انہوں نے دعا دی کہ: اے اللہ! ان کے کھانے میں اور پینے میں برکت دے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: یہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت ہے۔

بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے تو آپ کے بال بکھرے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہوئے تھے۔ حضرت اسماعیل کی اہلیہ (ان کی بہو) نے کہا: آپ اترتے نہیں کہ میں دھودیتی ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی سواری پر رہے، اس نے پتھر لا کر رکھا، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس پتھر پر پاؤں رکھا اور سر جھکایا، تو اس نے ایک طرف کے بال دھودیئے، پھر وہ پتھر دوسری طرف رکھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دوسری طرف پیر رکھا، اور دوسری طرف سر جھکایا تو اس نے اس طرف کے بال دھودیئے۔ جب جانے لگے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: جب تمہارا شوہر آئے تو میرا سلام کہنا، اور یہ پیغام پہنچادینا کہ اپنی چوکھٹ کو سنبھالے رکھنا۔ جب حضرت اسماعیل آئے (تو محسوس کیا کہ کوئی آکر گیا ہے) گھر والوں سے پوچھا: کوئی آیا تھا؟ کہا: جی ہاں! ایک بڑی عمر کے بزرگ آئے تھے جو بہت حسین وجمیل تھے اور ان کی بڑی تعریف اور خوبیاں بیان کیں اور انہوں نے آپ کے متعلق مجھ سے پوچھا تو میں نے انہیں بتایا کہ شکار کرنے گئے ہیں، اور یہ بھی پوچھا کہ: تمہاری گزر بسر کیسے ہورہی ہے؟ میں نے بتایا کہ بہت اچھی طرح گزر رہی ہے، اور ہم بہت اچھی طرح رہ رہے ہیں۔ حضرت اسماعیل نے پوچھا: کیا کچھ کہہ کر گئے ہیں؟ کہا: جی ہاں! آپ کو سلام کہا ہے، اور یہ کہہ کر گئے ہیں کہ اپنے گھر کی چوکھٹ کو سنبھالے رکھنا۔ حضرت اسماعیل نے کہا: وہ میرے ابا تھے، تو ہی میرے گھر کی چوکھٹ ہے، اور مجھے تاکید کر گئے ہیں کہ تجھے سنبھالے رکھوں۔ پھر حضرت اسماعیل ایک زمانہ تک اپنے یہاں رہے اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر خیر خبر لینے آئے تو اس بار حضرت اسماعیل موجود تھے جو زمزم کے پاس ایک بڑے درخت کے نیچے لکڑی چھیل رہے تھے۔ جب حضرت اسماعیل نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو کھڑے ہوگئے اور دونوں نے وہی کیا جو باپ بیٹے کے ساتھ اور بیٹا باپ کے ساتھ کرتا ہے (یعنی آپس میں ملے، معانقہ کیا، انہوں نے ہاتھ کو بوسہ دیا، انہوں نے پیشانی چومی) اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک حکم دیا ہے، حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا: ابا جان! اللہ تعالیٰ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

نے جو حکم دیا ہے اس کو آپ ضرور انجام دیجئے۔ پوچھا: تم میری مدد کرو گے؟ کہا: سر آنکھوں پر، ضرور مدد کروں گا۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ یہاں (اللہ کا) ایک گھر بناؤں، اور وہاں مٹی کا ایک ٹیلہ سا بنا ہوا تھا اس کی طرف اشارہ کیا۔ چناں چہ انہیں بنیادوں کو ان دونوں نے اٹھایا (روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر بتایا کہ یہاں اس کی دیواریں ہیں، جب کھودا گیا تو وہاں بیت اللہ کی بنیادیں نکلیں) چناں چہ حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر لاتے تھے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام دیوار بناتے تھے یہاں تک کہ جب وہ عمارت اونچی ہوگئی (اور ہاتھ نہیں پہنچ رہا تھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ کوئی پتھر لاؤ تاکہ میں اس پر کھڑے رہ کر دیوار اونچی کروں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر تلاش کرنے گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ ایک پتھر وہاں رکھوادیا، کسی نے بتایا کہ یہ پتھر تمہارے کام کا ہے) تو انہوں نے اسی پتھر کو لاکر رکھ دیا، چناں چہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی پر کھڑے ہوکر آگے کا کام پورا کیا (اس پتھر کی خاصیت یہ تھی کہ جوں جوں دیوار اونچی ہوتی گئی وہ پتھر بھی آٹومیٹک اونچا ہوتا گیا، جب نیچے ضرورت ہوتی تو وہ بھی نیچا ہوتا، اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشانات بھی ہو گئے؛ یہی مقامِ ابراہیم ہے) حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر کررہے تھے، اور حضرت اسماعیل پتھر لاکر دے رہے تھے اور دونوں باپ بیٹے دعا کرتے جارہے تھے:

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (البقرة:۱۲۷) اے ہمارے پروردگار! ہمارے اس عمل کو قبول کرلیجئے، تو دعاؤں کو سننے والا اور دلوں کے حال سے واقف ہے۔

ایک اور روایت میں یہ بھی ہے کہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل اور ان کی والدہ کو لے کر نکلے (شام میں رہتے تھے وہاں سے مکہ مکرمہ آئے) ان کے ساتھ پرانا مشکیزہ تھا جس میں پانی تھا، حضرت اسماعیل کی والدہ مشکیزہ میں سے پانی پیتی رہیں اور ان کا دودھ اترتا رہا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

(جو بچے کو پلاتی رہیں) یہاں تک کہ وہ مکہ مکرمہ پہنچے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل کی والدہ کو ایک بڑے درخت کے نیچے ٹھہرادیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے گھر واپس جانے لگے، حضرت اسماعیل کی والدہ ان کے پیچھے پیچھے چلیں، یہاں تک کہ جب ''کَداء'' (یعنی او پر والے حصہ) تک پہنچے تو حضرت اسماعیل کی والدہ پکار کر کہنے لگیں: اے ابراہیم! آپ ہمیں کہاں چھوڑ کر جا رہے ہو؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں صرف اتنا کہا: اللہ کے حوالے۔ یہ سن کر حضرت ہاجرہ نے کہا: میں اللہ کے فیصلے پر راضی ہوں، چناں چہ وہ واپس لوٹ گئیں، اور مشکیزے میں سے پانی پیتی رہیں، ان کا دودھ بھی اترتا تھا جو بچہ کو پلاتیں۔ یہاں تک کہ جب پانی ختم ہو گیا، تو اپنے جی میں سوچا کہ میں ذرا اِدھر اُدھر جا کر دیکھوں، شاید کوئی آدمی مل جائے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ گئیں اور صفا پر چڑھیں اور اِدھر اُدھر بار بار دیکھتی رہیں کہ کوئی آدمی نظر آئے، لیکن کوئی آدمی نظر نہیں آیا۔ تو وہاں سے اتریں (اب تک تو آہستہ آہستہ چلتی تھیں اس لیے کہ حضرت اسماعیل نظر آتے تھے) جب نشیبی حصہ میں پہنچیں تو بچہ نظر نہیں آیا تو ایک دوڑ لگائی اور مروہ پر پہنچیں اسی طرح کئی چکر لگائے، پھر وہ اپنے جی میں کہنے لگیں کہ جا کر اپنے بچے کو تو دیکھوں کہ اس کا کیا حال ہے۔ بچے کے قریب جا کر دیکھا تو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ مرنے کے بالکل قریب ہے، ان کو چین نہیں پڑا تو سوچا کہ جا کر دیکھوں، شاید کوئی نظر آجائے، پھر صفا پر چڑھیں، اور اِدھر اُدھر نظر دوڑائی، لیکن کوئی نظر نہیں آیا، یہاں تک کہ سات چکر پورے کئے، پھر جی میں کہنے لگیں: ذرا بچے کو دیکھوں کہ اس کا کیا حال ہے؟ کہ اچانک کوئی آواز کان میں پڑی (کوئی آدمی نظر نہیں آرہا تھا) انہوں نے کہا: اگر تمہارے پاس کوئی بھلائی ہو، یا کچھ مدد ہو سکتی ہو؛ تو کرو۔ وہ حضرت جبرئیل تھے، چناں چہ انہوں نے زمین پر اپنی ایڑی ماری، وہاں سے پانی پھوٹ پڑا، حضرت اسماعیل کی والدہ یہ دیکھ کر ایک دم گھبرا گئیں اور وہ اپنے چلو میں پانی بھرنے لگیں..................

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

(پھر آگے پوری روایت بیان فرمائی)۔

## کھمبی منّ کی قسم ہے

۱۸۶۸:-وعن سعيد بن زيد رضي الله عنه قال: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يقولُ: ((الكَمْأَةُ مِنَ المَنِّ، وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ.)) (متفق عَلَيْهِ)

**ترجمہ**:- حضرت سعید بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبیٔ کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: کُھمبی مَنّ کی قسم میں سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کے لیے شفاء ہے۔

**افادات**:- اللہ تعالیٰ نے جس زمانہ میں بنی اسرائیل کو وادی تیہ میں روک دیا تھا اور وہاں کھانے پینے کے لیے کوئی چیز نہیں تھی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مَنّ وسلویٰ اتارا تھا۔

''مَنّ'' گوند کے مشابہ ایک چیز تھی جو منجانب اللہ درختوں کی شاخوں پر گرتی تھی، اور گوند کی طرح درختوں پر جم جایا کرتی تھی، اردو میں اس کا ترجمہ ترنجبین سے کرتے ہیں۔

''سلویٰ'' ایک پرندہ کا نام ہے جس کو اردو میں بُٹیر کہتے ہیں۔

عربی زبان میں ''مَنَّ یَمُنُّ'' کا معنیٰ احسان کرنا ہوتا ہے، گویا اللہ تعالیٰ نے بطور احسان بغیر محنت کے یہ چیز ان کو عطا فرمائی تھی۔

مذکور حدیث میں ''الکَمْأَةُ'' جو ایک پودا ہے جس کو اردو میں کُھمبی اور سانپ کی چھتری کہتے ہیں جو برسات کے موسم میں اُگتی ہے، اور انڈے کی طرح سفید ہوتی ہے، اس کو ''مَنّ'' کی قسم سے قرار دیا گیا، کیوں کہ یہ پودا بغیر بیج ڈالے نکل آتا ہے، اس کے لیے کوئی محنت ومشقت نہیں کرنی پڑتی، بالکل مفت میں یہ سبزی مل جاتی ہے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کو ’’مَنّ‘‘ سے تعبیر فرمایا۔

## کھُمبی کا پانی آنکھ کے لیے شفاء ہے

’’**اس کا پانی آنکھ کے لیے شفاء ہے**‘‘ یعنی اس کے پانی میں یہ خاصیت ہے کہ وہ آنکھ کی بیماریوں کو ختم کرتی ہے، اور آنکھ کو فائدہ ہوتا ہے۔

حضراتِ شراح نے لکھا ہے کہ کھُنبی دو طرح کی ہوتی ہے، ایک زہریلی بھی ہوتی ہے۔ اسی لیے علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ جو آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس ارشاد پر پورے اعتماد کے ساتھ عمل کرے گا اس کو تو ان شاء اللہ اس سے کوئی نقصان ہونے والا نہیں ہے، اور جو آدمی ایسا ہو کہ تذبذب کرے کہ استعمال کروں یا نہ کروں؛ تو اس کو چاہئے کہ کسی طبیب سے مشورہ کر کے اس کے مطابق عمل کرے۔

بعضوں نے یہ بھی کہا کہ: سرمہ کے پتھر کو اس کے پانی میں ایک مدت تک رہنے دیا جائے یہاں تک کہ اس کا پانی اس کے اندر جذب ہو جائے، پھر اس پتھر کو پیس لیا جائے اور اس کے سرمہ کو استعمال کیا جائے تو اس سے آنکھ کو فائدہ ہوگا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

# كِتَابُ الْإِسْتِغْفَارِ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

# بَابُ الْأَمْرِ بِالْإِسْتِغْفَارِ وَفَضْلِهِ

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے نیا عنوان ''کتاب الاستغفار'' قائم کیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت اور معافی طلب کرنا۔ اس سلسلہ میں شروع میں چند آیتیں پیش کی ہیں:

## استغفار کے متعلق آیاتِ قرآنیہ

﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ.﴾ (محمد:۱۹)

ترجمہ:- آپ اپنے قصور اور کوتاہی کے لیے، اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتوں کے لیے مغفرت طلب کیجئے۔

﴿وَاسْتَغْفِرِ اللهَ إِنَّ اللهَ كَانَ غَفُوراً رَحِيماً.﴾ (النساء:۱۰۶)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کیجئے، بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا مہربان ہے۔

﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّاباً.﴾ (النصر:۳)

ترجمہ:- اپنے رب کی حمد وثنا کے ذریعہ اس کی پاکی بیان کیجئے اور اس سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کیجئے، بیشک وہ توبہ کو قبول کرنے والا ہے۔

﴿لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ﴾ إلی قولہ - عز وجل -: ﴿وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ﴾ (آل عمران:۱۵، ۱۶، ۱۷)

ترجمہ:- جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں (اور گناہوں سے بچتے ہیں) ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے یہاں باغات ہیں جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ آگے ان کے اور بھی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ اور وہ رات کے آخری حصہ میں (صبح کے وقت) اپنے گناہوں سے مغفرت طلب کرتے ہیں۔

{وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءاً أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللهَ يَجِدِ اللهَ غَفُوراً رَحِيماً} (النساء:۱۱۰)

**ترجمہ:-** جو آدمی کوئی برا کام کرے، یا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اپنی جان پر ظلم کرے، پھر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت اور معافی چاہے، تو وہ اللہ تعالیٰ کو معاف کرنے والا اور مہربان پائے گا۔

## عذاب الٰہی سے بچانے والی دو چیزیں

وقال تعالیٰ: { وَمَا كَانَ اللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ } (الأنفال:۳۳)

**ترجمہ:-** اللہ تعالیٰ ایسے نہیں ہیں کہ آپ کے ان کے درمیان موجود ہوتے ہوئے ان کو عذاب دیں، اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دیں گے ایسی حالت میں کہ وہ لوگ گناہوں سے مغفرت طلب کر رہے ہوں۔

**افادات:-** یعنی کسی بھی نبی کے قوم کے درمیان موجود ہوتے ہوئے اللہ کا عمومی عذاب نہیں آسکتا۔ چناں چہ مکہ والوں کی طرف سے بہت زیادہ مخالفت ہوئی اور ایمان کے انکار کے باوجود جب تک کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں تشریف فرما رہے، اور ہجرت کر کے مدینہ منورہ نہیں گئے وہاں تک ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی عذاب نہیں آیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے تشریف لے گئے اس کے بعد بدر اور اُحد وغیرہ پیش آئے، اور مکہ والوں کو سزا دی گئی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اور جب تک کوئی قوم اپنے گناہوں سے معافی چاہتی رہے گی اور مغفرت طلب کرتی رہے گی، ان پر عذاب نہیں آئے گا۔ گویا دو چیزیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے امان میں سے ہیں، ایک تو نبی کا وجود، اور دوسرا لوگوں کا مغفرت طلب کرنا؛ یہ دونوں اللہ کے عذاب سے امان ہیں۔

## اللہ کے علاوہ کون معاف کرنے والا ہے

وقال تعالیٰ: { وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلا اللهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ } (آل عمران:۱۳۵)

ترجمہ:- اور جو کسی بدکاری کا ارتکاب کرتے ہیں، یا کوئی معصیت و نافرمانی کرکے اپنی جانوں پر ظلم کرلیتے ہیں، پھر (اپنی گرفت کو محسوس کرتے ہیں کہ ہمیں اللہ کے یہاں جواب دینا پڑے گا) تو فوراً اللہ تعالیٰ کا ذکر کرلیتے ہیں، اور اپنے گناہوں سے مغفرت چاہتے ہیں۔ اور کون ہے جو اللہ کے علاوہ گناہوں کو معاف کرے۔ اور یہ جانتے ہوئے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی گناہوں کو معاف کرسکتے ہیں اپنے ان کرتوتوں پر اڑے نہیں رہتے۔

''والآيات في الباب كثيرة معلومة'' اور اس سلسلہ میں بہت ساری آیتیں ہیں۔

## حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استغفار کا اہتمام

۱۸۶۹:- وعن الأَغَرِّ المزني -رضي الله عنه-: أَنَّ رسُول اللهِ ﷺ قال: ((إِنَّهُ لَيُغَانُ عَلَى قَلْبِي، وإِنِّي لأَسْتَغفِرُ اللهَ في اليَوْمِ مِئَةَ مَرَّةٍ)). (رواه مسلم)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

**ترجمہ:-** حضرت اَغر مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے دل پر بھی بادل سے چھا جاتے ہیں۔ اور میں دن بھر میں اللہ تعالیٰ سے سو مرتبہ مغفرت طلب کرتا ہوں۔

**افادات:-** نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو معصوم تھے، آپ کے لیے گناہوں کا کوئی تصور ہی نہیں ہو سکتا، اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استغفار کا کتنا زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔ یہ دراصل امت کو تعلیم دینے کے لیے ہوتا تھا۔

''لَیُغَانُ عَلَی قَلْبِی'' کا مطلب بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ: نبی کی شان تو یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر آن مراتبِ قربِ خداوندی میں ترقی کرتے رہتے ہیں، گویا اللہ تعالیٰ سے ان کا قرب بڑھتا ہی رہتا ہے، جب وہ اوپر والے درجہ پر پہنچتے ہیں تو نیچے والے درجہ کی کمی کا احساس پیدا ہوتا ہے، اس پر وہ استغفار کرتے ہیں۔ جیسے: جب کوئی آدمی کسی اونچے مقام پر پہنچتا ہے اور اس کو اب تک کی کمی کا اندازہ ہوتا ہے اور اب تک کی حالت پر افسوس ہوتا ہے کہ اتنا زمانہ یونہی گزر گیا۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ: نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قلبِ مبارک ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں اور اس کی یاد میں مشغول رہتا تھا، لیکن اپنے فرائضِ منصبی کی ادائیگی کے لیے تعلیم و تبلیغ میں مشغول ہونا پڑتا تھا، اس مشغولی کی وجہ سے آپ کا قلب مبارک اُدھر سے ہٹ کر اِدھر متوجہ ہوتا تھا، تو گویا اتنا زمانہ اور وقت جو دوسری مشغولی میں گزرا، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استغفار فرماتے تھے۔

## روزانہ ستّر سے زیادہ مرتبہ استغفار

۱۸۷۰:- وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: سَمِعتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يقولُ:

((وَاللهِ إِنِّي لأَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فِي اليَومِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِينَ مَرَّةً))(رواہ البخاری)

**ترجمہ:**-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: اللہ کی قسم! میں ہر روز اللہ تعالیٰ سے ستر سے زیادہ مرتبہ مغفرت طلب کرتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ اور رجوع کرتا ہوں۔

**افادات:**-روایت میں فوق کا تذکرہ آیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کثرت سے استغفار کرتا ہوں۔

## انسانوں کی پیدائش کا ایک خاص مقصد

**۱۸۷۱:-** وعنہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ:((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوا، لَذَهَبَ اللهُ تَعَالَى بِكُمْ، وَلَجَاءَ بِقَومٍ يُذْنِبُونَ، فَيَسْتَغْفِرُونَ اللهَ تَعَالَى، فَيَغْفِرُ لَهُمْ)) (رواہ مسلم)

**ترجمہ:**-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر تم گناہ نہ کرو، تو اللہ تعالیٰ تم کو ختم کر کے ایسی قوم پیدا کرے گا جو گناہ کرے گی، پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے گی، اور اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرمائیں گے۔

**افادات:**-اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو جو پیدا فرمایا ہے اس میں دراصل انسان سے ایک مخصوص قسم کی عبادت مطلوب ہے۔ اس لیے کہ انسان کی پیدائش سے پہلے سے فرشتے موجود تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی خلقت اور ان کا مزاج اور طبیعت ہی ایسی بنائی ہے کہ ان کے اندر نافرمانی اور گناہ کا مادّہ ہے ہی نہیں۔ وہ تقاضہ جس کی بنا پر انسان اللہ تعالیٰ کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

نافرمانی میں مبتلا ہوتا ہے وہ تقاضہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے اندر رکھا ہی نہیں ہے۔ ان کوتو اللہ تعالیٰ جو حکم دیتے ہیں، وہی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرمو تجاوز نہیں کرتے۔ اگر فرشتے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا بھی چاہیں؛ تو نہیں کر سکتے۔ جیسے ایک نابینا یوں کہے کہ میں کبھی کسی نامحرم عورت کو نہیں دیکھتا، سینما اور ٹی وی نہیں دیکھتا؛ تو آپ کیا کہیں گے؟ بھائی! تجھ میں دیکھنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے، تو چاہے تب بھی نہیں دیکھ سکتا۔ ہاں! ایک آدمی بینا ہے، جس میں دیکھنے کی طاقت ہونے کے باوجود اور دل میں تقاضہ ہونے کے باوجود ان تقاضوں پر قابو پاکر اپنے آپ کو بدنظری سے بچاتا ہے؛ تو وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ثواب اور اجر کا حقدار ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے مزاج میں نافرمانی کا مادّہ ہی نہیں رکھا ہے اور وہ صرف وہی کرتے ہیں جس کا ان کو باری تعالیٰ حکم دیتے ہیں، تو گویا ان کا مزاج اور طبیعت ہی عبادت واطاعت ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی عبادت فرشتوں کے ذریعہ سے ہو ہی رہی تھی، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنی خلافت کے لیے انسان کو پیدا فرمایا۔ گویا انسان سے ایک خاص قسم کی عبادت چاہی گئی ہے جو عنداللہ مطلوب تھی، اور وہ انسان ہی کر سکتا تھا، فرشتے نہیں کر سکتے تھے۔

اسی لیے جب انسان کی پیدائش کے ارادہ کا فرشتوں کے سامنے اظہار کیا کہ میں اپنا ایک خلیفہ اور نائب بنانے والا ہوں، تو فرشتوں نے کہا: باری تعالیٰ! آپ ایسی مخلوق پیدا فرمائیں گے جو زمین میں فساد مچائے گی اور خون بہائے گی، حالاں کہ ہم آپ کی حمد وثنا کے ذریعہ پاکی اور آپ کی تقدیس بیان کرتے ہیں، یہ کام تو ہم کر ہی رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں ان کو خاموش کرتے ہوئے فرمایا: میں جو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔اس کے بعد جب حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اور ان کو اللہ تعالیٰ نے مخصوص چیزوں کا علم عطا فرما کر فرشتوں کے سامنے پیش کیا، اور فرشتوں سے کچھ سوالات کئے کہ بتاؤ، تو وہ نہیں بتا سکے اور حضرت آدم علیہ السلام نے بتا دیئے۔اس طرح گویا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے مقابلہ میں ان کی فوقیت ظاہر فرمائی۔

کہنے کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو بنایا تو اس کے مزاج کے اندر فرمانبرداری اور نافرمانی، گناہ اور نیکی، اطاعت اور معصیت دونوں مادّے رکھے: ﴿فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا﴾ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرما کر اس کے مزاج میں گناہوں کے تقاضے بھی رکھے اور تقویٰ یعنی گناہوں سے بچنے والا مزاج بھی بنایا، گویا دونوں صفتیں رکھیں۔جب گناہوں کے تقاضوں کے باوجود اپنے آپ کو گناہوں سے بچا کر اطاعت اور فرمانبرداری کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی بہت زیادہ قدر و قیمت ہوگی۔اس لیے کہ کسی کام کو انجام دینے کے لیے، اور کسی ذمہ داری کو بجالانے کے لیے حالات کا سازگار اور موافق ہونا ضروری ہوتا ہے، لیکن ایک آدمی کے حالات سازگار نہیں ہیں، مخالف حالات کے باوجود وہ اس حکم کو پورا کرتا ہے اور اپنے فریضۂ منصبی کو ادا کرتا ہے؛ تو اس کی اللہ تعالیٰ یہاں بڑی قدر و قیمت ہوتی ہے۔

## گناہ کا مادّہ رکھنے کی پہلی وجہ

اب یہاں ایک سوال یہ بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو یہ نہیں چاہتے ہیں کہ اس کی نافرمانی کی جائے؛ پھر گناہ کا مادّہ کیوں پیدا کیا؟

جواب یہ ہے کہ اصل میں اللہ تعالیٰ کے یہاں سے حکم تو یہی ہے کہ اس کی معصیت اور نافرمانی نہ کی جائے، لیکن چوں کہ اللہ تعالیٰ کی ایک شان بندوں کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

گناہوں کو معاف کرنے کی بھی ہے، اب اگر کوئی مخلوق ایسی نہ ہو جو گناہوں کا ارتکاب کرے؛ تو پھر اللہ تعالیٰ کی اس صفت اور شان کا ظہور کیسے ہوگا؟ گویا اللہ تعالیٰ کی صفتِ غفاریت اور صفتِ رحمت کا ظہور ہو، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کا مزاج ایسا بنایا۔

## دوسری وجہ

دوسری بات یہ بھی ہے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی سے جب گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو اس کے نتیجہ میں اس کی طبیعت اور مزاج پر اس گناہ کا احساس ایسی شدت کے ساتھ پیدا ہوتا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے آپ کو بالکل ہیچ قرار دیتا ہے۔ پھر روتا اور گڑگڑاتا ہے، اور اپنی کوتاہی و گناہ پر اللہ تعالیٰ کے سامنے خوب گریہ وزاری کرتا ہے، اور اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کے مراتب اتنے زیادہ بلند ہوتے ہیں جتنے مراتب عبادت کے نتیجے میں بلند نہ ہوتے:

زاہد غرور داشت سلامت نبرد راہ ❁ رِنداَز راہِ نیاز بہ دارالسلام رفت

اللہ کی عبادت کرنے والا اپنی عبادت پر غرور اور فخر رکھتا تھا، اس لیے اپنا راستہ سلامت نہیں رکھ سکا اور ہلاک ہو گیا۔ اور ایک گنہگار آدمی اللہ تعالیٰ کی نیازمندی اور گریہ وزاری کے راستہ سے جنت تک پہنچ گیا۔ تو دراصل اللہ تعالیٰ کے یہاں عبدیت مطلوب ہے، یعنی آدمی اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سپر ڈال دے، اور اپنے آپ کو مٹا دے؛ یہی صفتِ عبدیت ہے۔

## حضرت آدم علیہ السلام کی صفتِ عبدیت

حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: حضرت آدم علیہ السلام کی صفت عبدیت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی خلافت کے لیے منتخب فرمایا، اور علم تو صرف فوقیت ظاہر کرنے کے لیے دیا گیا تھا، ورنہ اصل صفت جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے وہ عبدیت ہی ہے؛ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جس وقت حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا، اس وقت روئے زمین پر دو مخلوق موجود تھی، ایک جنات وشیاطین تھے اور دوسرے فرشتے تھے، اور اللہ تعالیٰ کے اظہارِ ارادہ اور علم کے سامنے کچھ بھی عرض کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، اس کے باوجود فرشتے عرض کرنے لگے کہ: باری تعالیٰ! کیا آپ ایسی مخلوق کو پیدا فرمائیں گے جو خون بہائے گی؟ بھائی! جب آپ کو اللہ تعالیٰ کا ارادہ اور منشاء معلوم ہو گیا تو اب آگے کچھ لب کشائی کی ضرورت نہیں رہتی، لیکن پھر بھی ان کی طرف سے یہ بات پیش کی گئی، اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ کہہ کر ان کو خاموش کر دیا کہ میں جو جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ تو اس پر فرشتوں نے فوراً کہا: ﴿سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝۳۲﴾ گویا انہوں نے اپنے قصور کا اعتراف کر لیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا منشاء کے ظاہر ہونے کے بعد ایک بات تو عرض کر دی۔

اور شیطان کا معاملہ تو بہت ہی آگے نکل گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کے بعد ان کے سامنے سجدہ کرنے کے لیے کہا گیا، تو اس نے یہی کہہ دیا کہ میں ان کو کیسے سجدہ کروں؟ آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور ان کو مٹی سے پیدا کیا؛ بھلا میں بہتر ہونے کے باوجود ان کو کیسے سجدہ کر سکتا ہوں؟

ایک حضرت آدم علیہ السلام تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے کوئی چون و چرا نہیں کیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کرنے کے بعد جنت میں آباد کیا، اور ان سے یہ کہا گیا کہ اس درخت کے قریب نہ جانا۔ پھر ان سے قصور ہوا، اور اس کے قریب

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

پہنچ گئے، اور اس کو استعمال کرلیا، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی باز پرس ہوئی۔ تو روایتوں میں آتا ہے کہ وہ خاموش رہے اور صرف روتے ہی رہے، کوئی جواب نہیں دیا، بلکہ توبہ کے کلمات بھی زبان سے نکالنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

وہ کلمات بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے دل پر القاء کئے گئے، جیسا کہ قرآنِ کریم میں موجود ہے: ﴿فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ﴾ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے پروردگار کی طرف سے کچھ کلمات کو حاصل کیا، اور وہ یہی تھے: ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ اے ہمارے رب! ہم نے تیرے حکم کو توڑ کر اپنی جانوں پر ظلم کیا، اگر تو نے ہمیں معاف نہیں کیا تو ہم بڑے گھاٹے اور خسارہ میں رہیں گے۔ گویا توبہ کے کلمات بھی جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکھائے گئے تب اپنی زبان سے ادا کئے، ورنہ ان کلمات کو بھی ادا کرنے کی جرأت نہیں تھی۔ یہ ان کی طرف سے عبدیت کا پورا پورا اظہار ہوا۔

## صفتِ غفاریت کا ظہور اس طرح ہوگا

اسی کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم گناہ نہیں کروگے تو اللہ تعالیٰ تم کو ختم کرکے دوسری مخلوق کو پیدا کریں گے جو گناہ کرے گی پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگے گی اور اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمادیں گے۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی آدمی یوں کہنے لگے کہ ہم کو گناہ کرنے کی چھوٹ دیدی گئی ہے۔ ایسا نہیں ہے؛ بلکہ ہمیں تو پیدا ہی اس لیے کیا گیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی مکمل اطاعت وفرمانبرداری کریں، لیکن ہماری کوشش اور چاہت کے باوجود ہم سے کچھ نہ کچھ کوتاہیاں ہو ہی جائیں گی؛ تو اس وقت پھر ہم اپنے گناہوں سے معافی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

طلب کریں گے۔

## ایک مجلس میں سو مرتبہ استغفار

۱۸۷۲:-وعن ابن عمر رَضِیَ اللہ عنہما قال: کُنَّا نَعُدُّ لرسولِ اللہِ ﷺ فی المَجْلِسِ الواحِدِ مئَةَ مَرَّةٍ: ((رَبِّ اغْفِرْ لِی وَتُبْ عَلَیَّ إنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیمُ)). (رواہ أبو داود والترمذی، وقال: ((حدیث حسن صحیح غریب)).

**ترجمہ**:-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک ایک مجلس میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ جملہ سو سو مرتبہ شمار کرتے تھے: ''رَبِّ اغْفِرْ لِی وَتُبْ عَلَیَّ إنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیمُ'' اے اللہ! تو مجھے معاف کردے اور میری توبہ قبول فرما، بیشک تو توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔

**افادات**:-یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم استغفار کا اتنا زیادہ اہتمام فرماتے تھے کہ ایک ایک مجلس میں سو سو مرتبہ اور وہ بھی زور سے یہ دعا پڑھتے رہتے تھے۔ اور جیسا کہ اوپر بھی آیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں کہ: میں ہر دن میں سو مرتبہ اپنے گناہوں سے معافی چاہتا ہوں۔

## استغفار پر تین بڑے بڑے وعدے

۱۸۷۳:-وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسولُ اللہِ ﷺ: ((مَنْ لَزِمَ الاسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللہُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضِیقٍ مَخْرَجاً، وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجاً، وَرَزَقَهُ مِنْ حَیثُ لاَ یَحْتَسِبُ)). (رواہ أبو داود)

**ترجمہ**:-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ارشاد فرمایا: جو آدمی اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرنے کو لازم کرلے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر تنگی سے راستہ نکالیں گے، اور ہر غم سے کشادگی عطا فرمائیں گے، اور ایسی جگہ سے اس کو روزی دیں گے جہاں اس کو گمان بھی نہیں ہوگا۔

## جو وعدے تقویٰ پر وہی استغفار پر

**افادات:۔** اب دیکھئے! قرآنِ کریم میں ہے: ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝۲ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ﴾ جو آدمی گناہوں سے بچے گا (تقویٰ اختیار کرے گا) اللہ تعالیٰ اس کے لیے راستہ نکالے گا، اور ایسی جگہ سے روزی دیں گے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوگا۔ تو قرآنِ کریم میں جو وعدے تقویٰ (یعنی گناہوں سے بچنے) پر کئے گئے ہیں؛ اگر کسی آدمی سے نادانستہ طور پر گناہوں کا صدور ہوجائے، یا غفلت کی وجہ سے اس سے گناہ سرزد ہوجائیں، تو اس کو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے، اگر وہ آدمی توبہ واستغفار کا اہتمام کرے گا، تو یہ حدیثِ پاک ہمیں بتاتی ہے کہ استغفار کرنے پر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو وہی نعمتیں ملیں گی جو گناہ سے بچنے پر ملا کرتی ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس کے لیے تنگی میں راستہ پیدا فرمائیں گے، اور اس کو ایسی جگہ سے روزی دیں گے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوگا۔

## استغفار کے ایک جملہ پر عجیب نتیجہ

۱۸۷۴:- وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ: ((مَنْ قَالَ: أَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ، غُفِرَتْ ذُنُوبُهُ وَإِنْ كَانَ قَدْ فَرَّ مِنَ الزَّحْفِ.)) (رواه أبو داود والترمذي والحاكم، وقال: حديث صحيح على شرط البخاري ومسلم)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

**ترجمہ:-** حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی یہ کلمات کہے (جن کا ترجمہ یہ ہے): میں اپنے گناہوں کی مغفرت اور معافی طلب کرتا ہوں اس اللہ سے جس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں، جو زندہ اور باقی رہنے والا ہے، اور میں اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہوں؛ تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، چاہے وہ میدانِ جنگ سے بھاگا ہو۔

**افادات:-** میدانِ جنگ سے بھاگنا کبیرہ گناہوں میں شمار ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا ہو تو وہ بھی اللہ تعالیٰ اس استغفار کی برکت سے معاف کر دیتے ہیں۔

## سیّد الاستغفار

۱۸۷۵:- وعن شَدَّادِ بْنِ أَوسٍ رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: ((سَيِّدُ الاستِغْفَارِ أَنْ يَقُولَ العَبْدُ: اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لاَ إلٰهَ إلاَّ أنتَ خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ، وَأنَا عَلَى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، أَبُوءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ، وأَبُوءُ بِذَنْبِي، فَاغْفِرْ لِي، فَإنَّهُ لاَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إلاَّ أنْتَ. مَنْ قَالَهَا مِنَ النَّهَارِ مُوقِناً بِهَا، فَمَاتَ مِنْ يَوْمِهِ قَبْلَ أَنْ يُمْسِي، فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الجَنَّةِ، وَمَنْ قَالَهَا مِنَ اللَّيْلِ، وَهُوَ مُوقِنٌ بِهَا، فَمَاتَ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ، فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الجَنَّةِ)). (رواه البخاری)

((أبوءُ)) بباءٍ مَضمومةٍ ثم واوٍ وهمزةٍ ممدودةٍ ومعناه: أُقِرُّ وَأَعْتَرِفُ.

**ترجمہ:-** حضرت شدّاد بن اوس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سید الاستغفار یہ ہے کہ بندہ یوں کہے: اے اللہ! تو میرا رب ہے۔ تیرے علاوہ اور کوئی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

عبادت کے لائق نہیں۔ تونے مجھے پیدا کیا، میں تیرا بندہ ہوں (اور ایک بندہ جب کلمہ پڑھ کر ایمان لاتا ہے، تو اس کے ذریعہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کے احکام واطاعت کا عہد و پیمان کرتا ہے) تجھ سے کئے گئے عہد و پیمان اور وعدہ پر جتنی مجھ میں سکت وطاقت ہے اس کے بقدر میں قائم ہوں۔ میں نے جتنے بھی گناہ کئے ہیں، مَیں ان سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ تونے جو نعمتیں اور انعامات مجھ پر کئے ہیں ان کا مَیں اقرار کرتا ہوں۔ اور مَیں اپنے گناہ کا بھی اقرار کرتا ہوں۔ پس اے اللہ! تو میرے گناہ کو معاف کردے، تیرے علاوہ گناہوں کو اور کوئی معاف نہیں کرسکتا۔ (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں) جو آدمی یہ کلمات صبح کے وقت اس کے مضامین پر دل سے یقین رکھتے ہوئے کہے، اور پھر اسی دن شام سے پہلے پہلے اس کا انتقال ہوجائے تو وہ جنتی ہے۔

اور جو آدمی رات میں یہ کلمات کہے اور صبح سے پہلے پہلے اس کا انتقال ہوجائے تو وہ جنتی ہے۔

**افادات:۔** یہ کلمات سید الاستغفار کہلاتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی طلب کرنے کے لیے جتنے بھی کلمات کہے جاتے ہیں ان تمام کلمات کے اندر ان کو سرداری کی حیثیت حاصل ہے، گویا استغفار کا یہ صیغہ تمام صیغوں میں سردار اور بادشاہ ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی اور مغفرت طلب کرنے کا بیان چل رہا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس کا کتنا زیادہ اہتمام فرماتے تھے، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کو اس کی تعلیم دینا چاہتے تھے کہ استغفار کا خصوصی اہتمام ہونا چاہیے۔ اس سلسلہ میں پچھلی مجلس میں تفصیل آ گئی تھی۔ آج مزید روایات پیش کرتے ہیں۔

# عبادات کے اختتام پر استغفار

۱۸۷۶:- وعن ثوبان - رضی اللہ عنہ - قال: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاتِهِ، اسْتَغْفَرَ اللهَ ثَلَاثًا وَقَالَ: ((اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالإِكْرَامِ)) قيلَ لِلأَوْزَاعِيِّ - وَهُوَ أَحَدُ رُوَاتِهِ -: كَيفَ الاسْتِغْفَارُ؟ قال: يَقُولُ: أَسْتَغْفِرُ اللهَ، أَسْتَغْفِرُ اللهَ. (رواہ مسلم)

**ترجمہ:-** حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے تھے، تو اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی تین مرتبہ مغفرت طلب کرتے تھے، اور ساتھ ہی یہ دعا بھی پڑھتے تھے: اے اللہ! تو ہی سلام ہے اور سلامتی تیری ہی طرف سے ملتی ہے، تو بڑا بابرکت ہے اے جلالت وعزت والے۔ اس روایت کے راویوں میں امام اوزاعی بھی ہیں، ان سے پوچھا گیا کہ (روایت میں جو فرمایا گیا ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین مرتبہ مغفرت طلب فرماتے تھے) تو اس کی کیفیت اور طریقہ کیا ہوا کرتا تھا؟ اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ: حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کا سلام پھیر کر تین مرتبہ ''استغفر اللہ، استغفر اللہ، استغفر اللہ'' کہا کرتے تھے۔

**افادات:-** ویسے بھی عام طور پر تمام عبادات کے اختتام پر جو دعائیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

آئی ہیں ان میں استغفار کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ جیسے: آدمی رات کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اس کے بعد اس کے پسندیدہ عمل کو قرآنِ کریم میں یوں بیان کیا گیا ہے: ﴿وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾ وہ لوگ رات کے آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ سے طلبِ مغفرت کا اہتمام کرتے ہیں۔ اسی طرح نماز کے اخیر میں بھی جو دعا ماثور ہے اس میں استغفار ہی کا اہتمام کرایا گیا ہے: ''أَللّٰهُمَّ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْماً كَثِيْراً الخ'' اسی طرح روزہ کھولتے وقت یہ دعا سکھلائی گئی: ''يَا وَاسِعَ الْفَضْلِ إِغْفِرْلِيْ'' تقریباً تمام عبادات کے ختم پر استغفار کا اہتمام کرایا گیا ہے۔

## زندگی کے آخری ایام میں استغفار کی کثرت

**۱۸۷۷:**-وعن عائشة رضي الله عنها قالت: كان رَسُولُ اللهِ - ﷺ - يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ قَبْلَ مَوْتِهِ: ((سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ، أَسْتَغْفِرُ اللهَ، وأتوبُ إِلَيْهِ)) (متفق عليه)

**ترجمہ:**- حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ اپنی وفات سے پہلے کثرت سے یہ پڑھا کرتے تھے: ''سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ، أَسْتَغْفِرُ اللهَ، وأتوبُ إِلَيْهِ''

**افادات:**- زندگی کے آخری ایام میں بھی آدمی کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادات کے اہتمام کے ساتھ ساتھ طلبِ مغفرت کی طرف خصوصی توجہ دے۔ حضورِ اکرم ﷺ پر جو آخری سورت نازل ہوئی وہ سورۃ النصر تھی جس میں یہ ہے: ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا﴾ اے نبی! جب اللہ تعالیٰ کی مدد آجائے اور مکہ فتح ہو جائے تو آپ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرو اور اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی مغفرت طلب کرو۔ گویا اس طرح آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے اس حکم پر عمل فرماتے تھے جو اوپر روایت میں آیا۔

نماز میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے جیسا کہ بخاری کی روایت میں ہے۔

## استغفار سے شرک کے علاوہ سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں

۱۸۷۸:- وعن أنس- رضي الله عنه- قال: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقولُ: ((قَالَ اللهُ تَعَالَى: يَا ابْنَ آدَمَ! إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لكَ عَلَى مَا كَانَ مِنْكَ وَلاَ أُبَالِي. يَاابْنَ آدَمَ! لَوْبَلَغَتْ ذُنُوبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي، غَفَرْتُ لَكَ وَلاَ أُبَالِي. يا ابْنَ آدَمَ! إِنَّكَ لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرَابِ الأَرْضِ خَطَايَا، ثُمَّ لَقِيتَنِي لا تُشْرِكُ بِي شَيْئاً، لأَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً))(رواه الترمذي، وقال: حديث حسن)

((عَنَانَ السَّمَاءِ)) بفتح العين: قِيلَ هُوَ السَّحَابُ، وَقِيلَ: هُوَ مَا عَنَّ لَكَ مِنْهَا، أيْ ظَهَرَ.

((وَقُرَابُ الأَرْضِ)) بضم القاف، ورُوي بكسرِها، والضم أشهر. وَهُوَ مَا يُقَارِبُ مِلأَهَا.

**ترجمہ**:- حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے انسان! جب تک تو مجھ سے مانگتا رہے گا اور امید قائم رکھے گا، میں تیری مغفرت کروں گا، چاہے تیری طرف سے جو کچھ بھی پیش آیا ہو اور مجھے کوئی پرواہ نہیں ہوگی (چاہے بڑے سے بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہو؛ سوائے شرک کے) اے انسان! اگر تیرے گناہ آسمان کے بادلوں تک پہنچ جائیں، اس کے بعد پھر تو مجھ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہے گا، تو میں تیرے گناہوں کو معاف کردوں گا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں ہوگی۔ اے انسان! اگر تو میرے پاس زمین بھر کر گناہ لے کر آئے گا اور پھر تو میرے پاس ایسی حالت میں پہنچے گا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرا رہا ہوگا تو میں زمین بھر کر تیرے پاس مغفرت لے کر آؤں گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

**افادات:**۔آدمی نے اگر شرک سے بچنے کا اہتمام کیا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سارے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ طلبِ مغفرت پر تو معاف کر ہی دیئے جاتے ہیں، لیکن مغفرت کی طلب کے بغیر بھی جس کو اللہ تعالیٰ چاہے معاف کردیتا ہے۔شرک کی مغفرت نہیں ہوتی، قرآن پاک میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ﴾ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے تو اس کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرتے، باقی جس کو چاہتے ہیں معاف کردیتے ہیں۔ہاں! اگر آدمی شرک سے بھی توبہ کر کے توحید اختیار کرلے، تو وہ بھی معاف ہوجاتا ہے۔

''وَلاَ أُبَالِي'' اور مجھے کوئی پرواہ نہیں ہوگی۔انسان جب کسی کو معاف کرتا ہے تو سوچتا ہے کہ اس کا قصور کس درجہ کا ہے، معاف کیا جائے یا نہ کیا جائے، لیکن اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ باتیں نہیں ہیں۔

معلوم ہوا کہ آدمی اگر اپنے گناہوں سے معافی مانگنے کا اہتمام کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے گناہوں کو معاف کردیا جاتا ہے۔

## عورتوں کو کثرت استغفار کا حکم

۱۸۷۹:-وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما: أَنَّ النبيَّ ﷺ قال: ((يَامَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ، وأَكْثِرْنَ مِنَ الاسْتِغْفَارِ، فَإِنِّي رَأَيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ)) قالت امرأةٌ مِنْهُنَّ: مَالَنَا أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ؟ قَالَ:((تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ، وَتَكْفُرْنَ العَشِيرَ. مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِينٍ أَغْلَبَ لِذِي لُبٍّ مِنْكُنَّ)) قالت: ما نُقْصَانُ العَقْلِ وَالدِّينِ؟ قال: ((شَهَادَةُ امْرَأَتَيْنِ بِشَهَادَةِ رَجُلٍ،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

وَتَمْكُثُ الأَيَّامَ لاَ تُصَلِّي)). (رواہ مسلم)

**ترجمہ مع تشریح:۔** حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عورتوں کے گروہ اور جماعت! اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرو اور کثرت سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو، اس لیے کہ میں نے تم کو جہنم والوں میں کثرت سے دیکھا ہے (جہنم میں زیادہ تعداد عورتوں کی دیکھی) ان میں سے ایک عورت نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا بات ہے کہ ہم عورتیں ہی جہنم والوں میں زیادہ تعداد میں ہوں گی؟ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لعن طعن بہت کثرت سے کرتی ہو، اور شوہر کی ناشکری کی بہت مرتکب ہوتی ہو۔ اور ایسی شخصیت جو عقل و دین کے اعتبار سے ناقص شمار ہوتی ہو، اس کے باوجود عقلمند آدمی کی عقل کو تم سے زیادہ اڑا دینے والی میں نے نہیں دیکھا۔ اس عورت نے پوچھا: عقل اور دین کی کمی سے کیا مراد ہے؟ تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عقل کے اعتبار سے کمی یہ ہے کہ شریعت مطہرہ میں دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کی گواہی کے برابر قرار دیا ہے۔ اور دین کی کمی یہ ہے کہ مہینہ میں (حالت حیض کی وجہ سے) کئی دن عورت ایسے گزارتی ہے جس میں نماز نہیں پڑھ پاتی۔

**افادات:۔** عقل اور سمجھ کے اعتبار سے تمہارا مقام مردوں کے مقابلہ میں اونچا نہیں ہے، گویا عورتوں میں سمجھ اور عقل کم ہی ہوا کرتی ہے، اس کے باوجود سمجھدار آدمی کی عقل کو اُڑا لے جانے کا تم کام کرتی ہو۔

''تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ، وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ'' عورتوں کی زبان سے عام طور پر بددعائیہ کلمات نکلتے رہتے ہیں، اور لعن طعن کرتی رہتی ہیں۔ اسی طرح سے شوہر کی طرف سے چاہیے کتنا ہی اس کے ساتھ احسان و بھلائی کا معاملہ کیا جائے، مگر کبھی کسی وقت ذرا سی ناگواری اور مزاج کے خلاف بات پیش آجاتی ہے تو اس کی زبان سے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ناشکری کے الفاظ نکلتے ہیں۔ بقول حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ: وہ یہ کہے گی کہ: تمہارے یہاں آ کر میں نے دیکھا ہی کیا ہے! ایک ٹھیکرا، ایک چیتھڑا۔ وہ برتن کو تو ٹھیکرے سے، اور کپڑے کو چیتھڑے سے تعبیر کرتی ہے۔

بہر حال! اس روایت میں عورتوں کو کثرت سے طلبِ مغفرت کا حکم ہے، اس وجہ سے علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت یہاں پیش کی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

# باب بيان ما أعدَّ الله تعالىٰ للمؤمنين في الجنة

اس باب میں علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ ان آیات اور احادیث کو پیش کرتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کے لیے جنت میں جو نعمتیں رکھی ہیں ان کا تذکرہ فرمایا ہے۔

## جنت میں کدورت اور تھکاوٹ نہیں ہوگی

**قَالَ اللہُ تَعَالَی: إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ آمِنِينَ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَى سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِينَ.** (الحجر:۴۵،۴۶،۴۷،۴۸)

**ترجمہ:-** بے شک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں (گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرتے ہیں) وہ باغات اور چشموں میں ہوں گے (اور ان سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا جائے گا:) ان باغات میں سلامتی اور امن کے ساتھ داخل ہو جاؤ (اور باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے داخل ہونے سے پہلے) ہم ان کے دلوں کے اندر سے ایک دوسرے کے متعلق جو میل اور خفگی ہوگی وہ سب نکال دیں گے، وہ بھائی بھائی بن کر اندر داخل ہوں گے، مسہریوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے، اور ان جنت والوں کو جنت میں نہ تھکاوٹ کا احساس ہوگا، اور نہ وہ وہاں سے کبھی نکالے جائیں گے۔

**افادات:-** ''وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ'' ہم ان کے دلوں کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اندر سے ایک دوسرے کے متعلق جو میل اور خفگی ہوگی وہ سب نکال دیں گے، یعنی دنیا کے اندر غیر اختیاری طور پر بعض چیزیں ایسی پیش آجاتی ہیں کہ ایک دوسرے کی طرف سے خفگی پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک تو کوئی آدمی محض دنیوی غرض کی وجہ سے کسی کے ساتھ دل میں کینہ رکھے، پھر ساتھ ہی ساتھ اس کینہ کی وجہ سے ایسی تدبیر اور کوشش میں لگا رہے کہ اس کو نقصان پہنچایا جائے؛ یہ تو اللہ تعالیٰ کے یہاں بالکل معاف نہیں ہے، بلکہ حدیث پاک میں آتا ہے جس کے دل میں کینہ ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ لیکن کبھی غیر اختیاری طور پر کسی سے بعض باتیں ایسی پیش آگئیں جس کی وجہ سے دوسرے کے دل میں اس کے متعلق ناراضگی اور خفگی کے جذبات پیدا ہوئے، یا کسی دینی معاملہ کی وجہ سے اس کے دل میں ناراضگی ہوئی اور وہ اخیر تک باقی رہی، اور موت تک دلوں کی صفائی کی نوبت نہیں آئی، ان کو جب اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کریں گے تو داخلے سے پہلے ان کے دلوں میں سے ان ساری چیزوں کو نکال دیا جائے گا، اور دلوں کو پاک صاف کر کے جنت میں بھیجا جائے گا۔ روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ: میں امید کرتا ہوں کہ حضرت زبیر اور حضرت طلحہ کے ساتھ میرا جو معاملہ ہے وہ بھی اسی میں شمار ہوگا، اور اللہ تعالیٰ ہم کو جنت میں داخل کرنے سے پہلے ان چیزوں سے پاک صاف کر دے گا۔

”لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِينَ“ ان جنت والوں کو جنت میں نہ تھکاوٹ کا احساس ہوگا، اور نہ وہ وہاں سے کبھی نکالے جائیں گے، یعنی جنت کی نعمتوں کو استعمال کرنے اور برتنے کے نتیجہ میں ان کو کسی قسم کی تھکاوٹ نہیں ہوگی۔ دنیا کا حال تو یہ ہے کہ عیش و آرام کی چیزوں کے استعمال کرنے میں بھی آدمی اُکتا جاتا ہے۔ لیکن جنت میں یہ کیفیت نہیں ہوگی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

## یہی وہ جنت ہے جس کے تم مالک بنائے گئے

﴿یَا عِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ الَّذِینَ آمَنُوا بِآیَاتِنَا وَکَانُوا مُسْلِمِینَ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَأَزْوَاجُکُمْ تُحْبَرُونَ یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِصِحَافٍ مِنْ ذَهَبٍ وَأَکْوَابٍ وَفِیهَا مَا تَشْتَهِیهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْیُنُ وَأَنْتُمْ فِیهَا خَالِدُونَ وَتِلْکَ الْجَنَّةُ الَّتِی أُورِثْتُمُوهَا بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُونَ لَکُمْ فِیهَا فَاکِهَةٌ کَثِیرَةٌ مِنْهَا تَأْکُلُونَ.﴾ (الزخرف:۶۸ تا ۷۳)

**ترجمہ مع تشریح:-** میرے بندو! آج تم پر کوئی ڈر نہیں، اور نہ آج تم غمگین ہوگے۔ اللہ کے وہ بندے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور وہ ہمارے احکام کے سامنے سرتسلیم خم کرتے رہے (اطاعت اور فرمانبرداری کرتے رہے۔ ان کو باری تعالیٰ کی طرف سے کہا جائے گا) تم اور تمہاری بیویاں جنت میں خوش وخرم داخل ہو جاؤ (''سرور'' انتہائی خوشی کو کہتے ہیں، یعنی بہت خوشی اور مسرت کے عالم میں داخل ہو جاؤ) ان جنت والوں پر جنت کے اندر (کھانے کی چیزوں سے بھری ہوئی) سونے کی رکابیاں اور گلاس پیش کئے جائیں گے۔ اور ان باغات کے اندر ان کے لیے ہر وہ چیز ہوگی جس کا ان کا جی چاہے گا، اور جس سے ان کی آنکھیں لذت محسوس کریں گی، اور تم اس کے اندر ہمیشہ رہو گے۔ یہی وہ جنت ہے جس کے تم مالک بنائے گئے ہو ان اعمال کی وجہ سے جو تم کرتے تھے۔ تمہارے لیے اس کے اندر بہت سارے میوے ہیں جس میں سے تم اپنی مرضی کے مطابق کھاتے رہو گے۔

## خوشحال آدمی کے لیے جو ہوسکتا ہے وہ سب جنت میں ہوگا

وقال تعالیٰ: اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ مَقَامٍ اَمِیْنٍ ﴿۵۱﴾ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ﴿۵۲﴾

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۵۳﴾ كَذٰلِكَ ۣ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۵۴﴾ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ۚ وَوَقٰىهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۵۶﴾ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۵۷﴾ (الدخان)

**ترجمہ:-** بیشک اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے امن وامان کی جگہ میں ہوں گے، باغات اور نہروں میں ہوں گے، وہاں لباس کے طور پر باریک اور موٹا ریشم (دونوں طرح کا لباس) پہنیں گے، ایک دوسرے کے آمنے سامنے ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو استعمال کرتے رہیں گے۔ اور ہم ان کا نکاح گورے بدن والی، بڑی آنکھوں والی عورتوں سے کرادیں گے۔ اور وہ ان باغات اور جنتوں میں ہر طرح کا میوہ (پھل، فروٹ) امن وامان کے ساتھ منگوائیں گے (یعنی وہاں ان کو کوئی خطرہ اور خوف محسوس نہیں ہوگا) وہاں پہنچنے کے بعد وہ موت کا مزہ نہیں چکھیں گے، سوائے اس موت کے جو پہلی مرتبہ دنیا میں آچکی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھیں گے۔ یہ سب پروردگار کی مہربانی ہے، اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

**افادات:-** ''حَوْرَآء'' کی جمع ''حُوْرٌ'' آتی ہے۔ یعنی ایسی حسین عورت جس کے سامنے نگاہیں خیرہ ہوجائیں، جیسے سورج کے سامنے خیرہ ہوجاتی ہیں۔

ان آیات میں ایک خوشحال آدمی کے لیے جو جو چیزیں ہوسکتی ہیں ان سب کو بیان کیا ہے۔ ایک تو یہ کہ آدمی کا مکان امن وامان والا ہو، عمدہ ہو؛ تو ''مَقَامٍ أَمِينٍ'' میں اس طرف اشارہ کردیا۔ دوسرا یہ کہ لباس عمدہ ہو، کھانے پینے کی چیزیں عمدہ ہوں، اور شریک حیات مزاج کے موافق ہو۔ ساتھ ہی ساتھ وہ نعمتیں جو اس کو ملی ہوئی ہیں کبھی ختم ہونے والی نہ ہوں؛ یہ ساری چیزیں جنت کی نعمتوں میں پائی جاتی ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

# مقربین کے لیے جنت کا ایک چشمہ

﴿إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿٢٢﴾ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ ﴿٢٣﴾ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ﴿٢٤﴾ يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ﴿٢٥﴾ خِتَامُهُ مِسْكٌ ۚ وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ﴿٢٦﴾ وَمِزَاجُهُ مِن تَسْنِيمٍ ﴿٢٧﴾ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ﴿٢٨﴾﴾ (المطففین:۲۲تا۲۸)

**ترجمہ:**- اللہ کے نیک بندے نعمتوں میں ہوں گے، مسہریوں پر بیٹھے ہوئے جنت کی نعمتوں اور عجائبات کا نظارہ کررہے ہوں گے، اے مخاطب تو ان کے چہروں پر جنت کی نعمتوں کی خوشحالی اور مسرت محسوس کرے گا، ان کو خالص مہر لگی ہوئی شراب پلائی جائے گی، اس کی مہر مشک کی ہوگی۔ اور اسی کے اندر مقابلہ کرنے والے مقابلہ کرتے ہیں۔ اور خالص شراب کی ملاوٹ تسنیم کے پانی سے ہوگی (اہلِ عرب جب شراب کا استعمال کرتے تھے تو اس میں تھوڑا پانی بھی ملایا کرتے تھے۔ جنت کی خالص شراب کے اندر تسنیم کی ملاوٹ ہوگی۔ تسنیم کیا ہے؟) جنت کا ایک چشمہ ہے جس کے اندر سے اللہ کے مقرب بندے پیتے رہتے ہیں (گویا اللہ کے مقرب بندوں کو تو وہ پانی مستقل پینے کے لیے دیا جائے گا، اس لیے کہ وہ تو اعلیٰ درجہ کے تھے، ان کو ہمیشہ وہی پانی دیا جائے گا۔ اور ''ابرار'' و ''اصحاب الیمین'' کو صرف شراب میں ملاوٹ کے طور پر دیا جائے گا۔)

''والآیات فی الباب کثیرۃ معلومۃ'' علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: جنت کی نعمتوں کو بیان کرنے کے سلسلہ میں قرآنِ پاک میں بہت کثیر تعداد میں آیتیں موجود ہیں۔ اس سلسلہ میں آگے کچھ حدیثیں نقل کرتے ہیں:-

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

# جنتیوں کو قضائے حاجت کی ضرورت پیش نہیں آئے گی

۱۸۸۰:- وعن جابر - رضی اللہ عنہ - قال: قال رسول اللہ ﷺ:

((يَأْكُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فِيهَا، وَيَشْرَبُونَ، وَلاَ يَتَغَوَّطُونَ، وَلاَ يَمْتَخِطُونَ، وَلاَ يَبُولُونَ، وَلكِنْ طَعَامُهُمْ ذَلِكَ جُشَاءٌ كَرَشْحِ الْمِسْكِ، يُلْهَمُونَ التَّسْبِيحَ وَالتَّكْبِيرَ، كَمَا يُلْهَمُونَ النَّفَسَ)). (رواہ مسلم)

**ترجمہ:-** حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت والے جنت میں کھائیں گے اور پئیں گے، قضائے حاجت نہیں کریں گے، اور ان کی ناک میں سے ریزش بھی نہیں نکلے گی، اور نہ وہ پیشاب کریں گے، البتہ ان کو کھانے کے نتیجہ میں ایک ڈکار آئے گی (ویسے تو ڈکار کی وجہ سے دنیا میں بدبو پھیلتی ہے، لیکن وہاں اس ڈکار کی وجہ سے خوشبو پھیلے گی) اور ان کا پسینہ مشک کی طرح ہوگا، ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلسل تسبیح و تکبیر پڑھوائی جائے گی، جیسے مسلسل سانس چلتی رہتی ہے۔

**افادات:-** ''وَلاَ يَتَغَوَّطُونَ'' ایک یہودی عالم نے سوال کیا تھا کہ جنت والے جنت میں کھائیں گے، پئیں گے؛ تو پھر قضائے حاجت کا تقاضہ بھی ہوگا؟ اور یہ چیز جنت والوں کے حال کے مناسب نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہاں قضائے حاجت کی نوبت نہیں آئے گی۔ اس لیے کہ قضائے حاجت کی نوبت تو اسی وقت آتی ہے کہ جو غذا استعمال کی جائے اس میں کچھ مواد فاضل بھی ہو، اور وہ فاضل مواد پیشاب، پاخانہ کے راستہ سے باہر نکالا جائے، لیکن جنت کی غذاؤں میں فضلہ کے قبیل سے کوئی چیز ہے ہی نہیں، لہٰذا پیشاب پاخانہ بننے کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

## اللہ کا ذکر سانس کی طرح جاری رہے گا

''يُلْهَمُونَ التَّسْبِيحَ وَالتَّكْبِيرَ، كَمَا يُلْهَمُونَ النَّفَسَ'' جیسے دنیا میں آدمی چلتے پھرتے سانس لیتا رہتا ہے، آدمی کو سانس لینے کے لیے کوئی ارادہ نہیں کرنا پڑتا، اسی طرح اہلِ جنت کو جنت میں اللہ تعالیٰ کی معرفت اور محبت کا وہ مقام حاصل ہوجائے گا جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کا ذکر تسبیح و تکبیر ان کے لیے ایسا ہوجائے گا جیسے سانس لیتے ہیں، یعنی ان کو ارادہ کرنے کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی، بلکہ غیر اختیاری طور پر یہ چیز ان کی طرف سے ہوتی رہے گی۔

## آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان

۱۸۸۱:- وعن أبي هريرة -رضي الله عنه- قَالَ: قَالَ رسولُ اللهِ ﷺ: ((قَالَ اللهُ تَعَالَى: أَعْدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا لاَ عَيْنٌ رَأَتْ، وَلاَ أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلاَ خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ، وَاقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ: {فَلاَ تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ} (السجدة:۱۷))). (متفق عَلَيْهِ)

**ترجمہ:-** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میں نے جنت میں اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا، اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال آیا۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم چاہو تو قرآنِ کریم کی یہ آیت تلاوت کرو: کسی انسان کو معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے جنت کے اندر کیا کیا پوشیدہ چیزیں رکھی ہیں جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ہے، یہ ان کے ان اعمال کا بدلہ ہے جو وہ کرتے تھے۔

**افادات:-** گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو ایسی نعمتیں دی جائیں گی کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

دنیا کے اندر انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ ان میں سے کچھ چیزیں تو وہ ہیں جن کا قرآن و حدیث میں تذکرہ ہے، وہ تو آدمی کے علم میں آ گئیں، لیکن وہاں بعض نعمتیں ایسی بھی ہوں گی جن کو نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا، نہ تو کسی کان نے سنا، نہ کسی نے اس کا تصور بھی کیا

## جنت میں داخل ہونے والی پہلی دو جماعتوں کی کیفیت

۱۸۸۲:-وعنه قَالَ قَالَ رسولُ الله ﷺ: ((أَوَّلُ زُمْرَةٍ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ عَلَى أَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ إِضَاءَةً، لَا يَبُولُونَ، وَلَا يَتَغَوَّطُونَ، وَلَا يَتْفُلُونَ، وَلَا يَمْتَخِطُونَ. أَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ، وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ، وَمَجَامِرُهُمُ الْأُلُوَّةُ- عُودُ الطِّيبِ- أَزْوَاجُهُمُ الْحُورُ الْعِينُ، عَلَى خَلْقِ رَجُلٍ وَاحِدٍ، عَلَى صُورَةِ أَبِيهِمْ آدَمَ سِتُّونَ ذِرَاعاً فِي السَّمَاءِ.)) (متفق عَلَيْهِ)

وفي رواية البخاري ومسلم: ((آنِيَتُهُمْ فِيهَا الذَّهَبُ، وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ. وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ يُرَى مُخُّ سَاقِهِمَا مِنْ وَرَاءِ اللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ، لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ، وَلَا تَبَاغُضَ، قُلُوبُهُمْ قَلْبُ وَاحِدٍ، يُسَبِّحُونَ اللهَ بُكْرَةً وَعَشِياً)).

قوله: ((عَلَى خَلْقِ رَجُلٍ واحدٍ)). رواه بعضهم بفتح الخاء وإسكان اللام وبعضهم بضمهما وكلاهما صحيح.

**ترجمہ مع تشریح:**۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلی جماعت جو جنت میں داخل ہوگی وہ چودھویں رات کے چاند کی سی ہوگی (حدیث پاک میں ان کی تعداد ستر ہزار بتلائی ہے، اور بعض روایتوں میں سات لاکھ بتلائی ہے۔ وہ سب بیک وقت جنت میں داخل ہوں گے) پھر اس کے بعد وہ لوگ داخل

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہوں گے جوان کے قریب ہوں گے جو آسمان میں سب سے زیادہ روشن ستارے جیسے چہرے والے ہوں گے۔ جنت میں پہنچنے کے بعد نہ تو ان کو پیشاب کا تقاضہ ہوگا اور نہ پاخانہ کا، نہ وہ تھوکیں گے اور نہ ناک میں سے ریزش نکلے گی۔ ان کے کنگھے سونے کے ہوں گے (ویسے تو بالوں کو صاف کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی لیکن بطورِ زینت کنگھی کریں گے) اور ان کا پسینہ مشک کا ہوگا۔ ان کی دھونی دان خالص عود کی ہوگی۔ بڑی آنکھوں والی حوریں ان کی بیویاں ہوں گی۔ وہ سب تقریباً ان کے ابا حضرت آدم علیہ السلام کی شکل وصورت پر ملتے جلتے چہرے والے ہوں گے، ان کا قد لمبائی کے اعتبار سے ساٹھ ہاتھ ہوگا (حضرت آدم علیہ السلام کا اصلی قد بھی اتنا ہی تھا)۔

روایت میں جو لفظ ''مَجَامِرُ'' آیا ہے، وہ ''مُجْمَرَةٌ'' کی جمع ہے، لوبان دانی کو کہتے ہیں جس میں عود وغیرہ خوشبو ڈال کر دھونی کی جاتی ہے۔

بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے کہ: ان کے برتن سونے کے ہوں گے، ان کا پسینہ مشک کی طرح مہکتا ہوگا، ہر جنتی کو دو بیویاں دی جائیں گی (بعض روایتوں میں بہت ساری حوروں کا تذکرہ آتا ہے۔ تو حضرات شراح فرماتے ہیں کہ اگر کسی کی دنیا میں دو بیویاں ہوں گی تو وہی دو اس کو وہاں بھی ملیں گی۔ لیکن اگر کسی کی دنیا میں دو بیویاں نہیں تھیں، ایک ہی تھی؛ تو وہاں دوسری عورت کے ساتھ اس کا نکاح کرادیا جائے گا، اس طرح گویا اس کو وہاں دوسری بیوی بھی دی جائے گی) اور ان کی پنڈلیوں کی ہڈیوں کا گودا گوشت کے اندر سے خوبصورتی کی وجہ سے نظر آئے گا (یعنی وہ ایسی خوبصورت ہوں گی کہ ان کی پنڈلیوں کی ہڈیوں کے اندر کا گودا بھی نظر آئے گا اور اس کی وجہ سے ان کے حسن میں کمی نہیں آئے گی، بلکہ حسن اور زیادہ نکھرے گا) اور ان کے درمیان مزاجوں کے اعتبار سے کوئی اختلاف نہیں ہوگا، اور نہ آپس میں عداوت اور بغض ہوگا، ان کے دل ایک آدمی کی طرح (متحد ومتفق) ہوں گے۔ وہ سب صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتے رہیں گے (گویا ان کی زبانوں پر ذکر اللہ جاری رہے گا)۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یہ آخری باب جنت کی نعمتوں کے متعلق چل رہا ہے، چند ہی روایتیں باقی رہ گئی ہیں۔ ویسے جنت کی ان نعمتوں سے متعلق جو روایتیں ہیں، علماء نے شروحات میں ان کی تشریح و تفصیل بیان کی ہیں، اس میں عام طور پر جنت کی نعمتوں سے متعلق جو روایتیں ہیں ان کے مضامین کو ذہن سے قریب کرنے کے لیے دوسری روایتوں ہی سے تفصیل پیش کی جاتی ہیں۔ اور یہ مضامین ایسے ہیں کہ عام طور پر لوگوں کو سننے نہیں ملتے، نہ سنائے جاتے ہیں، اور نہ لوگوں کے پڑھنے میں آتے ہیں۔ حالاں کہ قرآنِ پاک کے نزول کے جو مقاصد ہیں ان میں ایک مقصد یہ بھی ہے کہ جنت کی نعمتوں سے لوگوں کو روشناس کرا کر اس کے حصول کی ترغیب دی جائے۔ میرے دل میں آیا کہ اس سلسلہ کی کچھ تفصیلی روایتیں بھی آپ حضرات کے سامنے آ جائیں۔

چناں چہ اس سلسلہ میں علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی عربی زبان میں ایک بہت ہی عمدہ کتاب ہے: ''حَادِی الْأَرْوَاحِ إِلٰی بِلَادِ الْأَفْرَاحِ'' جس میں انہوں نے روایتوں کے ذریعہ سے جنت کے حالات بڑی تفصیل سے پیش فرمائے ہیں۔ دو تین روز سے وہی کتاب میرے مطالعہ میں تھی، اور میں نے یہی طے کیا تھا کہ اس کی عبارت پڑھ کر کچھ تشریح بیان کردوں گا۔ آج دوپہر کے بعد خیال آیا کہ ''حَادِی الْأَرْوَاحِ'' کی عربی عبارت پڑھوں پھر اس کا اردو میں ترجمہ کروں تو اس میں وقت بھی زیادہ لگ جائے گا۔ تو مجھے ایک اور کتاب ''التّذ کرۃ فِی أَحوالِ الْمَوتٰی وأُمورِ الآخرۃِ'' کا خیال آیا جو علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جو ایک بہت بڑے محدث اور عالم گزرے ہیں، جس میں انہوں نے موت سے لے کر جنت، دوزخ اور قیامت کے سارے حالات بیان کئے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہیں۔ اور علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ بھی بہت بڑے عالم گزرے ہیں، انہوں نے ان کی اس کتاب کا اختصار کیا ہے۔ یہ دونوں کتابیں-اصل کتاب ''التذکرۃ'' اور اس کا اختصار-ملتی ہیں، اسی کا اردو میں ترجمہ حضرت مولانا حبیب اللہ مختار صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے جو حضرت مولانا یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے داماد تھے، جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے آخر میں مہتمم بھی رہے اور شہید کردیئے گئے۔ تو یہ کتاب میرے ذہن میں آئی اور مناسب بھی یہی معلوم ہوا کہ اسی کتاب میں سے جنت کے متعلق جو مضامین ہیں وہ آپ حضرات کے سامنے پیش کئے جائیں۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی جب احادیث میں جنت کی ان نعمتوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اور قرآن پاک کی بہت سی آیتیں گزشتہ مجلس میں آ گئی تھیں۔ تو ضرورت ہے کہ ہم لوگ ان چیزوں کو پڑھیں اور سنیں۔ چوں کہ عام طور پر یہ چیزیں ہمارے سامنے نہیں آتیں، اس لیے میرا جی چاہا کہ اسی کتاب میں سے آپ کے سامنے پڑھ کر سناؤں۔ اگر آج کی مجلس میں مضمون پورا ہو گیا تب تو ٹھیک ہے، ورنہ آئندہ اس کو مکمل کریں گے۔

## جنت اور اس میں جنتیوں کے لیے تیار کردہ نعمتوں کا بیان

امام مسلم وغیرہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ تیار کر رکھا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا، اور نہ کسی کے دل پر اس کا گزر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ذخیرہ کر رکھا ہے، یہ اس کے علاوہ ہے جس پر تم مطلع ہو (جس کی تفصیل قرآن پاک وغیرہ میں آئی ہے) پھر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ آیتِ کریمہ تلاوت کرتے: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ﴾ کسی کو علم نہیں جو جو سامان آنکھوں کی ٹھنڈک کا ان کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

لیے خزانۂ غیب میں مخفی ہے۔(یہ روایت گذشتہ مجلس میں آ گئی تھی۔)

ابن ماجہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا: جنت کے لیے کوئی تیاری کرنے والا ہے؟ اس لیے کہ جنت میں کوئی خطرہ نہ ہوگا، رب کعبہ کی قسم! جنت؛ چمکتا ہوا نور، لہلہاتا ہوا پھول، مضبوط محل، بہتی نہر، بے شمار پکے پھل، خوبصورت حسین بیوی، اور بے شمار پوشاکوں کا نام ہے ایک ایسے مقام میں جو ہمیشہ ہمیش رہنے والا ہے، نعمتوں اور تروتازگی کی جگہ ہے، ایسا بلند و بالا گھر جو تابناک اور سلامتی والا ہوگا۔ صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول! ہم اس کے لیے تیاری کرنے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان شاء اللہ کہہ دو۔

امام ترمذی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مخلوق کو کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ فرمایا: پانی سے۔ میں نے پوچھا: جنت کو کس چیز سے بنایا گیا ہے؟ فرمایا: ایک اینٹ سونے کی، ایک اینٹ چاندی کی۔ اس کا گارا تیز خوشبودار مشک ہے، اس کی کنکریاں موتی اور یاقوت ہیں، اور اس کی مٹی زعفران ہے۔ جو وہاں داخل ہوگا کبھی مایوس نہیں ہوگا، ہمیشہ رہے گا کبھی موت نہیں آئے گی۔ نہ ان کے کپڑے بوسیدہ ہوں گے، اور نہ ان کی جوانی کبھی ختم ہوگی۔

# جنت کی نہروں، پہاڑوں
# اور اس میں سے جو دنیا میں ہے ان کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ﴾(سورۂ محمد) جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس کی نہریں نہ بدلنے والے پانی کی ہوں گی۔ اور نہریں ذائقہ نہ بدلنے والے دودھ کی ہوں گی۔ اور نہریں پینے والوں کے لیے خوش ذائقہ شراب کی ہوں گی۔ اور نہریں صاف شہد کی ہوں گی، اور وہاں ان کے لیے ہر قسم کے پھل ہوں گے۔

روایت میں آتا ہے کہ: وہاں کی نہریں قدرتِ الٰہی کی برکت سے بغیر کسی نالی کے بہیں گی (دنیا میں تو نہر نالی میں بہتی ہے وہاں بغیر نالی کے اللہ کی قدرت سے بہے گی۔) حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت کی نہریں مشک کے ٹیلے یا پہاڑوں کے نیچے سے بہیں گی۔ اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت کے پہاڑوں میں سے چار پہاڑ، جنت کی نہروں میں سے چار نہریں جنت کے غزوات میں سے چار غزوات ہیں۔ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! پہاڑ کون سے ہیں؟ ارشاد فرمایا: جبلِ اُحد جو ہم سے محبت کرتا ہے، اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ اور کوہِ طور جنت کے پہاڑوں میں سے ہے۔ اور لبنان جنت کے پہاڑوں میں سے ہے۔ چوتھے پہاڑ کا ذکر اس روایت کے ان تمام نسخوں میں ساقط ہو گیا ہے جس پر میں مطلع ہوا ہوں۔ اور چار نہریں؛ نیل، فرات، سیحان، اور جیحان ہیں (یہ روایت پہلے آ گئی ہے) اور چار جنگیں اور غزوات؛ بدر، احد، خندق اور خیبر ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ ہوسکتا ہے چوتھا پہاڑ وہ ہے جسے ''**خُصَیف**'' کہا جاتا ہے، اس پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''غزوۂ ابواء'' لڑا۔ جب ''رَوحاء'' نامی مقام پر ''عِرقُ الظَّبیَۃ'' میں پہنچے تو نماز پڑھی، پھر فرمایا:

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

جانتے ہو اس پہاڑ کا کیا نام ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا: یہ جنت کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ”خُصَیْف“ ہے۔ اے اللہ! اس میں اور اس کے رہنے والوں میں برکت دیدیجئے۔ اور ”رَوْحاء“ کے بارے میں فرمایا: یہ ”سَبْخَآء“ ہے۔ ”مَسْبَخ“ جنت کی وادیوں میں ایک وادی ہے۔ مجھ سے پہلے اس مسجد میں ستر (۷۰) نبیوں نے نماز پڑھی ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اس ”رَوْحاء“ کے پاس سے گزرے، انہوں نے دو قُطوانی عبائیں پہنی تھیں، وہ ناقۂ وَرْدآء پر سوار تھے، ستر ہزار بنو اسرائیل ان کے ساتھ تھے، یہاں تک کہ بیت اللہ تک پہنچ گئے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں ایک سمندر پانی کا ہے، ایک شہد کا، ایک دودھ کا، اور ایک شراب کا ہے۔ پھر اس سے نہریں نکلتی ہیں۔

حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سیحان، جیحان، نیل اور فرات؛ جنت کی نہروں میں سے ہیں۔

حضرت کعب احبارؓ فرمایا کرتے تھے کہ: نہرِ دجلہ جنت کے پانی کی نہر ہے، اور نہرِ فرات جنت میں دودھ کی نہر ہے، اور نہرِ مصر جنت کی شراب کی نہر ہے، اور نہرِ سیحان اس کی شہد کی نہر ہے، اور یہ چاروں نہریں نہرِ کوثر سے نکلتی ہیں۔

حدیثِ اسراء میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دو نہروں کے پاس سے گزر ہوا جہاں سے لوگوں کو ہٹایا جا رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: اے جبرئیل! یہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: نیل اور فرات۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

# یاجوج ماجوج کے خروج کے وقت ان نہروں اورقرآنِ کریم کے اُٹھنے کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ جل شانہ نے دنیا میں پانچ نہریں نازل فرمائی ہیں، سَیْحُون جو نہرِ ہند ہے، اور جَیْحُون جو نہرِ بلخ ہے، اور دجلہ وفرات جو عراق کی نہریں ہیں، اور نیل جو مصر کی نہر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت کے سب سے نچلے درجوں کے چشموں میں سے ایک چشمے سے حضرت جبرئیل کے پیروں پر نازل فرمایا، اور پہاڑوں میں ودیعت رکھا اور زمین پر جاری فرمایا، اوران میں لوگوں کی مختلف ضرورتوں کے لیے بہت سے فوائد رکھ دیئے، اسی جانب درجِ ذیل فرمانِ مبارک میں اشارہ کیا گیا ہے: ﴿وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ﴾ (پ:۱۸/آیت:۱۸) ہم نے آسمان سے اندازے کے ساتھ پانی برسایا، پھر ہم نے اسے زمین میں ٹھہرایا۔ پھر جب یاجوج ماجوج کے خروج کا وقت آئے گا تو اللہ جل شانہٗ حضرت جبرئیل کو بھیجیں گے تاکہ وہ روئے زمین سے قرآنِ کریم، علم اور پانچوں نہریں اٹھا کر آسمان پر لے جائیں، یہی مراد ہے درجِ ذیل فرمانِ الٰہی کی: ﴿وَاِنَّا عَلٰي ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ﴾ اور ہم اس کے معدوم کرنے پر بھی قادر ہیں۔ جب ان چیزوں کو روئے زمین سے اُٹھا لیا جائے گا تو روئے زمین والے دین ودنیا کی بھلائیوں سے محروم ہوجائیں گے۔

مسعودی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں نہرِ فرات کو بڑھایا گیا، تو لوگوں نے اسے ناپسند کیا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس

کے پھیلانے کو ناپسند مت کرو، اس لیے کہ عنقریب ایک ایسا وقت آئے گا جب لوگ اس میں پانی کا ایک بھرا ہوا پیالہ تلاش کریں گے، لیکن انہیں وہ بھی نہیں ملے گا۔ اور یہ اس وقت ہوگا جب ہر پانی اپنی اصل کی طرف لوٹ جائے گا، اور کچھ باقی ماندہ پانی اور چشمے شام میں رہ جائیں گے۔

امام بخاری وغیرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لایا، نماز قائم کی، رمضان کے روزہ رکھے، اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہوگا کہ وہ اسے جنت میں داخل فرمائیں، خواہ اس نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کیا ہو، یا اس جگہ پر بیٹھا رہا ہو جہاں پیدا ہوا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم لوگوں کو یہ خوش خبری نہ سنائیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار رکھے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین کے درمیان ہے، تم جب اللہ تعالیٰ سے مانگو تو جنت الفردوس مانگا کرو، اس لیے کہ وہ جنت کا اعلیٰ ترین درجہ ہے، اس کے اوپر رحمٰن جلَّ جلالہٗ کا عرش ہے، اور وہیں سے جنت کی نہریں پھوٹ کر نکلتی ہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ جنت کا اعلیٰ درجہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ جنت الفردوس عرض میں جنت کے درمیان میں واقع ہے، اور جنت کا اعلیٰ ترین درجہ ہونے سے اس کی بلندی اور ارتفاع مراد ہے۔

امام نسائی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے دنیا میں ریشم پہنا، وہ آخرت میں اسے نہیں پہن سکے گا۔ اور جس نے دنیا میں شراب پی، وہ اسے آخرت میں نہیں پیئے گا۔ اور جس نے دنیا میں سونے کے برتن میں کھایا، وہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

آخرت میں اس میں نہیں کھائے گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ اہلِ جنت کا لباس، اہلِ جنت کا مشروب، اور اہلِ جنت کے برتن ہوں گے۔

علماء نے لکھا ہے کہ جنت میں ریشم پہننا، شراب پینا، سونے چاندی کے برتن میں کھانا اور مزے اُڑانا اس وقت منع ہوگا کہ جب وہ مرنے سے پہلے ان گناہوں سے توبہ نہ کرے، اس لیے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے جس نے دنیا میں شراب پی اور اس سے توبہ نہ کی، اللہ تعالیٰ آخرت میں اس پر اسے حرام کردیں گے۔ یہی بات ریشم پہننے اور سونے چاندی کے برتن میں کھانے کے بارے میں ہے۔ جبکہ صحیح روایت میں آتا ہے کہ جس نے دنیا میں ریشم پہنا، وہ آخرت میں اسے نہیں پہنے گا خواہ جنت میں داخل کیوں نہ ہو، اور جنتی اسے پہنیں گے لیکن یہ اسے نہیں پہنے گا۔ امام قرطبیؒ نے فرمایا: اگر یہ راوی کا قول نہ ہو، تو یہ نہایت صریح نص ہے، بلکہ اگر یہ راوی کا قول ہو تب بھی۔ اس لیے کہ راوی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مراد دوسروں سے زیادہ سمجھتا ہے، اور ایسی کوئی بات اپنی رائے سے نہیں کہہ سکتا۔

## جنت کے درختوں پھلوں اور ان پھلوں کا بیان

## جو دنیا میں جنت کے پھلوں کے مشابہ پائے جاتے ہیں

امام ترمذی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا، نہ کسی کے دل پر ان کا گزر ہوا، اور چاہو تو استشہاد کے لیے یہ آیتِ کریمہ پڑھ لو: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ

لَهُمۡ مِنۡ قُرَّةِ أَعۡيُنٍ﴾ کسی کو علم نہیں ہے جو جو سامان آنکھوں کی ٹھنڈک کا ان کے لیے خزانۂ غیب میں مخفی ہے، یہ بدلہ ہے ان کے نیک اعمال کا۔

فرمایا: جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں سو سال تک سوار چلتا رہے گا پھر بھی اسے طے نہ کر سکے گا، چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿وَظِلٍّ مَّمۡدُوۡدٍ﴾ اور لمبا سایہ ہوگا۔ اور جنت میں ایک کوڑے کے برابر جگہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سب سے بہتر ہے، چاہو تو یہ آیتِ کریمہ پڑھ لو: ﴿فَمَنۡ زُحۡزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدۡخِلَ الۡجَنَّةَ فَقَدۡ فَازَ ؕ وَمَا الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الۡغُرُوۡرِ ۝۱۸۵﴾ جو شخص دوزخ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہی کامیاب ہوا، اور دنیا کی زندگی تو کچھ بھی نہیں سوائے ایک دھوکہ کے سودے کے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ: جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایے میں سوار ستر سال چلے گا (یا فرمایا کہ) سو سال چلے گا، یہ ''شَجَرَةُ الۡخُلۡدِ'' ہے۔

اور حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے: قسم ہے اس ذات کی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات، اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآنِ کریم نازل فرمایا، جنت میں ایک درخت ہے، اگر کوئی شہسوار طاقتور اونٹ پر سوار ہو کر اس کے تنے کے نیچے چلے تو اس کے کنارہ تک نہیں پہنچ سکے گا یہاں تک کہ بوڑھا ہو کر گر پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے دستِ مبارک سے اسے بویا، اپنی طرف سے اس میں روح پھونکی، اس کی شاخیں جنت کی چاردیواری کے باہر ہوگی، اور جنت کی ہر نہر اس درخت کے نیچے سے نکلتی ہے۔

ترمذی کی روایت میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مجھے ساتویں آسمان پر سدرۃ المنتہیٰ لے جایا گیا، تو میں نے دیکھا کہ اس کے پھل ہجر کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

مٹکوں کے برابر ہیں (ہجر ؛ یمن میں ایک شہر ہے جہاں بڑے بڑے مٹکے بنتے تھے) اور پتے ہاتھی کے کانوں کے برابر تھے، اس کے تنے کے پاس سے دو ظاہری نہریں نکل رہی تھیں اور دو باطنی ۔ میں نے پوچھا: اے جبرئیل! یہ کیا ہے؟ تو فرمایا: باطنی نہریں جنت میں ہیں، اور ظاہری نہریں نیل اور فرات ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ: سدرۃ المنتہیٰ جنت کا اعلیٰ ترین حصہ ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ: سدرۃ المنتہیٰ کا پھل ایسا ہے کہ اس کے ہر پھل کے دانہ سے بہتّر (۷۲) قسم کے کھانے نکلیں گے، اور ہر ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہوگا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ: ایک دیہاتی نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا جنت میں پھل ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! ایک درخت ہے جسے طوبیٰ کہا جاتا ہے۔ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! دنیا کے درختوں میں سے کون سا درخت اس کے مشابہ ہے؟ فرمایا: وہ تمہاری سرزمین کے درختوں کے کسی کے بھی مشابہ نہیں، لیکن کیا تم شام گئے ہو؟ اس لیے کہ وہاں ایک درخت ہے جسے اخروٹ کا درخت کہا جاتا ہے، جو ایک تنے پر نکلتا ہے، اور اس کا اوپر کا حصہ پھیل جاتا ہے، یہ درخت اس کے مشابہ ہے۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس کی جڑ کتنی موٹی ہوگی؟ فرمایا: اگر تم اپنے اونٹوں میں سے جوان اونٹ چلاؤ تو وہ اس کی جڑ کا احاطہ نہیں کرسکتا یہاں تک کہ بوڑھاپے کی وجہ سے اس کی گردن ٹوٹ جائے۔ پوچھا: وہاں انگور ہوں گے؟ فرمایا: جی ہاں۔ پوچھا: اس کا خوشہ کتنا بڑا ہوگا؟ فرمایا: کالے سیاہ داغ والے اس کوے کی ایک ماہ کی مسافت کی مقدار جو اُڑنے سے تھکے نہیں۔ پوچھا: اس کا انگور کتنا بڑا ہوگا؟ فرمایا: بڑے ڈول کے برابر۔ پوچھا: اے اللہ کے رسول! اس کا تو ایک دانہ میرے اور

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

میرے گھر والوں کا پیٹ بھر دے گا۔فرمایا: جی ہاں!اور تمہارے دوسرے عزیز واقارب کا بھی۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: جنت کے نخلستان جڑ سے شاخ تک تہہ بہ تہہ ہوں گے،اور اس کے پھل مٹکوں کے برابر ہوں گے،جب کوئی پھل توڑا جائے گا تو اس کی جگہ دوسرا پھل خود بخود لگ جائے گا،اس کا پانی بغیر نالی کے بہے گا،اور اس کے انگور کا ہر خوشہ بارہ ہاتھ ہوگا۔

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: طوبیٰ؛ جنت کے ایک درخت کا نام ہے،جنت کے ہر گھر میں اس کی ایک ٹہنی ہوگی،وہاں ہر خوبصورت پرندہ ہوگا،ہر عمدہ قسم کی کھجور اس میں ہوگی۔

امام مالکؒ فرمایا کرتے تھے: دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو جنت کے پھلوں کے مشابہ ہو،سوائے کیلے کے،اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿أُكُلُهَا دَآئِمٌ﴾ اس کا پھل دائمی ہوگا،اور کیلا گرمی سردی میں ہمیشہ ملتا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو تھال انجیر ہدیہ کئے گئے،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کھایا اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا: اسے کھالو،میں اگر کہوں کہ کوئی پھل جنت سے اُترا ہے تو اس انجیر کے بارے میں کہوں گا،اس لیے کہ جنت کے پھل میں گٹھلی نہیں ہوگی۔اس کو کھایا کرو،اس لیے کہ وہ بواسیر کو ختم کرتا ہے،اور نِقرِس میں فائدہ پہنچاتا ہے۔(نقرس: وہ درد جو پاؤں کے انگوٹھے میں ہوتا ہے(فیروز:۱۳۶۹))

حضرت عاصم بن صبرہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تربوز سے لطف اندوز ہوا کرو،اور اس کو اچھا سمجھو،اس لیے کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اس کا پانی جنت سے ہے، اور اس کی شیرینی جنت کی شیرینی میں سے ہے۔ اور کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو اس میں ایک لقمہ کھائے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے پیٹ میں ستر دوائیں داخل کرتے ہیں، اور اس سے ستر بیماریاں نکال دیتے ہیں، اور ہر لقمہ پر اس کے لیے دس نیکیاں لکھتے ہیں، اور دس برائیاں مٹاتے ہیں، اور دس درجات بلند کرتے ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درجِ ذیل آیت تلاوت فرمائی: ﴿وَاَنۡۢبَتۡنَا عَلَيۡهِ شَجَرَةً مِّنۡ يَّقۡطِيۡنٍ‌ۚ۝۱۴۶﴾ (الصافات) اور ہم نے اس پر ایک بیل دار درخت بھی اُگا دیا۔ پھر فرمایا کہ: کدّو اور تربوز جنت سے آئے ہیں۔

## جنت کے درخت اور نہریں، جنت والوں کے کپڑے، گھوڑے اور اونٹنیاں بنائیں گے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ: جنت میں ایک درخت ہے جس کو طوبیٰ کہا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے کہیں گے کہ میرے بندے کے لیے وہ بنادو جو وہ چاہے، چناں چہ وہ اس کے لیے گھوڑا، زین، لگام اور سامان کے ساتھ نکالے گا جیسا وہ چاہے گا۔ اور اونٹنی، کجاوے، لگام اور جیسی شکل وصورت وہ چاہے گا اس کے ساتھ۔ اور اونی کپڑے نکالے گا۔

نسائی میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: ایک صاحب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمیں جنتیوں کے کپڑے کے بارے میں بتائیے۔ کیا انہیں پیدا کیا جائے گا، یا بنایا جائے گا؟ بعض لوگ ہنسنے لگے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیوں ہنستے ہو؟ ایک جاہل عالم سے دریافت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کر رہا ہے۔ وہ کچھ دیر بیٹھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت کے کپڑوں کے بارے میں سوال کرنے والا کہاں ہے؟ بتایا گیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ یہ ہیں۔ آپ نے فرمایا: انہیں بنایا نہیں جائے گا، بلکہ جنت کے پھل انہیں بنائیں گے۔ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ فرمائی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جنت کے نخلستان کے تنے سبز زمرد کے، اس کی ٹہنیاں سرخ سونے کی، اور اس کی شاخیں جنتیوں کی چادریں ہوں گی۔ اس سے ان کے کپڑے اور پوشاکیں بنیں گی۔ اور اس کے پھل مٹکوں اور ڈولوں کے برابر، دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ شیرین، اور مکھن سے زیادہ نرم ہوں گے، ان میں گٹھلی نہیں ہوگی۔

حدیث میں آتا ہے، ایک صاحب نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا جنت میں کھجور کے درخت ہوں گے؟ مجھے کھجور کے درخت بہت پسند ہیں۔ فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! اس کے تنے سونے کے، اور ٹھنی کاٹنے کے بعد جو حصہ تنے میں رہ جاتا ہے وہ سونے کا ہوگا۔ ٹہنیاں سونے کی ہوں گی، اور شاخیں ایسی بہترین پوشاک ہوں گی جو کسی شخص نے دیکھی نہیں ہوگی۔ اور اس کے گچھے کی جڑ سونے کی ہوگی، اور اس کے گچھے سونے کے ہوں گے۔ اور نیچے کی پینڈی سونے کی، پھل مٹکوں کے برابر، مکھن سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ شیرین ہوں گے۔

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اپنے ہاتھ میں ایک لکڑی تھامی، اور فرمایا: اے جریر! اگر تم جنت میں اتنی سی لکڑی بھی مانگو تو تمہیں ملے گی۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا: پھر کھجوروں کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

درخت اور دوسرے درخت کہاں ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کی جڑیں موتی اور سونے کی اور اوپر کا حصہ پھلوں سے لدا ہوا ہوگا۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں کوئی درخت نہیں ہوگا مگر یہ کہ اس کا تنا سونے کا ہوگا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک روز یہ گفتگو فرما رہے تھے کہ ایک جنتی نے پروردگار سے کھیتی کی اجازت مانگی۔ آپ کے پاس دیہات کا ایک آدمی بھی بیٹھا ہوا تھا۔ پروردگار نے اس جنتی سے فرمایا: کیا تمہیں یہاں سب کچھ نہیں ملا جو تم کھیتی چاہتے ہو؟ (یعنی ہر قسم کی نعمتیں تو ملی ہوئی ہیں؟) اس نے کہا: کیوں نہیں! لیکن میں کھیتی پسند کرتا ہوں۔ فرمایا: اس نے بیج ڈالے، پلک جھپکتے میں وہ اُگے، اور تنے دار ہوگئے، اور ان کے کاٹنے کا وقت ہوگیا اور وہ پہاڑ کے برابر ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے ابن آدم! لے لے؛ تیرا پیٹ کسی چیز سے نہیں بھرے گا۔ اس دیہاتی نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ کھیتی کا مطالبہ کرنے والا کوئی قریشی یا انصاری ہوگا، اس لیے کہ یہ لوگ کھیتی والے ہیں، ہم تو کھیتی والے نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرا دیئے۔

## جنت کے دروازے، ان کی تعداد، اور یہ کہ وہ کس کے ہوں گے، ان کے نام کیا ہیں؟ اور وہ کتنے کشادہ ہوں گے؟

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا﴾ یہاں تک کہ جب جنت کے پاس پہنچ جائیں تو اس کے دروازہ کھلے ہوں گے۔ اہلِ علم کی ایک جماعت نے لکھا ہے کہ: یہ ''واؤ'' ثمانیہ (یعنی آٹھ) کا ہے، جنت کے آٹھ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

دروازہ ہیں، اور انہوں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس فرمانِ مبارک سے استدلال کیا کہ: تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں کہ وہ وضو کرے اور اچھی طرح سے وضو کرے، پھر ''أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ'' پڑھے، مگر یہ کہ اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں، وہ جس سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔

اور بخاری و مسلم کی روایت میں بعض اعمال کے کرنے والوں کے لیے ان دروازوں کی تعیین بھی کی گئی ہے، چناں چہ فرمایا: جو آدمی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں دو دو چیزیں خرچ کرے گا؛ اُسے جنت میں آواز دی جائے گی کہ اے اللہ کے بندے! یہ بہت اچھا ہے۔ جو نماز والا ہوگا اسے نماز کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ جو جہاد والا ہوگا اسے جہاد کے دروازے سے۔ جو صدقہ والا ہوگا اس کو صدقہ کے دروازے سے۔ جو زیادہ روزے رکھنے والا ہوگا اسے ''باب الرَّیّان'' (سیرابی کے دروازے) سے بلایا جائے گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول! کسی کو اس کی حاجت تو نہیں ہوگی کہ اسے سب دروازوں سے بلایا جائے (یعنی جب ایک دروازے سے داخلہ مل گیا تو وہ کافی ہے) لیکن کیا کوئی ایسا آدمی بھی ہوگا جسے ان سب دروازوں سے بلایا جائے؟ فرمایا: جی ہاں! اور مجھے امید ہے کہ تم ان میں سے ہوگے۔

امام مسلم نے ایک روایت میں ان دروازوں پر اضافہ فرمایا ہے توبہ کا دروازہ، غصہ کو پینے والوں کا دروازہ، رضا بالقضا والوں کا دروازہ، وہ دایاں دروازہ جس سے وہ لوگ داخل ہوں گے جن پر کوئی حساب و کتاب نہ ہوگا۔

اور ابوعبداللہ حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دروازہ بھی زائد نقل کیا ہے؛ بابِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو باب الرحمۃ ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ: یہ باب التوبہ ہے، اس لیے کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اللہ تعالیٰ نے اسے بنانے کے ساتھ کھلا رکھا ہے، اور اسے اس وقت تک بند نہیں کیا جائے گا جب تک کہ سورج مغرب سے نہ نکلے۔ جب مغرب سے نکلے گا تو اس دروازہ کو بند کر دیا جائے گا، پھر قیامت تک نہیں کھلے گا۔ اور دوسرے دروازے نیکیوں پر تقسیم ہیں، جیسے: نماز، روزہ، زکوٰۃ، صدقہ، حج، جہاد، صلہ رحمی، عمرہ؛ اس طرح ان دروازوں کی تعداد گیارہ بن جاتی ہے۔

حافظ ابوبکر آجری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جنت میں ایک دروازہ ہے جسے بابُ الضحیٰ (چاشت کا دروازہ) کہا جاتا ہے، قیامت کے روز ایک پکارنے والا پکارے گا: وہ لوگ کہاں ہیں جو چاشت کی نماز پر مداومت کرتے تھے؟ یہ تمہارا دروازہ ہے، اس لیے اس سے داخل ہو جاؤ۔

ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ جنت کا ایک دروازہ کسی کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ وہ تمام امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان افراد کے لیے ہے جن پر کوئی ایسا عمل غالب ہو جس سے وہ پہنچانے جاتے ہوں، وہاں لوگ ہجوم کریں گے، یہاں تک کہ قریب ہوگا کہ ہجوم کی کثرت کی وجہ سے ان کے کاندھے نکل جائیں۔

جنت کے دروازوں کی وسعت اور کشادگی کے بارے میں حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، وہ اپنے وعظ میں فرماتے تھے کہ ہمیں یہ بتایا گیا کہ جنت کے دروازے کی دو چوکھٹوں کے درمیان چالیس سال کی مسافت ہوگی، اور اس پر ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ بھیڑ کی زیادتی کی وجہ سے وہ بھرا ہوا ہوگا۔

مسلم کی روایت میں ہے کہ: جنت کی چوکھٹوں میں سے دو چوکھٹوں کے درمیان اتنی مسافت ہوگی جتنی مکہ اور ہجر، یا جتنی مکہ اور بُصریٰ کے درمیان ہے، یا اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

سے بھی زیادہ۔

ایک روایت میں ہے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کے ستر ہزار یا سات لاکھ افراد اس طرح جنت میں داخل ہوں گے کہ وہ ایک دوسرے کو پکڑے ہوں گے، ان کا پہلا اس وقت تک داخل نہیں ہوگا جب تک کہ آخری داخل نہ ہو (یعنی ستر ہزار افراد کی اس طرح لائن ہوگی کہ سب ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہوں گے اور ایک ساتھ دروازہ میں سے داخل ہوں گے۔ اس سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ جنت کا دروازہ کتنا چوڑا ہوگا) ان کے چہرے چودہویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ممکن ہے کہ جنت کے دروازے وسعت اور کشادگی میں مختلف ہوں گے، بعض چالیس سال کے برابر کشادہ ہوں گے، اور بعض کی وسعت مکہ اور ہجر کے درمیان جتنی ہوگی، اس لیے اس میں کوئی تناقض نہیں۔

فرمایا: حدیث میں جو آتا ہے کہ جس نے اللہ کے راستہ میں دو دو خرچ کئے اس سے مراد ہے ہر چیز کے دو دو ہیں۔ مثلاً: دو درہم، دو جوتے، دو موزے، دو کپڑے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان سے مراد دو دن کی نمازیں، دو روزے۔ لیکن پہلی توضیح زیادہ ظاہر ہے، اس لیے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے آپ کے اس فرمان میں مروی ہے کہ: جس نے اللہ کے راستہ میں دو دو خرچ کئے، تو جنت کے داروغے اس کی طرف جلدی کرتے ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو اونٹ، دو درہم، دو کپڑے، دو جوتے۔ (اس لیے جب کہیں خرچ کرنا ہو تو کم سے کم دو چیزیں ضرور نکالو)۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

صحیحین کی روایت میں ہے کہ باب الریان سے روزہ دار داخل ہوں گے، جب ان کا آخری آدمی داخل ہوجائے گا تو اسے بند کردیا جائے گا، اوراس سے اور کوئی داخل نہیں ہوگا۔ امام قرطبیؒ نے فرمایا: اس طرح کی بات جنت کے ان دوسرے دروازوں کے بارے میں بھی کہی جائے گی جو مخصوص عمل والوں کے ساتھ خاص ہیں۔

ابوداود کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک آدمی کو جنت کے دروازہ پر لے جایا گیا، اس نے سر اٹھایا تو جنت کے دروازہ پر لکھا تھا: صدقے کا دس گنا ثواب ملتا ہے، اور قرضہ کا اٹھارہ گنا۔ اس لیے کہ قرض لینے والا اس وقت آپ سے قرض لینے آتا ہے جب اسے حاجت ہوتی ہے، اور بعض اوقات صدقہ لاعلمی میں غنی اور مالدار کو بھی دیدیا جاتا ہے۔

## جنت کے درجات کا بیان اور یہ کہ مؤمن کو کون سا درجہ ملے گا

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان۔ اور جنت الفردوس اس کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے، اسی سے جنت کی چاروں نہریں بہتی ہیں، اس کے اوپر عرش ہے، لہٰذا جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو جنت الفردوس مانگا کرو۔

ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ بھی زائد ہیں کہ: جنت کے پہلے درجہ کے مکان کے کمرے، دروازے، تخت، تالے؛ سب چاندی کے ہوں گے۔ اور دوسرے درجہ کے گھر، کمرے، دروازے، تخت، دروازے کے تالے؛ سونے کے ہوں گے۔ اور تیسرے درجہ کے گھر، کمرے، دروازے، تخت، دروازے کے تالے؛ یاقوت موتی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اور زبرجد کے ہوں گے۔ اور ستانوے (۹۷) درجات کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کیا ہیں۔

ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں سو درجات ہیں، اگر تمام عالم والے ان میں سے ایک میں جمع ہو جائیں تو وہ ان کے لیے کافی ہو جائے گا۔

ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قرآن کا حافظ جب جنت میں داخل ہو جائے گا تو اس سے کہا جائے گا کہ تو پڑھ اور چڑھ۔ وہ قرآن شریف پڑھتا جائے گا اور جنت کے درجات چڑھتا جائے گا، ہر آیت پر ایک درجہ بڑھے گا، یہاں تک کہ آخری آیت تک پہنچ جائے گا۔

ابوداود کی روایت ہے کہ قرآنِ کریم کے قاری سے کہا جائے گا: تو پڑھ اور چڑھ، اور اس طرح ترتیل سے پڑھنا جس طرح تم دنیا میں ترتیل سے پڑھتے تھے، اس لیے کہ تمہارا ٹھکانہ اس آخری آیت پر ہوگا جسے تم پڑھو گے۔

ایک روایت میں ہے: جنت کے درجات قرآنِ کریم کی آیات کے مطابق ہیں، ہر آیت کا ایک درجہ ہے (قرآنِ کریم کی آیات کی تعداد چھ ہزار دو سو سولہ (۶۲۱۶) ہے) ہر دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان کے درمیان کی مسافت کا فاصلہ ہوگا۔ اس کو اعلیٰ علیین میں لے جایا جائے گا، اس کے ستر ہزار گوشے ہوں گے، اور وہ ایک یاقوت ہوگا جو تین دن رات کی مسافت سے روشن ہوگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں: قرآنِ کریم کی آیات کی تعداد جنت کے درجات کی تعداد کے برابر ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

امام قرطبیؒ نے فرمایا: ہمارے علماء نے لکھا ہے کہ قراء اور حاملینِ قرآن سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس کے احکام اور حلال وحرام کو جانتے، اور اس میں جو کچھ ہے اس پر عمل کرتے ہوں، صرف الفاظ کے قاری اور زبانی قرآن یاد کرنے والے مراد نہیں۔

امام مالکؒ نے فرمایا: بعض اوقات قرآنِ کریم کو وہ شخص پڑھتا ہے جس میں کوئی خیر نہیں ہوتی۔ اور ابواب النار (دوزخ کے دروازوں) میں اس آدمی کی سزا گزر چکی ہے جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتا، اس لیے ہم یہاں اسے دوبارہ ذکر نہیں کرتے۔

حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے قرآنِ کریم سیکھا اور اور اس کو سکھایا اور اس پر عمل نہیں کیا، بلکہ اس میں تحریف کی، قرآن اس کے لیے جہنم کا سفارشی اور رہنما بنے گا۔ اور جس نے قرآنِ کریم کو سیکھا اور اس پر عمل کیا تو اس کے لیے جنت تک پہنچانے والا، اور جنت کا سفارشی بنے گا۔

بخاری شریف میں ہے کہ ایسے مؤمن کی مثال جو قرآنِ کریم پڑھتا ہے، ترنجبین کی طرح ہے جس کا مزا اچھا اور خوشبو عمدہ ہوتی ہے۔ اور اس مؤمن کی مثال جو قرآنِ کریم پڑھتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا اس کھجور کی طرح ہے جس کا مزہ اچھا ہے لیکن اس میں کوئی خوشبو نہیں۔ اور اس منافق کی مثال جو قرآنِ کریم پڑھتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا ایلوے کی طرح ہے جس کا مزہ کڑوا ہے اور اس میں کوئی خوشبو نہیں۔ اور پہلے یہ گزر چکا ہے کہ قرآن پڑھنے والا جب اس پر عمل بھی کرتا ہے، تو جنت کے تمام درجات پار کرے گا۔

## بالاخانوں اور اس کے مستحقین کا بیان

مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت والے اوپر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کے بالا خانوں کے آپسی درجات کے تفاوت کی وجہ سے اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم اس روشن ستارے کو دیکھتے ہو جو اُفق میں ہو، مشرق یا مغرب میں غروب ہو رہا ہو۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ انبیاء کے درجات ہوں گے جن تک ان کے علاوہ اور کوئی نہیں پہنچ سکتا؟ فرمایا: نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ جل شانہٗ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی، یعنی جس کا انہیں حکم دیا گیا اس پر عمل کیا، اس لیے کہ بغیر عمل کی تصدیق پر ایسا درجہ نہیں مل سکتا۔

امام ترمذی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمانِ الٰہی: یہ وہ لوگ ہیں جن کو صبر کی وجہ سے بالا خانہ ملے گا، اور فرمانِ الٰہی: وہ بالا خانوں میں امن سے ہوں گے، اس کے بارے میں فرمایا: ایک ایک بالا خانہ ایک سرخ یاقوت، یا سبز زمرد، یا سفید موتی کا ہوگا۔ اس میں نہ خلا ہوگا، نہ جوڑ۔ اور اہلِ جنت ایک دوسرے کو بالا خانوں میں اس طرح دیکھیں گے جیسے تم آسمان کے کنارے پر مشرق یا مغرب میں ستارے کو دیکھتے ہو (یعنی ایک ہی ستارہ یہاں سے بھی نظر آتا ہے اور وہاں بھی وہی نظر آتا ہے، اس طرح اونچائی پر دیکھیں گے)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے لیے باہمی محبت کرنے والے سرخ یاقوت کے ستون پر ہوں گے، ستون کے اوپر کے حصے پر ستر ہزار بالا خانے ہوں گے، ان کا حسن اہلِ جنت پر اس طرح روشن ہوگا جیسا دنیا والوں کے لیے سورج روشن ہوتا ہے۔ جنت والے ایک دوسرے سے کہیں گے: چلو! چل کر اللہ کے لیے آپس میں محبت کرنے والوں کا نظارہ کریں۔ جب وہ ان کو دیکھیں گے تو ان کا حسن جنت والوں پر اس طرح روشنی ڈالے گا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

جس طرح سورج دنیا والوں پر روشنی ڈالتا ہے۔ انہوں نے سبز سُندُس اور ریشم کے کپڑے پہنے ہوں گے، ان کی پیشانیوں پر لکھا ہوگا: یہ اللہ تعالیٰ کے لیے آپس میں محبت کرنے والے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علیین والے اہلِ جنت کو دیکھیں گے، جب علیین والوں میں سے کوئی آدمی جنت میں جھانکے گا تو اس کے چہرے کی روشنی سے جنت چمک اُٹھے گی۔ جنتی کہیں گے: یہ نور کیسا ہے؟ کہا جائے گا: سچے نیک فرمانبردار علیین والوں میں سے ایک شخص نے جھانکا ہے۔

امام ترمذی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں ایسے بالا خانے ہوں گے جن کا باہر کا حصہ اندر سے اور اندر کا باہر سے نظر آئے گا۔ ایک صاحب نے کھڑے ہو کر پوچھا: اے اللہ کے رسول! یہ بالا خانے کسے حاصل ہوں گے؟ فرمایا: جس نے نرم بات کی، کھانا کھلایا، مسلسل روزے رکھے، اور رات کو نماز پڑھی جب لوگ سوئے پڑے ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ: یہ اس کے لیے ہے جو سلام کو پھیلائے۔

ابو نُعیم کی ایک روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس کی کون طاقت رکھتا ہے؟ فرمایا: میری امت اس کی طاقت رکھتی ہے، اور مَیں تمہیں بتاؤں کہ کون اس کی طاقت رکھتا ہے؟ جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے ملے، سلام کرے اس نے سلام کو پھیلایا۔ اور جس نے اپنے اہل وعیال کو پیٹ بھر کر کھلایا، اس نے کھانا کھلانا۔ اور جس نے پورے رمضان کے اور ہر مہینے میں تین دن کے روزے رکھے، اس نے گویا مسلسل روزے رکھے۔ اور جس نے عشاء جماعت سے پڑھی، اس نے اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

حال میں نماز پڑھی کہ لوگ (یعنی یہود و نصاریٰ) سوئے ہوئے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ جنت میں ایسے بالا خانے ہیں کہ جن کے اوپر چھت اور نیچے ستون نہیں ہوں گے۔ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! اس میں رہنے والے وہاں کس طرح داخل ہوں گے؟ فرمایا: پرندوں کی طرح داخل ہوں گے۔ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! یہ کس کے ہوں گے؟ فرمایا: بیماروں، تکالیف اور مصیبتوں اور درد والم والوں کے لیے۔

حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ: قیامت میں کچھ لوگوں کو لایا جائے گا جو نہ نبی ہوں گے اور نہ شہید۔ اللہ تعالیٰ کے قرب کی وجہ سے انبیاء وشہداء ان پر غبطہ اور رشک کریں گے، وہ نور کے ممبروں پر ہوں گے۔ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ جل شانہٗ کو لوگوں کا محبوب بناتے ہیں اور لوگوں کو اللہ جل شانہٗ کا۔ اور اللہ کی رضا کے لیے لوگوں کو زمین پر نصیحت کرتے پھرتے ہیں۔ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ اللہ جل شانہٗ کو لوگوں کا محبوب بناتے ہیں یہ تو ٹھیک ہے، لیکن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا محبوب کس طرح بناتے ہیں؟ فرمایا: انہیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں۔ جب لوگ ان کی بات مانتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے۔

## جنت کے محلّات، مکانات اور کمروں کا بیان
## اور یہ کہ وہ مؤمنوں کو کس طرح حاصل ہوں گے

حافظ ابوبکر آجُرّی حضرت عمران بن حصین اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے اللہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنّٰتِ عَدْنٍ﴾ اور وعدہ کر رکھا ہے پاکیزہ مکانوں کا ہمیشہ کے باغوں میں؛ اس سلسلہ میں نقل کرتے ہیں کہ آپ باخبر سے ملے ہیں، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کیا تھا تو آپ نے فرمایا: جنت میں ایک موتی کا محل ہوگا، اس محل میں سرخ یاقوت کے ستر (۷۰) گھر ہوں گے، ہر گھر میں سبز زبرجد کے ستر (۷۰) کمرے ہوں گے، ہر کمرے میں ستر (۷۰) تخت ہوں گے، ہر تخت پر مختلف قسم کے ستر (۷۰) بچھونے ہوں گے، ہر بچھونے پر ستر (۷۰) بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی، ہر کمرے میں ستر (۷۰) دسترخوان ہوں گے، ہر دسترخوان پر ستر (۷۰) قسم کے کھانے ہوں گے۔ ہر کمرے میں ستر (۷۰) غلام اور باندیاں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ مؤمن کو ایک صبح میں اتنی قوت دے گا کہ وہ ان سب کو استعمال کر سکے۔

حدیث میں آتا ہے کہ: جنتیوں کے محلات میں سے ایک محل میں ستر (۷۰) بالاخانے ہوں گے، ہر بالاخانے میں موٹی موٹی آنکھوں والی ستر (۷۰) حوروں میں بیویاں ہوں گی۔ ہر بالاخانے میں ستر (۷۰) دروازے ہوں گے، ہر دروازے سے جنت کی خوشبوؤں میں سے ایسی خوشبو آئے گی جو دوسرے دروازے سے نہیں آتی ہوگی۔ پھر فرمایا: یہی مراد ہے فرمانِ الٰہی: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ﴾ کسی کو علم نہیں ہے جو جو سامان آنکھوں کی ٹھنڈک کا ان کے لیے خزانۂ غیب میں پوشیدہ ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے دس مرتبہ ''قل ھو اللہ أحد'' پڑھی اس کے لیے جنت میں ایک محل بنے گا۔ اور جو بیس مرتبہ پڑھے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

گا،اس کے لیے دو محل بنیں گے۔ اور جو تیس مرتبہ پڑھے گا اس کے لیے تین محل بنیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! پھر تو ہم اپنے لیے خوب محل بنائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ جل شانہ کا فضل اس سے بہت زیادہ ہے۔

صحیح حدیث میں آتا ہے کہ: اللہ جل شانہ جب کسی بندے کے بیٹے کو اُٹھا لیتے ہیں تو فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ میرے بندے نے کیا کہا؟ وہ کہتے ہیں کہ: آپ کی تعریف کی اور اِنا للہ پڑھی۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ: اس کے لیے جنت میں بیت الحمد نامی گھر بنا دو۔ (اللہ جل شانہٗ ہمیں اور ہمارے ساتھیوں کو ان درجات کا اہل بنائے)۔

## جنت کے خیموں اور بازاروں کا بیان

امام مسلم حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں ایک کھوکھلے موتی کا خیمہ ہوگا جس کا عرض (چوڑائی) ساٹھ میل ہوگا، اس کے ہر ایک گوشہ میں مؤمن کے گھر والے ہوں گے جو دوسرے کو نہ دیکھ سکیں گے، مؤمن ان کے ساتھ صحبت کرے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ آسمان میں اس کا طول ساٹھ میل ہوگا۔

مسلم کی روایت میں ہے کہ: جنت میں ایک بازار ہوگا جہاں پر جنتی جمعہ کے دن آئیں گے۔ شمال کی جانب سے ایک ہوا چلے گی۔ ان کے چہروں اور کپڑوں پر چھڑکاؤ کرے گی، جس سے وہ حسن و جمال میں اور بڑھ جائیں گے۔ جب وہ حسن و جمال میں اضافہ کے ساتھ اپنے گھر والوں کے پاس آئیں گے تو ان کے گھر والے کہیں گے: بخدا! ہم سے جدا ہونے کے بعد آپ اور زیادہ حسین و جمیل ہو گئے ہیں۔ وہ بھی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کہیں گے: بخدا! تم بھی تو ہم سے جدا ہونے کے بعد اور زیادہ حسین وجمیل ہوگئیں۔

امام ترمذی حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک روز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا: میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اور تمہیں جنت کے بازار میں اکٹھا کرے۔ حضرت سعید رحمہ اللہ نے پوچھا: کیا جنت میں بازار ہوگا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! اور حدیث ذکر کی۔

ایک روایت میں ہے کہ: جنت میں ایک بازار ہے، فرشتے اسے گھیرے رہتے ہیں، لوگوں نے اس جیسا بازار نہ دیکھا ہوگا، اور نہ کانوں نے اس جیسے بازار کے بارے میں سنا ہوگا، نہ دلوں پر اس کا خیال گزرا ہوگا۔ وہاں سے ہمارے لیے وہ کچھ لایا جائے گا جو کچھ ہم چاہیں گے، وہاں خرید وفروخت نہ ہوگی۔ جنتی اس بازار میں ایک دوسرے سے ملیں گے، بڑے درجے والا اپنے سے کم درجے والے سے ملے گا حالانکہ ان میں سے کوئی بھی معمولی نہیں ہوگا، اور وہ اس کے لباس کو دیکھ کر حیرت زدہ ہوجائے گا، لیکن ابھی اس کی بات پوری بھی نہیں ہوئی ہوگی کہ اسے محسوس ہوگا کہ وہ اس سے زیادہ اچھا لباس پہنے ہوئے ہے، اور یہ اس لیے کہ کسی جنتی کے لیے وہاں حزن وملال کا نام ونشان نہ ہوگا۔

ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں ایک بازار ہوگا جس میں خرید وفروخت نہ ہوگی، صرف مردوں اور عورتوں کی تصویریں ہوں گی، جب کوئی شخص کوئی صورت پسند کرے گا وہ صورت اسے مل جائے گی۔

حدیث میں آتا ہے کہ: جنت میں ایسی بازاریں ہوں گی جن میں خرید و فروخت نہ ہوگی، لیکن جنتی جب وہاں پہنچ جائیں گے تو موتی اور مشک کی مٹی پر ٹیک لگا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کر بیٹھے جائیں گے، ان بازار میں اس طرح متعارف ہوں گے جس طرح دنیا میں ہوتے تھے، اور وہ یاد کریں گے کہ دنیا کیسی تھی، اور وہ اپنے پروردگار کی کس طرح عبادت کرتے تھے، رات کو جاگ کر کس طرح عبادت کرتے تھے، دن کو روزہ رکھتے تھے، دنیا کا فقر و مالداری کیسی تھی، موت کیسی تھی، اور اتنی طویل بوسیدگی کے بعد ہم کس طرح اہلِ جنت میں سے بن گئے۔

## جنت میں کوئی شخص بغیر پاسپورٹ کے داخل نہ ہوسکے گا

ابوبکر خطیب روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں کوئی شخص بغیر پاسپورٹ کے داخل نہ ہوگا۔ اور پاسپورٹ یہ ہوگا: بسم اللہ الرحمن الرحیم؛ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فلاں بن فلاں کے لیے کتاب (تحریر) ہے، اسے بلند و بالا ایسی جنت میں داخل کردو جس کا پھل قریب کو لٹکا ہوا ہو۔ امام قرطبیؒ نے فرمایا: یہ شاید ان کے علاوہ کے لیے ہوگا جو جنت میں بلا حساب و کتاب داخل ہوں گے۔

## اہلِ جنت کے مراتب، عمریں، لمبائی، شباب، بالاخانوں، کپڑوں، کنگھیوں، دھونی، بیویوں اور عورتوں وغیرہ کا بیان

امام مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کی پہلی وہ جماعت جو جنت میں داخل ہوگی وہ چودھویں رات کے چاند کے مانند ہوگی، پھر جو لوگ ان کے بعد ہوں گے وہ آسمان کے چمکدار ستاروں کی طرح ہوں گے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ایک روایت میں ہے کہ پھر اس کے بعد والے درجات والے ہوں گے، وہ وہاں نہ پیشاب کریں، نہ پاخانہ، نہ تھوکیں گے، نہ ناک کی ریزش ہوگی، ان کی کنگھیاں سونے چاندی کی ہوں گی، ان کا پسینہ مشک کی خوشبو والا ہوگا، ان کی دھونی اَگر کی ہوگی، اور ان کی بیویاں موٹی موٹی آنکھوں والی حوریں ہوں گی۔

ایک روایت میں ہے کہ: ان میں سے ہر ایک کو دو بیویاں ملیں گی جن کی پنڈلی کا گودا حُسن کی وجہ سے گوشت کے باہر سے نظر آئے گا، ان میں نہ اختلاف ہوگا، نہ بغض وحسد۔ ان کے دل ایک آدمی کے دل کی طرح متحد ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ: ان کے اخلاق ایک آدمی کے اخلاق کی طرح ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ: ان کی لمبائی ان کے جدِ امجد حضرت آدم علیہ السلام کی لمبائی کے مطابق ہوگی۔ ایک روایت میں ہے کہ: آسمان میں اپنے جدامجد کی صورت پر ساٹھ ہاتھ کے ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: جنت میں عورتیں مردوں سے زیادہ ہوں گی، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان میں سے ہر شخص کو دو ایسی بیویاں ملیں گی جن کی پنڈلی کی ہڈی کا گودا گوشت کے باہر سے نظر آئے گا، اور جنت میں کوئی غیر شادی شدہ نہ ہوگا۔

امام ترمذی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت کی عورتوں میں سے ہر عورت کی پنڈلی کی سفیدی ستر (۷۰) پوشاکوں میں سے نظر آئے گی، یہاں تک کہ اس کی ہڈی کا گودا بھی نظر آئے گا، اور یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ﴾ گویا وہ یاقوت اور مرجان ہے۔ یاقوت ایسا پتھر ہے کہ اگر تم اس میں سے تاگا داخل کر کے صاف کر دو تو وہ نظر آنے لگے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

بخاری شریف میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی جنتی عورت زمین کی طرف جھانک دے، تو آسمان وزمین کے درمیان کا حصہ روشن ہوجائے گا، اور وہ اسے خوشبو سے بھر دے گا، اس کے سر کا دوپٹہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سب سے بہتر ہے۔

ترمذی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنتی بے بال بے ریش، سرمگیں آنکھوں والے، تیس یا تینتیس سال کے ہوں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ: جنتی بے بال اور بے ریش ہوں گے، سوائے حضرت موسیٰ بن عمران کے؛ کہ ان کی ڈاڑھی ناف تک ہوگی۔

اور ترمذی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی جنتی جھانک دے اور اس کا کنگن ظاہر ہوجائے تو اس کی وجہ سے سورج کی روشنی ایسی ماند پڑ جائے جس طرح ستاروں کی روشنی کو سورج ختم کر دیتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنتیوں میں سے جب کوئی چھوٹا بڑا مرتا ہے تو جنت میں ان سب کو تینتیس سال کا بنا دیا جائے گا، اور وہ اس سے زیادہ عمر کے نہ ہوں گے۔ یہی حال دوزخیوں کا بھی ہوگا۔ (علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ دوزخیوں کے تینتیس سال کا ہونے میں اہلِ کشف نے طویل کلام کیا ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ جنت میں کنگھی کی کیا ضرورت ہوگی؟ اس لیے کہ بال غبار آلود نہ ہوں گے، اور نہ ان میں میل کچیل جمے گا۔ اور دھونی کی کیا ضرورت ہوگی؟ اس لیے کہ ان کے پسینہ کی خوشبو مشک سے زیادہ بہتر ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

جنتیوں کی نعمتیں اور وہاں کا لباس کسی پریشانی اور تکلیف کو دور کرنے کے لیے نہیں ہوگا، اسی طرح ان کا کھانا پینا بھی بھوک پیاس کو مٹانے کے لیے نہیں ہوگا، اسی طرح خوشبو لگانا بھی بدبو کی وجہ سے نہ ہوگا، بلکہ یہ مختلف قسم کی پے در پے نعمتیں ہوں گی۔ کیا آپ دیکھتے نہیں اللہ جل شانہٗ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا تھا: ﴿إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَىٰ ﴿١١٨﴾ وَأَنَّكَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَضْحَىٰ ﴿١١٩﴾﴾ اس جنت میں تو یہ ہے کہ تم نہ تو کبھی بھوکے ہوگے اور نہ ننگے۔ اور اس میں نہ تم پیاسے ہوگے، اور نہ دھوپ میں تپو گے۔ اس میں بظاہر حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ جنت کو اس نوع کی نعمتیں عطا فرمائیں جن سے وہ دنیا میں مستفید ہوتے تھے، اور اس پر اتنا اضافہ فرمایا کہ جس کا صحیح اندازہ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں۔ یہی حکمت دوزخیوں کے لیے بھی ہے۔ فرمایا: ﴿إِذِ الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلَاسِلُ يُسْحَبُونَ ﴿٧١﴾ فِي الْحَمِيمِ﴾ جبکہ ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی، اور ان کو گھسیٹتے ہوئے کھولتے ہوئے پانی میں لے جایا جائے گا۔ اور فرمایا: ﴿إِنَّ لَدَيْنَا أَنكَالًا وَجَحِيمًا ﴿١٢﴾﴾ ہمارے یہاں تو بیڑیاں ہی ہیں اور دوزخ ہے۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے اس نوع کا عذاب دیا جس طرح کا عذاب وہ دنیا میں دیا کرتے تھے۔

حضرت شعبیؒ فرمایا کرتے تھے کہ: کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے دوزخیوں کے پاؤں میں بیڑیاں اس خوف سے ڈالی ہیں کہ کہیں وہ بھاگ نہ جائیں؟ نہیں! بخدا یہ بات نہیں؛ بلکہ جب وہ بلند ہونا چاہیں گے تو آگ انہیں اوپر اُٹھائے گی، پھر نیچے لے آئے گی، ان سے کبھی جدا نہ ہوگی۔

حضرت ابن شہابؒ فرمایا کرتے تھے کہ: ہمیں روایت پہنچی ہے کہ اہلِ جنت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کی زبان عربی ہوگی، اور جب وہ قبروں سے نکلیں گے تو ان کی زبان سریانی ہوگی۔

اور حضرت سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ: ہمیں روایت پہنچی ہے کہ قیامت کے روز لوگ جنت میں داخل ہونے سے پہلے سریانی زبان بولیں گے، جب جنت میں داخل ہوجائیں گے تو عربی بولیں گے۔

## بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں، ان کی گفتگو اور عورتوں کا جواب اور ان کے حسن وجمال کا بیان

علماء نے لکھا ہے کہ دنیاوی عورتیں ایک ہی عمر کی ہوں گی اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں کی مختلف اقسام کی ہوں گی، چھوٹی بھی اور بڑی بھی، اور جیسا جنت والوں کا دل چاہے گا۔

امام ترمذی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں موٹی موٹی آنکھوں والی حوروں کی ایک اجتماع گاہ ہوگی، وہ ایسی پیاری آواز سے اشعار پڑھیں گی کہ اس جیسی آواز مخلوق نے نہ سنی ہوگی، وہ کہیں گی: ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں، کبھی ختم نہ ہوں گی۔ ہم نعمتوں میں رہنے والیاں ہیں، کبھی خستہ حال نہ ہوں گی۔ ہم ہمیشہ راضی رہنے والیاں ہیں، کبھی ناراض نہ ہوں گی۔ اچھائی ہے اس کے لیے جو ہمارا ہو، اور ہم جس کے ہوئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں: جب موٹی آنکھوں والی حوریں یہ بات کہیں گی تو دنیا کی مؤمن عورتیں انہیں یہ جواب دیں گی کہ: ہم نماز پڑھنے والیاں ہیں، تم نے تو کبھی نماز نہیں پڑھی۔ ہم روزہ رکھنے والیاں ہیں، تم نے تو کبھی روزہ نہیں رکھا۔ ہم وضو کرنے والیاں ہیں، تم

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

نے وضو نہیں کیا۔ ہم صدقہ کرنے والیاں ہیں، تم نے کبھی صدقہ نہیں کیا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: بخدا! وہ دنیا والیاں ان پر غالب آ گئیں۔

اور محمد بن کعب قرظیؒ فرمایا کرتے تھے: قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں؛ اگر موٹی آنکھوں والی حوروں میں سے کوئی حور اوپر سے اپنا کنگن ظاہر کر دے، تو اس کا نور چاند سورج کے نور پر غالب آ جائے گا، پھر اس حور کا حال کیا ہوگا جو سر تا پا آراستہ اور منور ہو؟ اسی طرح ان کپڑوں اور زیورات سب کا حال ہوگا کہ ان کا نور اور چمک دمک سورج کی روشنی پر غالب ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: جنت میں ایسی حور ہوگی جسے ''عَینآء'' کہا جاتا ہوگا، وہ جب چلے گی تو اس کے دائیں بائیں ستر ستر ہزار غلام چلیں گے، اور وہ یہ کہتی ہوگی کہ: کہاں ہیں اچھی باتوں کا حکم دینے والے، اور بری باتوں سے روکنے والے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ: جنت میں ایک حور ہوگی جسے ''لُعبَہ'' کہا جائے گا، اگر وہ کھاری سمندر میں تھوک دے تو اس کا تمام پانی میٹھا ہو جائے۔ اس کے سینے پر لکھا ہوگا: جس کو یہ پسند ہو کہ اسے مجھ جیسی حور ملے تو اسے میرے پروردگار عز وجل کی عبادت کرنا چاہیے۔

اسراء اور معراج کی حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسراء والی رات ایک حور کی تعریف فرمائی، اور فرمایا کہ: میں نے اس کی پیشانی کو چاند کی طرح روشن دیکھا، اس کی لمبائی ایک ہزار تیس گز تھی، اس کے سر میں سو لٹیں بندھی تھیں، ہر لٹ کے درمیان ستر ہزار گیسو تھے جو چودھویں رات کے چاند سے زیادہ روشن تھے۔ اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کی پازیب موتیوں اور مختلف قسم کے جواہرات سے جڑی ہوئی تھی۔ اس کی پیشانی پر دو سطریں موتی اور جواہرات سے لکھی ہوئی تھی، پہلی سطر میں لکھا تھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور دوسری میں لکھا تھا کہ: جو مجھ جیسی حسینہ کو حاصل کرنا چاہے، اسے میرے پروردگار کی فرمانبرداری کرنا چاہیے۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: اے محمد! یہ اور اس جیسی حوریں آپ کی امت کے لیے ہیں، آپ کو مبارک ہو، اور اپنی امت کو بھی یہ خوشخبری دیدیجئے، اور انہیں حکم دیجئے کہ وہ اللہ جل شانہٗ کی خوب اطاعت کی کوشش کریں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: موٹی موٹی آنکھوں والی حوروں میں سے ایک حور ایسی ہوگی کہ اس کی پنڈلی کی ہڈی کا گوشت اور ہڈی ستر (۷۰) پوشاکوں کے اندر سے اس طرح نظر آئے گی جس طرح سرخ شربت سفید گلاس میں سے نظر آتا ہے۔

اور حضرت حیّان بن ابی جبلہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: دنیا کی عورتوں میں سے جو جنت میں داخل ہوں گی وہ ان حوروں سے بڑے درجہ والی ہوں گی، اس لیے کہ دنیا میں انہوں نے اللہ جل شانہٗ کی رضا کے لیے عبادت اور نیکیاں کی تھیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اہلِ جنت دنیا کی عورتیں موٹی موٹی آنکھوں والی حوروں سے ستر ہزار گنا زیادہ بہتر ہوں گی۔

## موٹی موٹی آنکھوں والی حوروں کا مہر اعمالِ صالحہ ہے

ارشادِ ربانی ہے: ﴿وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ

رُزِقۡنَا مِنۡ قَبۡلُ ﴾ اور ان لوگوں کو خوش خبری سنا دیجئے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے کہ ان کے لیے جنت کے باغ ہیں، ان کے نیچے دریا بہہ رہے ہوں گے، انہیں جب کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا تو وہ بول اُٹھیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو ہمیں اس سے پہلے مل چکا ہے۔ اور انہیں وہ دیا ہی جائے گا جو اس سے ملتا جلتا ہوگا۔ اور ان کے لیے پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ ان جنتوں میں ہمیشہ کے لیے ہوں گے۔

حکیم ترمذی نوادرالاصول میں حضرت ابومسعود غفاریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ: کوئی شخص ایسا نہیں جو رمضان کا ایک روزہ رکھے مگر یہ کہ اس کی شادی ایک موٹی آنکھوں والی حور سے کھوکھلے موتی کے خیمہ میں کرائی جائے گی۔ اور جس کی توثیق اللہ جل شانہٗ نے اپنے اس فرمان میں کی ہے:

﴿حُوۡرٌ مَّقۡصُوۡرٰتٌ فِی الۡخِیَامِ ۚ﴾ گورے رنگ والیاں خیموں میں محفوظ ہوں گی۔ ان میں سے ہر حور پر ستر پوشاکیں ہوں گی، کوئی پوشاک دوسرے سے مشابہ نہ ہوگی۔ ستر قسم کی خوشبوئیں دی جائیں گی، جن میں سے ہر ایک دوسرے سے مختلف ہوگی۔ ان میں ہر عورت کو سرخ یاقوت کی ایسی ستر مسہریاں ملیں گی جو موتیوں سے جڑی ہوئی ہوں گی، ہر مسہری پر ستر بچھونے ہوں گے، ہر بچھونے پر مزین اور آراستہ تخت ہوگا، ان میں سے ہر عورت کو اس کی خدمت وضروریات پوری کرنے کے لیے ستر ہزار خادمائیں اور ستر ہزار خادم ملیں گے، ہر خادم کے پاس سونے کا ایک پیالہ ہوگا جس میں مختلف قسم کے کھانے ہوں گے، ان میں سے ہر ایک کا ایسا منفرد ذائقہ اور لذت ہوگی جو دوسرے کی نہیں۔ اس حور کے شوہر کو بھی اتنا ہی کچھ دیا جائے گا، وہ سرخ یاقوت کی مسہری پر ہوگا، اس نے سونے کے دو کنگن پہنے ہوں گے جن میں سرخ یاقوت ہوں گے۔ یہ اعزاز ہر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اُس روزے پر ہوگا جو انسان نے رمضان کے مہینے میں رکھا ہوگا اور نیکیوں کے علاوہ۔

اور پہلے ترمذی کی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ فرمانِ مبارک گزر چکا ہے کہ: موٹی موٹی آنکھوں والی بہتّر (۷۲) حوروں سے شہید کی شادی کرائی جائے گی

حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: مسجدوں میں جھاڑو دینا موٹی موٹی آنکھوں والی حوروں کا مہر ہے۔

حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ مسجد سے کوڑا کرکٹ نکالنا حورِعین کا مہر ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: تم میں سے ایک شخص فلاں بن فلاں کی بیٹی سے شادی کرنے کے لیے اتنی بڑی رقم خرچ کرتا ہے، اور ایک لقمے، ایک کھجور اور ایک ٹکڑے کے بدلے حاصل ہونے والی حورِعین کو چھوڑ دیتا ہے؟

امام سحنون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ: مصر میں سعید نامی ایک شخص تھا، ان کی والدہ بڑی نیک وصالحہ تھیں، ان کے بیٹے رات کو ان کی امامت کیا کرتے تھے، جب ان پر نیند کا غلبہ ہوتا اور وہ اونگھنے لگتے تو ان کی والدہ ان سے کہتیں: اے سعید! وہ شخص سوتا نہیں جسے دوزخ کی آگ کا ڈر ہو، اور جو خوبصورت حوروں کو پیغامِ نکاح بھیجنا چاہتا ہو۔ یہ سن کر وہ مرعوب اور دہشت زدہ ہو کر جاگ جاتے۔

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حور کو خواب میں دیکھا، اس سے پوچھا: تم کس کی ہو؟ اس نے کہا: ان کی جو رات میں اس وقت تہجد پڑھتے ہیں جب سب پڑے ہوئے سوتے ہیں۔

ایک صاحب نے ایک نہایت حسین وجمیل حور کو دیکھ کر اس سے کہا: تم کس کی ہو؟ اس نے کہا: جو چار ہزار مرتبہ قرآنِ پاک کو ختم کرے۔ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اس شخص کا اس دن انتقال ہوا جس دن اس نے چار ہزار قرآنِ پاک مکمل کر لیے۔ وہ پرانی مَشک کی طرح لاغر اور دبلے ہو گئے تھے۔

شیخ نصر القاری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: ایک دن مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا، میں تہجد نہ پڑھ سکا، میں نے خواب میں ایک خوبصورت لڑکی دیکھی، میں نے اس سے زیادہ حسین لڑکی کبھی نہ دیکھی تھی، اس کے پاس ایک پرچہ تھا جس میں کچھ لکھا ہوا تھا، اس نے مجھ سے کہا: شیخ صاحب! کیا آپ پڑھ سکتے ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ اس نے مجھے وہ کاغذ دیا جس میں اشعار لکھے ہوئے تھے، جن کا ترجمہ یہ ہے: ''تمہیں لذات اور خواہشات نے جنت الفردوس اور پھلوں سے لدے ہوئے گچھوں سے غافل بنا دیا۔ نیند کی لذت نے ایسی بہترین زندگی سے غافل کر دیا جو حسیناؤں کے ساتھ جنت کے بالا خانوں میں ملے گی۔ اُٹھو! اپنی نیند سے جاگ جاؤ؛ اس لیے کہ تہجد میں قرآنِ کریم کی تلاوت سونے سے بہت بہتر ہے۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: میرا ایک معمول تھا جسے میں ہر رات پڑھا کرتا تھا۔ نیند کی وجہ سے ایک رات اُسے نہ پڑھ سکا، اور سو گیا۔ خواب میں ایک لڑکی آئی جو نہایت خوبصورت ترین تھی، اس کے ہاتھوں میں ایک پرچہ تھا، اس نے مجھ سے کہا: آپ پڑھ سکتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ اس نے وہ پرچہ مجھے دیا، اس میں اشعار لکھے ہوئے تھے جن کا ترجمہ یہ ہے: ''تجھے سونے نے آرزوؤں کے حاصل کرنے سے روک دیا، اور جنت کی ان رہنے والیوں سے جہاں تم ہمیشہ ہمیش رہو گے، اس میں موت کبھی نہیں آئے گی، اور حسیناؤں کے ساتھ خیموں میں مزے کرتے رہو گے۔ تم نیند سے جاگو، اس لیے کہ سونے سے تہجد میں قرآنِ کریم پڑھنا بہت بہتر ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

# حوریں کس چیز سے پیدا کی گئیں

روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ: حورِعین کس چیز سے پیدا کی گئی ہے؟ فرمایا: تین چیزوں سے؛ ان کا نچلا حصہ مُشک سے بنا ہے، درمیانی حصہ عنبر سے، اور اوپر کا حصہ کافور سے۔ ان کے بال اور ابروئیں (بھویں) نور میں ایک سیاہ لکیر ہے۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے عرض کیا کہ: اے جبرئیل! آپ مجھے بتلایئے کہ اللہ تعالیٰ حورِعین کو کیسے پیدا فرمائیں گے؟ فرمایا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اللہ جل شانہٗ نے انہیں عنبر اور زعفران کی ٹہنیوں سے پیدا کیا ہے، ان پر خیمے لگے ہیں، سب سے پہلے ان کی جو چیز پیدا ہوگی وہ خوشبودار اور سفید مُشک کا سینہ ہوگا، اس پر سارا جسم بنے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ: اللہ جل شانہٗ نے حورِعین کو ان کے پاؤں کی انگلیوں سے گھٹنے تک زعفران سے پیدا کیا ہے، اور گھٹنے سے سینے تک خوشبودار مشک سے، اور سینہ سے گردن تک عنبرِ اشہب سے، اور گردن سے سر تک سفید کافور سے۔ ان پر ستر ہزار پوشاکیں گلِ لالہ کی طرح ہوں گی۔ جب وہ سامنے آئے گی تو اس کا چہرہ روشن نور سے ایسا چمکے گا جیسے دنیا والوں کے لیے سورج چمکتا ہے، اور ان کے کپڑوں اور کھال کی باریکی کی وجہ سے اس کا جگر اور کلیجی نظر آئے گی۔ اس کے سر میں ستر ہزار گیسو (لٹیں) ہوں گے۔ اس کے پاس ایک خادمہ ہوگی جو اس کا دامن اُٹھا کر چلے گی اور یہ کہتی ہوگی: یہ ثواب ہے اولیاء کا، بدلہ ہے اس کا جو آپ اعمالِ صالحہ کیا کرتے تھے۔ اس لیے اے بھائیو! نیک اعمال کیا کرو اور اعمال سے تنگ دل

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

مت ہو، اس لیے کہ اس عظیم جزا کو سننے کے بعد جو اعمالِ صالحہ سے تنگ ہوا، اس سے چوپائے بھی زیادہ بہتر ہیں۔

## دنیا میں جو کنواری سے شادی کرے گا وہ آخرت میں اس کی بیوی بنے گی

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بیوی اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا کو بہت مارا کرتے تھے، ایک روز ان کی اجازت کے بغیر وہ گھر سے نکلی تو انہوں نے اس کی سوکن کے بال سے ان کے بال باندھ کر انہیں خوب مارا۔ ان کی سوکن کی ناک اسماء سے زیادہ اچھی تھی اس لیے اسماء کو اور زیادہ مار پڑی۔ انہوں نے اپنے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے شکایت کی۔ انہوں نے کہا: بیٹی! صبر کرو، اس لیے کہ زبیر نیک آدمی ہیں، ہوسکتا ہے کہ جنت میں وہ تمہارے شوہر بنیں۔ اور فرمایا کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کنواری سے شادی کرے تو جنت میں بھی اس سے شادی کرے گا۔

امام ابوبکر بن عربی رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر کسی عورت کی کئی مردوں سے شادی ہوئی ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس بارے میں یہ مروی ہے کہ: اُسے ان شوہروں کے بارے میں اختیار دیا جائے گا، جس شوہر کو وہ پسند کرے گی اس کی بن جائے گی۔

ایک روایت میں ہے: حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ تمہیں اور مجھے جنت میں جمع کر دے اور تم یہ چاہو کہ تم وہاں بھی میری بیوی بنو تو میرے بعد کسی سے شادی مت کرنا، اس لیے کہ جنت میں عورت آخر والے شوہر کی ہوگی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا کو پیغام نکاح بھیجا، انہوں نے شادی سے انکار کردیا اور فرمایا کہ: میں نے ابودرداء کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ: آخرت میں عورت سب سے بعد والے شوہر کی ہوگی، اس لیے تم میرے بعد شادی نہ کرنا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! اگر کسی عورت کے دنیا میں دو شوہر ہوئے ہوں، پھر دونوں مر جائیں اور دونوں جنت میں ہوں تو عورت پہلے شوہر کو ملے گی یا بعد والے کو؟ فرمایا: دونوں میں سے جو اس کے ساتھ دنیا میں اچھے اخلاق سے پیش آنے والا ہوگا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ام حبیبہ! حسنِ اخلاق دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی لے گیا۔ اس لیے اے برادرانِ اسلام! دنیا میں اپنی بیویوں کے ساتھ اپنے اخلاق اچھے بنائیے، تاکہ وہ آخرت میں بھی آپ کو مل سکے۔

## جنت میں ہر نعمت دائمی اور ابدی ہوگی
## نہ وہ پرانی ہوگی اور نہ اس کو فنا اور زوال ہوگا

امام مسلم حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جنت میں ایک پکارنے والا آواز دے گا کہ تمہارے لیے ہمیشہ صحت وتندرستی ہے، تم کبھی بیمار نہ ہوگے۔ تمہارے لیے اس میں ہمیشہ حیات ہے، کبھی مروگے نہیں۔ تم ہمیشہ جوان رہوگے، کبھی بوڑھے نہ ہوگے۔ ہمیشہ نعمت میں رہوگے، کبھی خستہ حال نہ ہوگے۔ یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد:

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

﴿وَنُوۡدُوۡۤا اَنۡ تِلۡكُمُ الۡجَنَّةُ اُوۡرِثۡتُمُوۡهَا بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ۝۴۳﴾ (الاعراف) اور انہیں نداء دی جائے گی کہ یہی وہ جنت ہے جس کے اب تم وارث ہوگئے بعوض اس کے جو تم کرتے رہے۔اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانِ مبارک پہلے گذر چکا ہے کہ جو جنت میں داخل ہوگا وہ ہمیشہ نعمتوں میں رہے گا کبھی خستہ حال نہیں ہوگا، نہ کپڑے پرانے ہوں گے، نہ جوانی ختم ہوگی۔اور حورِ عین کا یہ قول بھی کہ: ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں، کبھی ختم نہ ہوں گی۔

## جنتی عورت دنیا والے اپنے شوہر کو دنیا ہی میں دیکھتی ہے

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ: اہلِ جنت کی عورت سے کہا جائے گا کہ کیا تم یہ پسند کرتی ہو کہ ہم تمہیں دنیا والا تمہارا شوہر دکھادیں؟ وہ کہے گی: جی ہاں۔ چناں چہ حجابات ہٹا دیئے جائیں گے، اور اس عورت اور دنیاوی مرد کے درمیان دروازے کھول دیئے جائیں گے، یہاں تک کہ وہ اسے دیکھ اور پہچان لے گی، اس سے آنکھوں آنکھوں میں معاہدہ کرے گی، یہاں تک کہ وہ اس کے آنے کو بہت بعید سمجھے گی، اور اس کی ملاقات کی ایسی مشتاق ہوگی جیسی دنیاوی عورت اپنے سفر پر گئے ہوئے غائب شوہر سے ملاقات کی مشتاق ہوتی ہے۔

بعض مرتبہ یوں ہوتا ہے کہ اس مرد اور اس کی دنیاوی بیوی کے درمیان کوئی لڑائی جھگڑا ہو جاتا ہے جو دنیا میں زن و شوہر میں ہوتا ہی رہتا ہے، اور دنیاوی عورت اس مرد سے ناراض ہوگی تو یہ جنت والی بیوی پر بڑا شاق گزرے گا، اور وہ اس سے کہے گی کہ ہلاکت ہو تیرے لیے؛ اسے تکلیف مت پہنچا، وہ تیرے ساتھ چند راتوں کا مہمان ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس معنیٰ کی حدیث روایت کی ہے کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دنیا میں کوئی عورت اپنے شوہر کو ایذاء پہنچاتی ہے تو اس کی حورِعین والی بیوی کہتی ہے: اُسے تکلیف مت دے، خدا تمہارا بیڑا غرق کرے، وہ تو تمہارے پاس چندرات کا مہمان ہے، قریب ہے کہ تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آجائے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح دنیاوی عورتیں بیوی ہوتی ہیں اسی طرح حوریں بھی بیوی بنیں گی۔

## جنت کے پرندوں، گھوڑوں اور اونٹوں کا بیان

امام ترمذی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہرِ کوثر کے پانی کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ: یہ جنت کی ایک نہر ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے، جو دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ شیرین ہوگی۔ اس میں ایسے پرندے ہوں گے جن کی گردنیں بختی اونٹوں کی طرح ہوں گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ تو بڑے مزے کے ہوں گے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان کے کھانے والے ان سے زیادہ اچھے ہوں گے۔

ثعلبی کی ایک روایت میں ہے کہ: جنت میں ایسے پرندے ہوں گے جن کی گردنیں بختی اونٹ کے برابر ہوں گی۔ وہ اللہ جل شانہ کے ولی کے ہاتھ میں اِدھر سے اُدھر پھرتے ہوں گے۔ ان میں سے ایک کہے گا: اے اللہ کے ولی! تم عرش کے نیچے سبزے میں پھرے اور عینِ تسنیم سے پانی پیا، اب مجھے بھی کھالو۔ چناں چہ یہ پرندہ اس کے سامنے رہے گا یہاں تک کہ اس کے دل میں آئے گا کہ کھالوں۔ وہ اس کے سامنے مختلف قسم کے کھانے بن جائے گا (یعنی وہ پرندہ خود بخود مختلف شکلوں میں بن جائے گا جیسے کباب، کوفتہ وغیرہ) وہ اس سے حسبِ خواہش کھائے گا، جب اس کا پیٹ بھر جائے گا تو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

پرندے کی ہڈیاں جمع ہوں گی، پھر وہ اُڑ کر جنت میں جہاں چاہے گا چرنے لگے گا

امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: کیا جنت میں گھوڑے ہوں گے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اگر تمہیں جنت میں داخل فرمادیا، تو تم اگر یہ چاہو گے کہ سرخ یاقوت کے گھوڑے پر سواری کرو، اور وہ تمہیں جہاں تم چاہو لے کر اُڑے؛ تو ایسا ہو جائے گا۔

حضرت بریدہؓ نے فرمایا کہ: آپ سے ایک اور صاحب نے سوال کیا کہ: اے اللہ کے رسول! کیا جنت میں اونٹ ہوں گے؟ فرمایا: آپ نے ان کو وہ جواب نہ دیا جو دوسرے کو دیا تھا۔ یہ فرمایا کہ: اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں جنت میں داخل فرمادیا تو وہاں سب کچھ ملے گا جو تمہارا نفس چاہے گا اور آنکھ کو بھلا معلوم ہوگا۔

صحیح مسلم میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ایک صاحب نکیل والی اونٹنی لائے اور عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول! اسے اللہ کے راستہ میں دیتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز تمہیں اس کے بدلے میں سات سو نکیل والی اونٹنیاں ملیں گی۔

حضرت حسن بصریؒ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت نقل کرتے تھے کہ: جنت میں جو سب سے کم درجے کا جنتی ہوگا وہ دس لاکھ ایسے لڑکوں کے ساتھ ہوگا جو اس کے ساتھ ہمیشہ رہنے والے خادم ہوں گے۔ یہ سرخ یاقوت کے گھوڑے پر ہوگا، اس گھوڑے کے سونے کے پر ہوں گے، جب تم وہاں دیکھو گے تو نعمتوں اور بڑی حکومت کو دیکھو گے۔

حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے، فرمایا: اہلِ جنت کی نعمتوں میں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

سے یہ ہوگا کہ وہ سواریوں اور اونٹنیوں پر ایک دوسرے کی زیارت کریں گے۔ جمعہ کے روز انہیں ایک ایسا گھوڑا دیا جائے گا جو زین اور لگام والا ہوگا، وہ لید نہیں کرے گا، نہ پیشاب۔ یہ اس پر سوار ہوں گے، جہاں چاہیں گے وہاں چلے جائیں گے۔

## دنبے اور بکرے کا جنت کے چوپایوں میں سے ہونے کا بیان

بزار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ: بکری کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا کرو، اور اس سے تکلیف دہ چیز کو دور کیا کرو، اس لیے یہ جنت کے چوپایوں میں سے ہے۔

اور ابن ماجہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: دنبہ جنت کے چوپایوں میں سے ہے۔

## جنت میں کم سے کم تر اور اعلیٰ سے اعلیٰ تر درجے والے کو کیا کچھ ملے گا؟

امام مسلم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے سوال کیا کہ اے رب! جنت میں سب سے کم درجے والے کو کیا ملے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب اہلِ جنت جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ایک شخص آئے گا، حق جل جلالہٗ اس سے فرمائیں گے کہ جنت میں داخل ہو جا۔ وہ کہے گا: پروردگار! کیسے جاؤں؛ وہاں تو سب لوگ اپنی اپنی جگہ پکڑ چکے ہیں، اور اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ گئے ہیں۔ اس سے کہا جائے گا: کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ تجھے اتنا دیا جائے جتنا دنیا کے بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ کے پاس ہوتا ہے؟ وہ کہے گا: اے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

رب! بالکل ٹھیک ہے، مجھے منظور ہے۔ ارشاد ہوگا: تجھے یہ اور اتنا ہی اور، اتنا اور، اتنا اور دیا جاتا ہے، وہ پانچویں مرتبہ میں کہے گا: اے پروردگار! مجھے منظور ہے، ارشاد ہوگا: تجھے یہ، اور اس کا دس گنا اور زیادہ دیا جاتا ہے، اور تجھے وہ بھی ملے گا جو تیرا نفس چاہے، اور تیری آنکھوں کو بھلا معلوم ہو۔ وہ کہے گا: اے پروردگار! میں خوش ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے رب! سب سے اعلیٰ درجے والے کو کیا ملے گا؟ فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن کا میں نے اعزاز کیا، ان کے اکرام کا سامان میں نے خود اپنے دستِ قدرت سے بنایا ہے، اور اس پر مُہر لگادی، پس نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے اس کے بارے میں سنا، اور نہ کسی دل پر اس کا گزر ہوا۔

صحیح بخاری میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں جنتیوں میں سب سے اخیر میں داخل ہونے والے اور دوزخیوں میں سب سے اخیر میں دوزخ سے نکلنے والا شخص وہ ہوگا جو وہاں سے گھسٹتا ہوا نکلے گا، اس سے اس کا پروردگار کہے گا: جاؤ! جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ کہے گا: یارب! جنت تو بھری ہوئی ہے۔ وہ اس سے تین مرتبہ یہ بات فرمائیں گے۔ وہ تینوں مرتبہ یہی کہے گا کہ پروردگا! جنت بھری ہوئی ہے۔ فرمائیں گے: تجھے دنیا کا دس گنا دیا جاتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جنتیوں میں سب سے کم درجے والا شخص وہ ہوگا جسے سات محل ملیں گے، ایک محل سونے کا، ایک چاندی کا، ایک موتی کا، ایک زمرّد کا، ایک یاقوت کا، ایک وہ جسے نگاہیں نہ پاسکیں۔ اور ایک محل عرش کے رنگ کا۔ اور ہر محل میں ایسے ایسے زیورات پوشاک اور حورِ عین ہوں گی جسے اللہ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اور پہلے یہ گزر چکا ہے کہ جنت میں سب سے کم درجے والا وہ ہوگا جو دس لاکھ خادموں کے ساتھ ہوگا۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جنت میں سب سے کم درجے کا وہ شخص ہوگا جو اپنے باغات نعمتوں، خادموں اور مسہریوں کو ایک ہزار سال کی مسافت تک دیکھے گا، اور اللہ تعالیٰ کے یہاں معزز و مکرم وہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے چہرۂ انور کو صبح و شام دیکھے گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیتِ کریمہ تلاوت کی: ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿٢٢﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿٢٣﴾﴾ کتنے ہی چہرے اس روز ہشاش بشاش ہوں گے، اور اپنے پروردگار کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ جنت میں سب سے کم درجے والا وہ ہوگا جس کے پاس اسّی ہزار خادم اور بہتّر (۷۲) بیویاں ہوں گی۔ اور اس کے لیے موتیوں زبرجد اور یاقوت کا اتنا بڑا ایک قبہ بنایا جائے گا جتنی جابیہ سے صنعاء مسافت ہے (جابیہ شام میں ہے، اور صنعاء یمن میں ہے) حضرت مجاہد فرمایا کرتے تھے: جنت میں سب سے کم درجے والا وہ شخص ہوگا جو اپنی مملکت میں ہزار سال چل سکے گا، وہ دور کے حصے کو اس طرح دیکھے گا جس طرح قریب والے کو دیکھتا ہے۔ اور جنتیوں میں سب سے برتر وہ ہوگا جو اپنے پروردگار کو صبح و شام دیکھے گا۔

## اللہ جل شانہٗ کی رضا کا پروانہ جنتیوں کے لیے جنت کی تمام نعمتوں سے افضل ہے

امام بخاری حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اہلِ جنت سے فرمائیں گے: اے اہلِ جنت! وہ کہیں گے: اے پروردگار! ہم حاضر ہیں، تمام خیر و بھلائی آپ ہی کے دستِ قدرت میں ہے۔ ارشاد ہوگا: کیا تم خوش ہو گئے؟ وہ کہیں گے: اے پروردگار! ہم کیوں خوش نہ ہوں جبکہ آپ نے ہمیں وہ کچھ عطا فرما دیا ہے جو اپنی مخلوق میں کسی کو عطا نہیں فرمایا؟ ارشاد ہوگا: کیا میں تمہیں اس سے افضل واعلیٰ چیز نہ دوں؟ وہ کہیں گے: اے پروردگار! اس سے افضل واعلیٰ کیا چیز ہے؟ فرمائیں گے: میں تم سے راضی ہو جاؤں گا پھر اس کے بعد کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔

## اللہ جل شانہٗ کا دیدار جنتیوں کو تمام نعمتوں سے زیادہ محبوب ہوگا

امام مسلم وغیرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جب اہلِ جنت جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے: کیا تمہیں کچھ چاہیئے تاکہ میں اور دے دوں؟ وہ کہیں گے: کیا آپ نے ہمارے چہرے روشن نہیں کئے ہیں؟ کیا آپ نے ہمیں جنت میں داخل نہیں فرمایا؟ اور جہنم سے چھٹکارا عطا نہیں فرمایا؟ فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ ان سے حجاب دور کر دیں گے، چناں چہ انہیں کوئی چیز اس سے زیادہ محبوب نہیں دی گئی ہوگی، وہ اپنے پروردگار کا دیدار کریں گے۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ: پھر ارشاد باری تعالیٰ ہوگا: ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ط﴾ جو لوگ نیکی کرتے رہے ان کے لیے بھلائی ہے، اور اس کے علاوہ بھی۔

ابوداود طیالسی کی روایت میں ہے کہ: جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو ایک پکارنے والا جنتیوں کو پکارے گا: کہ اللہ جل شانہٗ کے پاس تمہارے لیے ایک وعدہ ہے جسے وہ پورا کرنا چاہتا ہے۔ وہ کہیں گے: کیا اللہ تعالیٰ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

نے ہمارے چہرے روشن نہیں کیے؟ ہمارے اعمال نامے کو بھاری نہیں کیا؟ ہمیں دوزخ سے پناہ نہیں دی؟ فرمایا: پھر حجاب ہٹا دیئے جائیں گے اور وہ اللہ جل شانہٗ کا دیدار کریں گے۔ بخدا! اللہ جل شانہٗ نے اُنہیں اپنے دیدار سے زیادہ محبوب ترین اور آنکھوں کو ٹھنڈی کرنے والی کوئی چیز عطا نہیں کی ہوگی۔

حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درجِ ذیل آیت کے بارے میں پوچھا گیا: ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ﴾ جو لوگ نیکی کرتے رہے، ان کے لیے بھلائی ہے اور زیادتی ہے۔ فرمایا کہ: ''اَحْسَنُوْا'' سے دنیا میں اعمالِ صالحہ کرنا مراد ہے، اور ''اَلْحُسْنٰى'' جنت ہے، اور ''زِيَادَةٌ'' سے مراد اللہ تعالیٰ کے چہرۂ انور کی زیارت ہے۔

ایک روایت میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے بصرہ کے منبر پر فرمایا: اللہ جل شانہٗ قیامت کے دن جنتیوں کے پاس ایک فرشتہ بھیجیں گے، وہ کہے گا کہ: اللہ تعالیٰ نے تم سے جو وعدہ فرمایا تھا؛ وہ پورا کر دیا؟ وہ دیکھیں گے تو انہیں وہ زیورات، پوشاکیں، پھل، نہریں اور پاکیزہ بیویاں نظر آئیں گی۔ وہ کہیں گے: جی ہاں! اللہ جل شانہٗ نے ہم سے جو وعدہ فرمایا تھا وہ پورا فرما دیا۔ فرشتہ کہے گا: کیا تمہارے رب نے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا فرما دیا؟ تین دفعہ یہ بات کہے گا۔ وہ اس کے کئے ہوئے وعدوں میں سے کوئی چیز غیر موجود نہیں پائیں گے۔ وہ کہیں گے: جی ہاں! پورا کر دیا۔ وہ کہے گا: تمہارے لیے ایک چیز باقی رہ گئی ہے۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: جن لوگوں نے اچھے کام کئے ان کے لیے ''حُسْنٰى'' ہے اور اس پر اضافہ بھی ہے۔ سن لو! ''اَلْحُسْنٰى'' جنت ہے، اور زیادتی سے مراد اللہ جل شانہ کے چہرۂ انور

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کی زیارت ہے۔

امام قرطبیؒ نے فرمایا کہ صحیح روایات میں آتا ہے کہ: اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں کے سامنے تجلی فرمائیں گے تو اس کی آنکھوں سے پردے ہٹا دیں گے، جب وہ دیدارِ خداوندی کریں گے تو نہریں بہنے، درخت لہلانے، تخت اور بالا خانہ چر چرانے لگیں گے، اور بہنے والے چشمے ترنم پیدا کریں گے، ہوائیں چلنے لگیں گی، گھروں اور محلات میں خوشبودار مُشک اور کافور اُگ آئے گا، پرندے چہچہانے لگیں گے، اور موٹی موٹی آنکھوں والی حوریں جھانکنے لگیں گی۔

مسلم کی حدیث میں ہے کہ: لوگوں کو ان کے پروردگار کے دیدار کے درمیان کبریائی اور عظمت کی وہ چادر حائل ہوگی جو اس نے جنتِ عدن میں اپنے چہرۂ انور پر ڈالی ہوگی۔

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ: چادر سے مراد وہ حجاب ہے جو اس ذات کے احاطہ سے مانع ہے، اس لیے کہ یہ وہ حجاب ہے جس کا ہٹانا کبھی درست نہیں، اس لیے کہ اگر وہ اُٹھ گیا تو لوگ اپنے پروردگار کو پہچان لیں گے کہ وہ کیسا ہے، جو محال ہے۔

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے، آپ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھ کر فرمایا: تم اپنے پروردگار کو اپنی آنکھوں سے اسی طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو بلا کسی روک ٹوک کے دیکھ رہے ہو، لہٰذا اگر تم یہ کر سکتے ہو کہ اس نماز کا اہتمام کرلو جو طلوعِ آفتاب سے پہلے اور غروب سے پہلے ہے تو ایسا کرلو (یعنی فجر اور عصر) پھر آپ نے یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی: ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

الْغُرُوْبِ﴿۳۹﴾ اور اپنے پروردگار کی تسبیح کرتے رہو حمد کے ساتھ آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب سے پہلے۔

## سب سے کم درجے والا اور سب سے اونچے درجے والا کون؟

۱۸۸۳:-وعن المغيرةِ بن شعبة-رضى الله عنه-عن رسُولِ الله ﷺ قال:((سأَلَ مُوسٰى ﷺ رَبَّهُ: ما أَدْنَى أَهْلِ الجَنّةِ مَنْزِلَةً؟ قال: هُوَ رَجُلٌ يَجِيءُ بَعْدَ مَا أُدْخِلَ أَهْلُ الجَنّةِ الجَنّةَ. فَيُقَالُ لَهُ: ادْخُلِ الجَنّةَ. فَيَقُولُ: أَيْ رَبِّ! كَيْفَ وَقَدْ نَزَلَ النَّاسُ مَنَازِلَهُمْ، وأَخَذُوا أَخَذَاتِهِمْ؟ فَيُقَالُ لَهُ: أَتَرْضَى أَنْ يَكُونَ لَكَ مِثْلُ مُلْكِ مَلِكٍ مِنْ مُلُوكِ الدُّنْيَا؟ فَيَقُولُ: رَضِيتُ رَبِّ. فَيَقُولُ: لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ. فَيَقُولُ فِي الخَامِسَةِ: رَضِيتُ رَبِّ. فَيَقُولُ: هٰذَا لَكَ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهِ، وَلَكَ مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ، وَلَذَّتْ عَيْنُكَ. فَيَقُولُ: رَضِيتُ رَبِّ. قَالَ: رَبِّ فَأَعْلَاهُمْ مَنْزِلَةً؟ قَالَ: أُولٰئِكَ الَّذِينَ أَرَدْتُ، غَرَسْتُ كَرَامَتَهُمْ بِيَدِي، وَخَتَمْتُ عَلَيْهَا، فَلَمْ تَرَ عَيْنٌ، وَلَمْ تَسْمَعْ أُذُنٌ، وَلَمْ يَخْطُرْ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ)). (رواہ مسلم)

**ترجمہ**:- حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام نے اپنے پروردگار سے سوال کیا کہ جنتیوں میں سب سے کم درجے والا کون ہے؟ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کہ وہ ایک ایسا آدمی ہے جو تمام جنتیوں کے جنت میں داخل ہو چکنے کے بعد آئے گا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو کہا جائے گا کہ: جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ اس کے جواب میں عرض کرے گا: باری تعالیٰ! میں کیسے جاؤں جبکہ سب لوگ اپنے اپنے ٹھکانوں پر قابض ہو چکے ہیں اور ہر ایک نے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اپنے حصے پر قبضہ کرلیا ہے (گویا اب وہاں کچھ بچا نہیں ہے، سب بھر گیا ہے) اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بندے سے پوچھا جائے گا: اچھا! دنیا کے بادشاہوں میں کسی بادشاہ کے پاس جو سلطنت تھی اتنا ملک تجھے دیا جائے؛ تو کیا تو اس پر راضی ہے؟ وہ کہے گا: جی ہاں! میں اس پر راضی اور خوش ہوں۔ تو باری تعالیٰ کی طرف سے کہا جائے گا: کہ جا! تجھے بادشاہ جیسی سلطنت، اتنا ہی اور، اتنا ہی اور، اتنا ہی اور، اتنا ہی اور (پانچ گنا) دیا جاتا ہے۔ پانچ گنا پر وہ کہے گا: باری تعالیٰ پانچ گنا پر میں راضی ہوں۔ تو باری تعالیٰ کی طرف سے کہا جائے گا: کہ یہ اور اس کا دس گنا دیا جاتا ہے (گویا پچاس گنا ہو گیا) اور پھر یہ بھی کہا جائے گا کہ تیرا جی جتنا چاہے اور تیری آنکھیں جس سے لذت اور خوشی محسوس کریں وہ سب بھی ملے گا۔ اس پر وہ عرض کرے گا کہ: اس پر میں راضی اور خوش ہوں۔

اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باری تعالیٰ سے پوچھا: جنت میں سب سے اونچے درجے والے کو کیا ملے گا؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن کو معزز اور مکرم بنانے کے لیے میں نے اپنے ہاتھ سے ان کا تخم اور بیج ڈالا، اور اس پر میں نے مُہر لگادی، اور کسی آنکھ نے نہ اس جیسی چیز کبھی دیکھی، اور نہ کسی کان نے سنی، اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گزرا (ان کو ایسی ایسی نعمتیں ملیں گی جس کا کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا)۔

# سب سے آخر میں جہنم سے نکلنے والے جنتی کی جنت

۱۸۸۴:-وعن ابن مسعود-رضی اللہ عنہ-قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: ((إِنِّي لأَعْلَمُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجاً مِنْهَا، وَآخِرَ أَهْلِ الجَنَّةِ دُخُولاً الجَنَّةَ. رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ حَبْواً، فَيقُولُ اللهُ- عزوجل- له: اذْهَبْ فادْخُلِ الجَنَّةَ، فَيَأْتِيهَا، فَيُخَيَّلُ إِلَيهِ أَنَّهَا مَلأَى، فَيَرْجِعُ، فيقُولُ: يَارَبِّ وَجَدْتُهَا مَلأَى! فَيَقُولُ اللهُ- عزوجل- له: اذْهَبْ فَادْخُلِ الجَنَّةَ، فيأْتِيهَا، فَيُخيَّلُ إليهِ أَنَّهَا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

مَلأَى، فيَرْجِعُ. فَيَقولُ: يارَبِّ وَجَدْتُهَا مَلأَى، فيقُولُ اللهُ - عز وجل - لَهُ: اذهبْ فَادخُلِ الجَنَّةَ. فَإِنَّ لَكَ مِثْلَ الدُّنيَا وَعشرَةَ أَمْثَالِهَا؛ أَوْ إِنَّ لَكَ مِثْلَ عَشرَةِ أَمْثَالِ الدُّنيَا، فَيقُولُ: أَتَسْخَرُ بِي، أَوْ تَضْحَكُ بِي وَأَنْتَ المَلِكُ))

قال: فَلَقَدْ رَأَيْتُ رسولَ اللهِ ﷺ ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ فَكَانَ يقولُ: ((ذٰلِكَ أَدْنَى أَهْلِ الجَنَّةِ مَنْزِلَةً.)) (متفق عليه)

**ترجمہ:-** حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جہنمیوں میں سے سب سے آخر میں جہنم سے نکلنے والا اور جنتیوں میں سب سے آخر میں جنت میں داخل ہونے والا کون آدمی ہے وہ میں خوب جانتا ہوں۔ وہ آدمی وہ ہوگا جو جہنم سے سرین کے بل گھسٹتا ہوا نکلے گا (جیسے بچہ گھسٹتا ہوا چلتا ہے) جب وہ جہنم سے نکلے گا تو باری تعالیٰ اس سے کہیں گے: جا! جنت میں چلا جا۔ وہ جنت کے پاس پہنچے گا، تو اس کو ایسا نظر آئے گا کہ جنت بالکل بھر چکی ہے۔ وہ وہاں سے واپس آئے گا اور عرض کرے گا: باری تعالیٰ! جنت تو بھر چکی ہے (اس میں جگہ نہیں ہے) باری تعالیٰ پھر سے اس سے کہیں گے کہ: جا! جنت میں چلا جا۔ چناں چہ پھر وہ جنت کے پاس پہنچے گا تو اس کو ایسا محسوس ہوگا کہ جنت بھری ہوئی ہے۔ پھر لوٹے گا اور عرض کرے گا کہ: میں نے تو اس کو بھرا ہوا دیکھا۔ تیسری مرتبہ باری تعالیٰ فرمائیں گے: جا! جنت میں داخل ہو جا۔ تجھے دنیا اور دنیا جیسا دس گنا ملے گا۔ یا یوں فرمایا جائے گا کہ: تجھے دنیا کا دس گنا دیا جاتا ہے۔ تو وہ عرض کرے گا کہ: باری تعالیٰ! آپ تو مالک الملک ہیں اس کے باوجود میرے ساتھ مذاق کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کی یہ بات نقل کرنے کے بعد حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں نے دیکھا کہ آپ اتنے ہنسے کہ آپ کے نوکیلے دانت (کنچلیاں) نظر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

آنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ جنتیوں میں سب سے کم درجے والا ہے (جس کو دنیا کا دس گنا ملے گا۔)

**افادات:۔** آج تو کسی کے پاس ذرا سا کچھ ہو، جیسے پورے بمبئی یا سورت کا مالک نہیں، بلکہ اس کے ایک پورے خطے کا بھی مالک نہیں، بلکہ دو چار بلڈ گوں کا بھی اگر مالک بن جائے جس کی قیمت آج کل کے حساب سے کئی ارب روپے ہو جاتی ہے، تو یوں سمجھا جاتا ہے کہ بہت بڑا آدمی ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جنت کتنی بڑی نعمت ہوگی کہ ادنیٰ جنتی کے لیے پوری دنیا کا دس گنا ہے۔ آج ہم دنیا کے کسی بڑے سے بڑے مالدار کے لیے بھی یہ تصور نہیں کر سکتے کہ وہ پورے سورت کا مالک بن جائے گا، حالاں کہ دنیا کے نقشے میں سورت کی کیا حیثیت ہے؟ دنیا کا نقشہ اُٹھا کر سورت کو ڈھونڈیں گے تو ملے گا بھی نہیں۔

## ‘‘One piece’’ جنت

۱۸۸۵:-وعن أبي موسى رضي الله عنه: أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم قال:((إِنَّ لِلْمُؤْمِنِ فِي الْجَنَّةِ لَخَيْمَةً مِنْ لُؤْلُؤَةٍ وَاحِدَةٍ مُجَوَّفَةٍ طُولُهَا فِي السَّمَاءِ سِتُّونَ مِيلاً. لِلْمُؤْمِنِ فِيهَا أَهْلُونَ يَطُوفُ عَلَيْهِمُ الْمُؤْمِنُ فَلاَ يَرَى بَعْضُهُمْ بَعْضاً)) (متفق عليه)

((المِيلُ)): سِتة آلافِ ذِراعٍ.

**ترجمہ مع تشریح:۔** حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مؤمن کے لیے جنت کے اندر ایک خیمہ ایک ہی کھوکھلے موتی سے بنا ہوا ہوگا (یعنی اس میں کوئی جوڑ لگا ہوا نہیں ہوگا) آسمان میں اس کی لمبائی ساٹھ میل ہوگی (آج اگر کسی کا مکان ایک ہی پیس کا بنا ہوا ہو تو ساری دنیا اس کو دیکھنے جائے گی نا!

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

یہاں تو اس کو ساٹھ میل لمبا ’’One piece‘‘ مکان ملے گا) اس مؤمن کے کئی گھر والے اس میں رہتے ہوں گے (یعنی اس کی کئی بیویاں ہوں گی جو اس مکان میں رہتی ہوں گی) یہ مؤمن ان کے پاس (کبھی اس کے پاس، کسی وقت دوسری کے پاس) جائے گا، لیکن جب کسی کے پاس جائے گا تو دوسرے اس کو نہیں دیکھ سکیں گے (حالاں کہ وہ گھر ایک موتی سے بنا ہوا ہوگا)۔

# جنت کا ایک درخت اور اس کا سایہ!

۱۸۸۶:-وعن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه عن النبيِّ ﷺ قال: إنَّ في الجَنَّةِ شَجَرَةً يَسِيرُ الرَّاكِبُ الجَوَادُ المُضَمَّرُ السَّرِيعُ مِئَةَ سَنَةٍ مَا يَقْطَعُها. (متفق عليه)

ورویاه في الصحيحين أيضاً من رواية أبي هريرة- رضي الله عنه- قال: ((يَسِيرُ الرَّاكِبُ في ظِلِّها مئةَ سَنَةٍ مَا يَقْطَعُها))

**ترجمہ**:- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں ایک درخت ہے، کوئی سوار تیز رفتار تضمیر کئے ہوئے عمدہ گھوڑے کے اوپر سوار ہوکر اس کو پار کرنا چاہے گا تو سو سال تک اس گھوڑے پر چلتا رہے گا تب بھی اس درخت کو پار نہیں کر سکے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس کا سایہ اتنا ہوگا کہ وہ اس سایہ کو سو سال میں بھی پار نہیں کر سکے گا۔

**افادات**:- وہ شجرۂ طوبیٰ ہے جس کی شاخ ہر جنتی کے مکان میں پہنچی ہوئی ہوگی۔

’’تضمیر کیا ہوا گھوڑا‘‘ یعنی اس زمانے میں گھوڑوں کو تیز رفتاری کے لیے ایک خاص انداز سے تیار کیا جاتا تھا۔ وہ اس طرح کہ چالیس دن تک اس کو روزانہ غذا بڑھا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کر کھلائی جاتی تھی، یعنی آج جتنی کھلائی دوسرے دن اس سے زیادہ، تیسرے دن اس سے زیادہ، اس طرح چالیس دن تک اس گھوڑے کو کھلا کر خوب موٹا تازہ بناتے تھے، اس کے بعد اس کو ایک بند مکان میں رکھ کر اس کے اوپر بہت سارے کپڑے ڈال دیتے تھے، پھر اس کی غذا جس طریقے سے بڑھائی تھی اسی طرح سے کم کی جاتی تھی، اور ان کپڑوں کے اس کے اوپر ڈالے ہوئے ہونے کی وجہ سے اس گھوڑے کو خوب پسینہ نکلتا تھا، اس کی وجہ سے وہ گھوڑا ایکدم چھریرے بدن کا ہو جاتا تھا، لیکن وہ اتنا مضبوط ہو جاتا تھا کہ تیز رفتاری میں بہت اعلیٰ بن جاتا تھا۔ ایسا گھوڑا کبھی پیچھے نہیں رہتا تھا، ایسے گھوڑے کو ''مضمر''، تضمیر کیا ہوا کہتے ہیں۔

## جنتیوں کا اپنا الگ بنگلہ ہوگا

۱۸۸۷: -وعنه عن النبيِّ ﷺ قال: ((إِنَّ أَهْلَ الجَنَّةِ لَيَتَرَاءُوْنَ أَهْلَ الغُرَفِ مِن فَوْقِهِمْ كَمَا تَرَاءُوْنَ الكَوْكَبَ الدُّرِّيَّ الغَابِرَ فِي الْأُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ أَوِ الْمَغْرِبِ لِتَفَاضُلِ مَا بَيْنَهُمْ)) قالُوا: يارسول الله! تِلْكَ مَنَازِلُ الْأَنْبِيَاءِ لَا يَبْلُغُها غَيْرُهُمْ؟ قال: ((بَلَى والَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! رِجَالٌ آمَنُوا بِاللهِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِينَ)). (متفق عليه)

**ترجمہ**:- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی روایت ہے کہ نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت والے بالا خانے والوں کو اپنے اوپر ایسا دیکھیں گے جیسا کہ تم لوگ چمکدار ستارے کو مشرق یا مغرب کی اُفق میں دیکھ لیتے ہو (جیسے ایک ستارہ یہاں نظر آتا ہے، دوسرا وہاں نظر آتا ہے ایسے ہی جنت والے دوسرے جنتیوں کے مکانوں کو دیکھیں گے کہ کسی کا مکان وہاں چمکدار نظر آئے گا تو دوسرے کا دوسری طرف چمکے گا۔ گویا فضا میں الگ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

الگ مکانات ہوں گے، روہاؤس ''Row House'' جیسے ملے ہوئے نہیں ہوں گے، بلکہ ہر ایک کا اپنا الگ الگ بنگلہ ہوگا۔) صحابہؓ نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا وہ انبیاء کے مکانات اور مقامات ہوں گے جہاں دوسرے نہیں پہنچ سکتے؟ تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلکہ قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور نبیوں کو سچا جانا وہ سب اس کے اندر رہیں گے۔

## جنت کی ایک کمان کی لکڑی کا آدھا حصہ دنیا سے بہتر ہے

۱۸۸۸:-وعن أبي هريرة-رضي الله عنه-: أَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: ((لَقَابُ قَوْسٍ فِي الجَنَّةِ خَيْرٌ مِمَّا تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ أو تَغْرُبُ.)) (متفق عليه)

**ترجمہ:**- حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت کے اندر ایک کمان کی ایک قاب والا حصہ اتنا قیمتی ہوگا جس پر سورج طلوع ہوتا ہے یا غروب ہوتا ہے (یعنی ساری دنیا سے بہتر ہوگا)۔

**افادات:**- قاب یعنی کمان کی جس لکڑی کے ساتھ ڈوری اور رسی باندھی جاتی ہے اس لکڑی کے بیچ میں ایک پکڑ بنائی جاتی ہے۔ ایک طرف کا حصہ ایک قاب کہلاتا ہے۔ تو ایک کمان میں دو قاب ہوتی ہیں۔ گویا کمان کی لکڑی کا آدھا حصہ۔

جنت کی تو ہر چیز دنیا سے بہتر ہے، اس لیے کہ دنیا تو فانی اور ختم ہونے والی ہے اور جنت کی ہر نعمت باقی رہنے والی ہے۔

## جنت کا بازار اور اس کی کیفیت

۱۸۸۹:-وعن أنس-رضي الله عنه-: أَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ فِي

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

الْجَنَّةِ سُوقاً يَأْتُونَهَا كُلَّ جُمُعَةٍ. فَتَهُبُّ رِيحُ الشَّمَالِ، فَتَحْثُو فِي وُجُوهِهِمْ وَ ثِيَابِهِمْ، فَيَزْدَادُونَ حُسناً وَجَمَالاً فَيَرْجِعُونَ إِلَى أَهْلِيهِمْ، وَقَدِ ازْدَادُوا حُسْناً وَجَمَالاً، فَيَقُولُ لَهُمْ أَهْلُوهُمْ: وَاللهِ لَقَدِ ازْدَدْتُمْ حُسْناً وَجَمَالاً! فَيَقُولُونَ: وَأَنْتُمْ وَاللهِ لَقَدِ ازْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْناً وَجَمالاً!)). (رواہ مسلم)

**ترجمہ مع تشریح:۔** حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشادفرمایا: جنت کے اندر بازار ہوگا جہاں جنتی ہر جمعہ کو جائیں گے (جیسے یہاں بازار میں لوگ تفریح کے لیے جاتے ہیں ایسے ہی جنتی بھی وہاں کے بازار میں تفریح اور پکنک کے واسطے جائیں گے) تو ایک خوشنما ہوا چلے گی جو ان کے چہروں اور لباسوں کے اندر اپنا اثر پہنچائے گی جس کے نتیجہ میں جن جنتیوں کو وہ ہوا لگے گی ان کی خوبصورتی اور ان کے حسن وجمال میں اضافہ ہوجائے گا۔ (اس سے معلوم ہوا کہ جنت کے بازاروں میں بھی عورتیں نہیں جائیں گی، صرف مرد ہی جائیں گے۔ جنت کے اندر بھی مخلوط طریقہ نہیں ہے) جب وہ بازار سے اپنے گھر والوں کے پاس واپس لوٹیں گے تو ان کی بیویاں ان کو دیکھ کر کہیں گی: ارے! تمہاری خوبصورتی اور حسن وجمال میں تو بہت اضافہ ہوگیا ہے! یہاں سے گئے تھے اس سے زیادہ حسین وجمیل بن کر آئے ہو! تو یہ شوہر اپنی بیویوں سے کہیں گے: جس وقت ہم تم کو گھر میں چھوڑ کر گئے تھے اس وقت تم جتنی حسین تھی تم بھی اس سے زیادہ حسین ہوگئی ہو (اور جیسے کہ پہلے روایت میں آیا تھا کہ جنت کے بازاروں میں کیا چیزیں ہوں گی؟ صورتیں اور نئی نئی خوبصورت شکلیں ہوں گی کسی جنتی کو کوئی شکل پسند آئے گی تو اس کی وہی شکل بن جائے گی)۔

## ہر جنتی کا مکان دور دور ہوگا

۱۸۹۰:۔وعن سهل بن سعد -رضي الله عنه-: أَنَّ رسول الله ﷺ قال: ((إِنَّ أَهْلَ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

الجَنَّةِ لَيَتَرَاءونَ الغُرَفَ فِي الجَنَّةِ كَمَا تَتَرَاءونَ الكَوكَبَ فِي السَّمَاءِ)) (متفق عليه)

**ترجمہ:-** حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت والے جنت میں بالاخانوں اور حویلیوں کو ایسا دیکھیں گے جیسا کہ تم ستاروں کو آسمان میں دیکھتے ہو۔

**افادات:-** مطلب یہ ہے کہ ایک جنتی دوسرے جنتی کا مکان اتنا دور دیکھے گا۔

## جنت میں ایسی نعمتیں ہوں گی جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی، نہ کسی کان نے سنی، نہ کسی کے دل میں خیال اور وسوسہ گزرا

۱۸۹۱:-وعنه - رضي الله عنه - قال: شَهِدْتُ مِنَ النبيِّ ﷺ مَجْلِساً وَصَفَ فِيهِ الجَنَّةَ حَتَّى انْتَهَى، ثُمَّ قَالَ في آخِرِ حَدِيثِهِ: ((فِيهَا مَا لاَ عَينٌ رَأَتْ، وَلاَ أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلاَ خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ)) ثُمَّ قَرَأَ: { تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ المَضَاجِعِ } إلى قوله تعالى: { فَلاَ تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ } [السجدة: 16-17] (رواه البخاري.)

**ترجمہ:-** حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک مجلسِ مبارک میں حاضر ہوا، جس میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کے حالات بیان کئے یہاں تک جب آپ حالات بیان کر چکے تو اخیر میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت کے اندر ایسی نعمتیں ہوں گی جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی، نہ کسی کان نے سنی، اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال اور وسوسہ گزرا، اس کے بعد نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (سورۂ سجدہ کی) یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی: کسی کو معلوم نہیں کہ جنت میں اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیسا کیسا سامان چھپا رکھا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

## جنتی ہمیشہ نعمتوں میں رہیں گے

۱۸۹۲:-وعن أبی سعید وأبی هریرة رضی الله عنهما أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: ((إذا دَخَلَ أهْلُ الجَنَّةِ الجَنَّةَ يُنَادِي مُنَادٍ: إنَّ لَكُمْ أنْ تَحْيَوا، فَلاَ تَمُوتُوا أَبَداً، وإنَّ لَكُمْ أنْ تَصِحُّوا، فلا تَسْقَمُوا أبداً، وإنَّ لَكُمْ أنْ تَشِبُّوا فلا تَهْرَمُوا أبداً، وإنَّ لَكُمْ أَنْ تَنْعَمُوا، فَلاَ تَبْأَسُوا أَبَداً)). (رواہ مسلم)

**ترجمہ**:- حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ایک پکارنے والا پکارے گا: تم لوگ اس جنت میں ہمیشہ رہو گے کبھی تمہیں موت نہیں آئے گی۔ تم اس جنت کے اندر ہمیشہ تندرست رہو گے کبھی کوئی بیماری نہیں آئے گی۔ تم اس جنت میں ہمیشہ جوان رہو گے کبھی بھی بڑھاپا نہیں آئے گا۔ تم لوگ اس جنت میں ہمیشہ خوش وخرم رہو گے کبھی کوئی دکھ اور تکلیف نہیں آئے گی (گویا ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں رہو گے)۔

## جنتی تمنا کرے گا وہ سب اور اس کا دوگنا دیا جائے گا

۱۸۹۳:-وعن أبی هریرة -رضی الله عنه-: أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: ((إنَّ أدْنَى مَقْعَدِ أحَدِكُمْ مِنَ الجَنَّةِ أنْ يَقُولَ لَهُ: تَمَنَّ، فَيَتَمَنَّى وَيَتَمَنَّى فَيَقُولُ لَهُ: هَلْ تَمَنَّيتَ؟ فيقولُ: نَعَمْ، فيقُولُ لَهُ: فَإنَّ لَكَ ما تَمَنَّيتَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ)). (رواہ مسلم)

**ترجمہ**:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت کے اندر تم میں سب سے کم درجے والا وہ ہوگا جس سے کہا جائے گا کہ تم اپنے لیے کچھ تمنا کرو۔ چناں چہ وہ تمنا کرے گا اور تمنا کرے گا اور تمنا کرے گا، یہاں تک کہ اس سے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

باری تعالیٰ پوچھیں گے: کیا تو نے تمنا کرلی؟ وہ کہے گا: جی ہاں۔ تو باری تعالیٰ اس سے کہیں گے: جتنی تو نے تمنا کی وہ سب اور اس کا دوگنا تجھے دیا جاتا ہے۔

## اللہ تعالیٰ کی ایسی خوشنودی جس کے بعد کبھی ناراضگی نہیں

۱۸۹۴:-وعن أبي سعيد الخدري -رضي الله عنه-: أنّ رسول الله ﷺ قال:((إنَّ الله -عز وجل- يَقُولُ لأَهْلِ الجَنَّةِ: يَا أَهْلَ الجَنَّةِ، فَيقولُونَ: لَبَّيكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ، وَالخَيْرُ فِي يَدَيْكَ، فَيقُولُ: هَلْ رَضِيتُم؟ فَيقُولُونَ: وَمَا لَنَا لاَ نَرْضَى يَا رَبَّنَا، وَقَدْ أَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ أحداً مِنْ خَلْقِكَ. فَيقُولُ: ألاَ أُعْطِيكُمْ أفْضَلَ مِنْ ذلِكَ؟ فَيقُولُونَ: وَأيُّ شَيءٍ أفْضَلُ مِنْ ذلِكَ؟ فَيقُولُ: أُحِلُّ عَلَيكُمْ رِضْوَانِي فَلاَ أَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهُ أبَداً)). (متفق عليه)

**ترجمہ مع تشریح:-** حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ جنتیوں سے فرمائیں گے کہ: اے جنتیو۔ اس کے جواب میں جنت والے عرض کریں گے: اے پروردگار! ہم حاضر ہیں، فرمایئے کیا ارشاد ہے، ہر طرح کی خیر آپ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ باری تعالیٰ پوچھیں گے کہ: کیا تم لوگ خوش اور راضی ہو؟ اس کے جواب میں جنت والے عرض کریں گے: باری تعالیٰ! ہم کیوں راضی نہ ہوں، حال یہ کہ آپ نے ہمیں وہ کچھ دیا ہے جو آپ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا (یعنی ایسی ایسی نعمتیں آپ نے ہمیں دی؛ پھر ہم کیوں خوش نہ ہوں) باری تعالیٰ فرمائیں گے: کیا اس سے بہتر چیز تم کو نہ دوں؟ جنتی کہیں گے: اس سے بھی بہتر کوئی چیز ہے؟ (ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ یہی سب سے بہتر چیزیں ہیں اس سے بڑھ کر کوئی چیز نہ ہوگی) باری تعالیٰ فرمائیں گے: میں اپنی خوشنودی تمہیں عطا کرتا ہوں، اب کبھی تم سے ناراض نہیں ہوؤں گا (اللہ تعالیٰ راضی ہوجائے تو پھر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ساری نعمتیں حاصل ہوجائیں گی، جیسے بادشاہ جس کا ہوجائے تو پھر ساری حکومت اسی کی ہوتی ہے)۔

## ہر ایک کو اللہ تبارک وتعالیٰ کا دیدار آسانی کے ساتھ ہوجائے گا

۱۸۹۵:-وعن جریر بن عبد اللہ- رضی اللہ عنہ-، قال: كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَنَظَرَ إِلَى القَمَرِ لَيْلَةَ البَدْرِ، وَقَالَ: ((إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عَيَاناً كَما تَرَوْنَ هَذَا القَمَرَ، لاَ تُضَامُونَ فِي رُؤْيَتِهِ)) (متفق علیہ)

**ترجمہ:-** حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے (رات کا وقت تھا) آپ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف نظر فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ: تم اپنے پروردگار کو اپنی آنکھوں سے اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھتے ہو کہ اس کو دیکھنے میں کوئی دھکا پیل نہیں ہوتی۔

**افادات:-** اگر لاکھوں اور کروڑوں کا مجمع بھی ہو اور چاند کو دیکھنا ہو تو کوئی بھیڑ بھاڑ کی ضرورت نہیں ہے، سب لوگ اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے اطمینان سے اس چاند کو دیکھ سکتے ہیں، کسی کو کسی دوسرے کی طرف سے کوئی شکایت اور رکاوٹ نہیں ہوتی۔ مطلب یہ ہے کہ ہر ایک جنتی کو اللہ تبارک وتعالیٰ کا دیدار آسانی کے ساتھ ہوجائے گا۔

## اللہ تعالیٰ کا دیدار جنت کی ساری نعمتوں سے بڑھ کر ہوگا

۱۸۹۶:-وعن صُهيب- رضی اللہ عنہ-: أَنَّ رسول الله ﷺ قال: ((إذا دَخَلَ أَهْلُ الجَنَّةِ الجَنَّةَ يَقُولُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: تُرِيدُونَ شَيْئاً أَزِيدُكُمْ؟ فَيقُولُونَ: أَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوهَنَا؟ أَلَمْ تُدْخِلْنَا الجَنَّةَ وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ؟ فَيَكْشِفُ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

الحِجَابَ، فَمَا أُعْطُوا شَيْئاً أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ إِلَى رَبِّهِمْ)). (رواه مسلم)

**ترجمہ:-** حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب جنتی جنت کے اندر داخل ہو جائیں گے تو باری تعالیٰ فرمائیں گے کہ کوئی اور چیز تمہیں چاہیے جو میں تم کو دوں؟ اس کے جواب میں جنتی عرض کریں گے: باری تعالیٰ! کیا آپ نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں بنایا؟ کیا آپ نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا اور جہنم سے نجات نہیں دی؟ (مطلب یہ ہے کہ جو کچھ بھی ملنا چاہیے وہ سب تو آپ نے دے رکھا ہے؛ اب ہمیں مزید کیا چاہیے؟) اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ وہ پردہ جو اپنے دیدار سے آڑ ہوگا اس کو ہٹادیں گے، اس وقت جنت والوں کو اپنے رب کے دیدار سے زیادہ محبوب و پسندیدہ اور کوئی چیز نہیں ملی ہوگی (گویا اپنے رب کا دیدار جنت کی ساری نعمتوں سے بھی بڑھ کر ہوگا)۔

اخیر میں علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے باری تعالیٰ کا یہ ارشاد نقل کیا:

قال الله تعالى: {إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الأَنْهَارُ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ دَعْوَاهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ}

[یونس:۹-۱۰]

**ترجمہ مع تشریح:-** بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمالِ صالحہ کئے، ان کا پروردگار ان کے ایمان واعمالِ صالحہ کی وجہ سے ان کو ایسی نعمت والی جنت کے اندر پہنچادے گا جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ ان جنتیوں کی دعا اور پکار وہاں یہی ہوگی: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ (ان کی زبانوں سے بار بار یہی جملہ نکلے گا) اور ان کا سلام آپس میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ ہوگا (یا مطلب یہ ہے کہ جنت میں ان کا استقبال لفظِ سلام سے کیا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

جائے گا۔ جب کوئی آدمی کسی جگہ پہنچتا ہے تو اس کے استقبال کے لیے خوش آمدید اور ”welcome“ اور ”أَهْلًا وَّسَهْلًا“ کہتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی طرف سے جنتیوں کو بطورِ استقبال ”السلام علیکم ورحمۃ اللہ“ کہا جائے گا) اور ان کی آخری دعا یہ ہوگی: تمام تعریف اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی پر اپنی کتاب ختم فرمائی: ”الحَمْدُ للهِ الَّذِي هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللهُ“ تمام تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے ہم کو اس چیز کی طرف رہنمائی فرمائی، اگر اللہ تعالیٰ ہماری رہنمائی نہیں فرماتے تو ہم راہ یاب نہیں ہو سکتے تھے ”اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ النَّبِيِّ الأُمِّيِّ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وعلى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الأُمِّيِّ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إبراهيم فِي العَالَمِينَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ.“ اے اللہ! درود بھیج ہمارے آقا نبیٔ اُمّی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو آپ کے بندے اور رسول ہیں اور آپ کی آل اور آپ کی ازواجِ مطہرات اور ذُرّیات پر، جیسا کہ آپ نے درود بھیجا حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ السلام اور ان کی آل پر۔ اور اے اللہ! برکت نازل فرما ہمارے آقا نبیٔ اُمّی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ کی آل اور آپ کی ازواجِ مطہرات اور ذُرّیات پر، جیسا کہ آپ نے برکت نازل فرمائی حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ السلام اور ان کی آل پر، بے شک آپ خوبیوں والے بزرگی والے ہیں۔

قَالَ مُؤَلِّفُهُ يحيى النَّوَوِيُّ غَفَرَ اللهُ لَهُ: فَرَغْتُ مِنْهُ يَوْمَ الإِثْنَيْنِ رَابِعَ عَشَرَ رَمَضَانَ سَنَةَ سَبْعِينَ وَسِتِّمِئَةٍ.

اس کتاب کے جمع کرنے والے امام ابوزکریا یحییٰ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: میں اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کتاب کی تالیف سے پیر کے روز ۱۴/رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ میں فارغ ہوا۔

الحمدللہ! ہماری یہ کتاب آج پوری ہوئی جو ۳۰/ربیع الآخر ۱۴۱۷ھ کوشروع ہوئی تھی، اور آج ۱۲/ربیع الآخر ۱۴۲۶ھ ہے، گویا اسلامی حساب سے نو سال میں اٹھارہ دن کم ہیں۔ اور انگریزی حساب سے ۱۴/ستمبر ۱۹۹۶ء کوشروع ہوئی تھی اور آج ۲۱/مئی ۲۰۰۵ء ہے، گویا اس حساب سے نو سال میں چار مہینے کم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے میری نالائقی اور بدعملی کے باوجود آج اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی مجھے سعادت عطا فرمائی۔

**عرض مرتب:-** راقم الحروف عرض گزار ہے کہ میرے بے شمار گناہوں اور کوتاہیوں اور عدمِ ادائیگیٔ حقوق کے باوجود اللہ تبارک وتعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے آج ۲۷/جمادیٰ الاخری ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۵/اپریل ۲۰۱۵ء بروز بدھ صبح ۸-۲۵ پر مسجدِ نبوی علیٰ صاحبہا الف الف تحیۃً وسلاماً کے صحن میں بیٹھ کر یہ اخری سبق لکھنے کی سعادت مجھے نصیب فرمائی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصّٰالِحَاتِ۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرمائے اور اپنی رضا وخوشنودی اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حقیقی قرب عطا فرما کر ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

# دعـــا

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِىْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدًا. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ.

اَللّٰهُمَّ يَا عَلِيْمُ يَا حَلِيْمُ يَا كَرِيْمُ يَا رَحِيْمُ، أَللّٰهُمَّ يَا كَبِيْرُ يَا سَمِيْعُ يَا بَصِيْرُ يَا مَنْ لَّا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا وَزِيْرَ لَهٗ، وَيَا خَالِقَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ الْمُنِيْرِ، وَيَا عِصْمَةَ الْبَائِسِ الْخَائِفِ الْمُسْتَجِيْرِ، وَيَا رَازِقَ الطِّفْلِ الصَّغِيْرِ، وَيَا جَابِرَ الْعَظْمِ الْكَسِيْرِ، أَدْعُوْكَ دُعَآءَ الْبَائِسِ الْفَقِيْرِ كَدُعَآءِ الْمُضْطَرِّ الضَّرِيْرِ، دُعَآءَ مَنْ خَضَعَتْ لَكَ رَقَبَتُهٗ، وَفَاضَتْ لَكَ عَبْرَتُهٗ، وَذَلَّ لَكَ جِسْمُهٗ، وَرَغِمَ لَكَ أَنْفُهٗ.

أَللّٰهُمَّ يَا مُؤْنِسَ كُلِّ وَحِيْدٍ، وَيَا صَاحِبَ كُلِّ فَرِيْدٍ، وَيَا قَرِيْباً غَيْرَ بَعِيْدٍ، وَيَا شَاهِداً غَيْرَ غَائِبٍ، وَيَا غَالِباً غَيْرَ مَغْلُوْبٍ، يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ، يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ. يَا نُوْرَ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِ، يَا زَيْنَ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِ، وَيَا جَبَّارَ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِ، يَا عِمَادَ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِ، يَا قَيَّامَ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِ، يَا ذَا الْجَلَالِ وَالإِكْرَامِ. يَا صَرِيْخَ الْمُسْتَصْرِخِيْنَ، وَمُنْتَهَى الْعَائِذِيْنَ، وَالْمُفَرِّجَ عَنِ الْمَكْرُوْبِيْنَ، وَالْمُرَوِّحَ عَنِ الْمَغْمُوْمِيْنَ، وَمُجِيْبَ دُعَآءِ الْمُضْطَرِّيْنَ، وَيَا كَاشِفَ الْكُرَبِ، يَا إِلٰهَ الْعٰلَمِيْنَ، وَيَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ. يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ، يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ. لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحٰنَكَ إِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ.

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهٗ وَلَكَ الشُّكْرُ كُلُّهٗ وَلَكَ الْمُلْكُ كُلُّهٗ وَاِلَيْكَ يَرْجِعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ. اَللّٰهُمَّ لَا اُحْصِىْ ثَنَآءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَآ اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

أَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا إِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا إِبْرَاهِیْمَ، إِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا إِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا إِبْرَاهِیْمَ إِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.

أَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُنَجِّیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَھْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِیْ لَنَا بِھَا جَمِیْعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّئَاتِ وَتَرْفَعُنَا بِھَا عِنْدَكَ اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِھَا اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِی الْحَیٰوۃِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ، إِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ.

أَللّٰھُمَّ صَلِّ صَلَاۃً كَامِلَۃً، وَسَلِّمْ سَلَامًا تَامًّا عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ، تَنْحَلُّ بِهِ الْعُقَدُ، وَتَنْفَرِجُ بِهِ الْكُرَبُ، وَتُقْضٰی بِهِ الْحَوَائِجُ، وَتُنَالُ بِهِ الرَّغَائِبُ، وَحُسْنُ الْخَوَاتِیْمِ، وَیُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْھِهِ الْكَرِیْمِ، وَعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ فِیْ كُلِّ لَمْحَۃٍ وَّنَفَسٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ.

أَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی بِعَدَدِ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی.

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ.

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ إِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ.

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ إِنْ نَّسِيْنَآ أَوْ أَخْطَأْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا، وَاغْفِرْ لَنَا، وَارْحَمْنَا، أَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ.

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ. رَبَّنَآ إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ط إِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ.

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَامًا.

رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا، إِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا.

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ، رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ.

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا.

رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا.

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ.

أَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا كُلَّهَا، دِقَّهَا وَجِلَّهَا، عَلَانِيَتَهَا وَسِرَّهَا، أَوَّلَهَا وَ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

آخِرَهَا، ظَاهِرَهَا وَبَاطِنَهَا.

أَللّٰهُمَّ إِنَّا نَتُوْبُ إِلَيْكَ مِنَ الْمَعَاصِي كُلِّهَا، لَا نَرْجِعُ إِلَيْهَا أَبَداً.

أَللّٰهُمَّ مَغْفِرُتُكَ أَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِنَا وَرَحْمَتُكَ أَرْجىٰ عِنْدَنَا مِنْ أَعْمَالِنَا.

أَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِيْمٌ رَحِيْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا.

أَللّٰهُمَّ إِنَّ قُلُوْبَنَا وَنَوَاصِيَنَا وَجَوَارِحَنَا بِيَدِكَ، لَمْ تُمَلِّكْنَا مِنْهَا شَيْئًا، فَإِذَا فَعَلْتَ ذَالِكَ بِنَا، فَكُنْ أَنْتَ وَلِيَّنَا وَاهْدِنَا إِلىٰ سَوَآءِ السَّبِيْلِ.

أَللّٰهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْإِيْمَانَ، وَزَيِّنْهُ فِي قُلُوْبِنَا، وَكَرِّهْ إِلَيْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِيْنَ.

أَللّٰهُمَّ أَعْطِ نُفُوْسَنَا تَقْوٰهَا، وَزَكِّهَا فَأَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكّٰهَا، أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا.

أَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ وَالْفِعْلِ وَالنِّيَّةِ وَالْهُدٰى.

أَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا هَادِيْنَ مُهْتَدِيْنَ، غَيْرَ ضَالِّيْنَ وَلَا مُضِلِّيْنَ، سِلْمًا لِّأَوْلِيَآءِكَ وَحَرْباً لِأَعْدَآءِكَ، نُحِبُّ بِحُبِّكَ مَنْ أَحَبَّكَ، وَنُعَادِيْ بِعَدَاوَتِكَ مَنْ خَالَفَكَ مِنْ خَلْقِكَ.

أَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِيْ مِنَ النِّفَاقِ، وَعَمَلِيْ مِنَ الرِّيَآءِ، وَلِسَانِيْ مِنَ الْكِذْبِ، وَعَيْنِيْ مِنَ الْخِيَانَةِ، فَإِنَّكَ تَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْر.

أَللّٰهُمَّ مَتِّعْنَا بِأَسْمَاعِنَا، وَأَبْصَارِنَا، وَقُوَّتِنَا مَا أَحْيَيْتَنَا، أَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا، أَللّٰهُمَّ اجْعَلْ ثَأْرَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا، أَللّٰهُمَّ انْصُرْنَا عَلٰى مَنْ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

عَادَانَا، وَلاَ تَجْعَلْ مُصِيبَتَنَا فِي دِينِنَا، وَلاَ تَجْعَلِ الدُّنْيَا أَكْبَرَ هَمِّنَا، وَلاَ مَبْلَغَ عِلْمِنَا، وَلاَ تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لاَ يَخَافُكَ وَلاَ يَرْحَمُنَا. أَللّٰهُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا، وَ أَكْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّا، وَأَعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا، وَآثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَيْنَا، وَأَرْضِنَا عَنْكَ وَأَرْضَ عَنَّا.

أَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي الْمَوْتِ وَفِيمَا بَعْدَ الْمَوْتِ.

أَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْئَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى.

أَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْئَلُكَ عِلْماً نَّافِعاً، وَرِزْقاً وَّاسِعاً. وَشِفَآءً مِّنْ كُلِّ دَآءٍ.

أَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْئَلُكَ الصِّحَّةَ وَالْعِفَّةَ وَالْأَمَانَةَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ وَالرِّضَاءَ بِالْقَدَرِ.

أَللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ مِنْ جُهْدِ الْبَلَآءِ، وَدَرْكِ الشَّقَآءِ، وَسُوْءِ الْقَضَاءِ، وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَآءِ.

أَللّٰهُمَّ لَا سَهْلَ إِلَّا مَا جَعَلْتَهُ سَهْلاً وَأَنْتَ تَجْعَلُ الْحَزَنَ سَهْلاً إِذَا شِئْتَ.

لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللّٰهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، أَسْأَلُكَ مُوجِبَاتِ رَحْمَتِكَ، وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ، والعصمة من كل ذنب، وَالْغَنِيمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ، وَالسَّلاَمَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ، لاَ تَدَعْ لنا ذَنْبًا إِلاَّ غَفَرْتَهُ، وَلاَ هَمًّا إِلاَّ فَرَّجْتَهُ، وَلَا ضُرًّا إِلَّا كَشَفْتَهُ، وَلاَ حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا إِلاَّ قَضَيْتَهَا، يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ.

اے اللہ! تو ہمارے گناہوں کو معاف فرما۔ ہماری خطاؤں سے درگذر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

فرما۔ گنہگار ہیں، خطا کار ہیں، قصوروار ہیں، اے اللہ! اب تک کی اپنی زندگی تیری نافرمانی میں گنوادی، جن کاموں کو کرنے کا تو نے حکم دیا ان کو بجا نہیں لائے، اور جن کاموں سے منع کیا انہیں کا ارتکاب کرتے رہے، اے اللہ! تیری نعمتیں استعمال کر کے تیرا مقابلہ کرتے رہے، اے اللہ! ہمارے اس جرم عظیم کو معاف فرمادے۔ اگر تو نے ہماری مغفرت نہیں فرمائی تو ہمارا کوئی ٹھکانہ نہیں رہے گا، اے اللہ! گناہوں کی عادتیں ہمیں پڑ چکی ہیں، عافیت کے ساتھ ان عادتوں کو چھڑوادے۔

اے اللہ! ہمارا ایک ایک عضو گناہوں میں مبتلا ہے، اے اللہ! تمام اعضاء کو تو اپنی اطاعت کے لیے قبول فرمالے۔ اے اللہ! گناہوں کی نفرت ہمارے قلوب کے اندر بٹھادے۔ طاعات اور نیکیوں کی رغبت ہمارے دلوں میں ڈال دے۔

اے اللہ! تیری مرضیات پر زیادہ سے زیادہ چلا کر تیری نامرضیات سے ہماری پوری پوری حفاظت فرما، نفس اور شیطان کی شرارتوں سے ہماری پوری پوری حفاظت فرما۔

اے اللہ! تو ہماری زندگیوں میں خوشگوار انقلاب پیدا فرمادے۔

اے اللہ! تیری نافرمانیوں والی زندگی سے نکال کر تیری فرمانبرداری والی زندگی عطا فرما۔

اے اللہ! گناہوں والی زندگی سے سچی پکی توبہ عطا فرما کر نیکیوں والی زندگی عطا فرما۔

اے اللہ! معصیت سے نجات عطا فرما کر طاعات کی توفیق عطا فرما۔ ہر چھوٹے بڑے گناہ سے ہماری پوری حفاظت فرما۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اے اللہ! تقویٰ کی دولت سے ہمیں مالا مال فرما۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں اورطریقوں کو اپنی زندگی کے ہر ہر شعبے میں جاری کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرما۔

اے اللہ! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقوں کی محبت اور غیروں کے طریقوں کی نفرت ہمارے قلوب کے اندر بٹھا دے۔

اے اللہ! ہم پر اپنا خصوصی فضل فرمادے۔

اے اللہ! اپنے نیک بندوں کی راہوں پر ہمیں چلنے کی توفیق عطا فرما۔

اے اللہ! محض اپنے فضل سے اس کتاب کو شروع سے لے کر اخیر تک پہنچانے کی تو نے توفیق عطا فرمائی، اے اللہ! تیرے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان ارشادات کو حرزِ جان بنا کر اپنی زندگیوں میں پورے طور پر اپنانے کی ہمیں توفیق عطا فرما۔ اے اللہ! اس کی محبت ہمارے دلوں کے اندر ڈال دے۔ اے اللہ! ہم پر اپنا خصوصی فضل فرمادے۔

اے اللہ! محاسنِ اخلاق سے مزین فرما۔ ایمان ویقین عطا فرما، اسلام وطاعت عطا فرما۔ اے اللہ! زہد وورع سے مالا مال فرما۔ اے اللہ! تقویٰ وطہارت سے نواز دے۔ اے اللہ! تسلیم ورضا، صبر وشکر کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ! عفو ومعافات سے نواز دے۔ تیری ذات عالی کے اوپر توکل واعتماد کی دولت عطا فرما۔ تیری معرفت ومحبت سے ہمارے قلوب کو منوّر فرما۔

اے اللہ! تمام محاسنِ اخلاق سے مزین فرما کر تمام رذائل سے پاک وصاف فرمادے، کفر وشرک سے، شقاق ونفاق سے نجات عطا فرما۔ اے اللہ! دنیا کی مال کی جاہ کی محبت سے ہمارے قلوب کو پاک صاف فرما۔ اے اللہ! عجب سے خود بینی و

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

خود پسندی سے ہماری حفاظت فرما۔ اے اللہ! بغض کینہ وحسد سے ہماری حفاظت فرما۔ اے اللہ! تمام رذائل سے ہمیں پاک وصاف فرمادے۔

اے اللہ! اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرما۔ اس پر مداومت عطا فرما۔

اے اللہ! تیری یاد سے ہمارے دلوں کو آباد فرمادے۔

اے اللہ! تو ہم سے راضی ہو جا، اور ہمیں اپنے سے راضی فرمالے۔

اے اللہ! زندگی کے ہر لمحے کو تیری اطاعت وفرمانبرداری میں گزارنے کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ! ایک لمحے کے لیے بھی تیری نافرمانی میں مبتلا ہونے سے ہماری پوری حفاظت فرما۔

اے اللہ! گناہوں کی نفرت ہمارے قلوب کے اندر بٹھادے۔ اے اللہ! ہم تو بہت گنہگار ہیں، تمام گناہوں کو معاف فرما۔ اے اللہ! پورے پوری مغفرت فرمادے۔ اے اللہ! تو ہم سے راضی ہو جا۔ اے اللہ! ہم پر اپنا خصوصی فضل فرمادے۔

اے اللہ! تو ہماری، ہمارے والدین کی، ہمارے اہل وعیال کی، ہمارے بھائی بہنوں کی، ہمارے اعزاء واقارب کی، ہمارے اساتذہ ومشائخ کی، دوست واحباب کی، محسنین ومتعلقین کی، جنھوں نے ہم کو دعاؤں کے لیے کہا یا لکھا، یا جو ہم سے دعاؤں کی توقع اور امید رکھتے ہیں ان کی اور تمام مؤمنین ومؤمنات، مسلمین ومسلمات پوری امتِ محمدیہ کی مغفرت فرما۔ اے اللہ! تو ہمارے چھوٹے اور بڑے، ظاہر و پوشیدہ اگلے اور پچھلے سارے گناہوں کو معاف فرما۔ ہماری سیئات کو حسنات سے مبدّل فرما۔

اے اللہ! تو ہماری تمام اولاد کو علومِ نافعہ، اعمالِ صالحہ، اخلاقِ فاضلہ سے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

مالا مال فرما۔ اپنی شانِ ربوبیت سے ان سب کی بہترین تربیت فرما۔ برے اخلاق سے، برے کردار و گفتار سے، برے عادات واطوار سے، بری صحبتوں اور برے ماحول کے برے اثرات سے، اور برے لوگوں کی بری عادتوں کا نشانہ بننے سے ان کی پورے پوری حفاظت فرما۔ اے اللہ! ہمارے اہل وعیال کی طرف سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی فرما۔

اے اللہ! ہم سب کو صحت وقوت اور عافیت وسلامتی عطا فرما۔ ہر قسم کی ظاہری باطنی، روحانی جسمانی بیماریوں سے ہمیں شفاءِ کلّی عطا فرما۔

اے اللہ! ہر قسم کی برائیوں سے ہماری حفاظت فرما۔ اے اللہ! اس زمانہ کے روزمرّہ پیش آنے والے نئے نئے فتنوں سے ہماری پوری پوری حفاظت فرما۔ ہمارے ایمان کی، ہمارے اعمالِ صالحہ کی حفاظت فرما۔ اے اللہ! ہم پر اپنا خصوصی فضل فرما۔

اے اللہ! تیرے دین کے لیے محنت کرنے والا ہمیں بنادے۔ اے اللہ! تیرے دین ہی کے لیے اپنی صلاحیتوں کا استعمال کرنے والا بنادے۔ اے اللہ! تیری دی ہوئی ساری نعمتوں اور صلاحیتوں کو تیرے دین ہی کے لیے استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔

اے اللہ! تمام مدارسِ عربیہ، مکاتبِ قرآنیہ، مراکزِ دینیہ، خانقاہوں اور مساجد کی، تبلیغی اور دینی مراکز کی اور اے اللہ! تیرے دین کا کام جہاں کہیں بھی جن شکلوں میں ہو رہا ہے اور تیرے یہاں مقبول وپسندیدہ ہے ان سب کی بھرپور حفاظت فرما۔ کام کرنے والوں کی حفاظت فرما۔ اے اللہ! اپنا خصوصی فضل فرما۔ اے اللہ!

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

جہاں مساجد کی ضرورت ہے ان کی تعمیر کی شکلیں پیدا فرما۔ جہاں مکاتب کا قیام ضروری ہے وہاں ان کے قائم ہونے کی صورتیں پیدا فرما۔ جہاں تبلیغی سلسلے جاری ہیں ان کی بھرپور نصرت فرما۔ اے اللہ! مدارس کی، مکاتب کی، تبلیغی جماعت کی، خانقاہوں کی اور مساجد کی؛ ہر قسم کے فتنوں سے پوری حفاظت فرما۔ اے اللہ! ان کاموں میں لگے ہوؤں کو اخلاص واستقامت، ہمت وحوصلہ عطا فرما۔ ان سب کی تمام ضروریات کی اپنے خزانۂ غیب سے کفالت فرما۔ اے اللہ! اپنا خصوصی فضل فرما دے۔ اے اللہ! باطل طاقتوں کو ختم فرما دے۔ اے اللہ! اسلام اور اہلِ اسلام کی بھرپور نصرت فرما۔ اے اللہ! پورے عالم میں ان کے تعلق سے جو جو غلط فہمیاں پھیلائی گئی ہیں، اے اللہ! عافیت کے ساتھ ان کو دور فرما دے۔

اے اللہ! مسلمانوں کو عزت وسرخروئی والا مقام عطا فرما۔ ذلتوں سے حفاظت فرما۔ اے اللہ! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی جہاں کہیں بھی ہو، اس کے ایمان واسلام کی، جان ومال کی، عزت وآبرو کی، اہل وعیال کی، تجارت وزراعت وکاروبار کی اور اس سے متعلق ہر چیز کی پوری پوری حفاظت فرما۔

اے اللہ! حرمین شریفین کی حفاظت فرما۔ اے اللہ! ہمارے عراقی بھائیوں کی اور فلسطینی بھائیوں کی بھرپور نصرت فرما۔ اے اللہ! پورے عالم میں جہاں کہیں بھی مسلمان مظلومیت کا شکار ہیں ان کی نصرت فرما۔ اے اللہ! مسلمان کو ظالم اور مظلوم بننے سے محفوظ فرما دے۔ اے اللہ! اپنا خصوصی فضل فرما دے۔ اے اللہ! امن وامان کی فضائیں قائم فرما۔ اے اللہ! ایمان واسلام کی دعوت کو ہمارے غیر مسلم بھائیوں تک پوری دل سوزی کے ساتھ پہنچانے کی ہمیں توفیق عطا فرما۔ اور اس کے لیے مناسب

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

تدبیریں اختیار کرنے کی توفیق عطا فرما۔

اے اللہ! بیماروں کو صحتِ کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرما۔ اے اللہ! جو جس بیماری مبتلا ہے ان سب کو مکمل طور پر شفا عطا فرما۔ اے اللہ! جو لوگ آسیب وسحر کا شکار ہیں ان کو اس کے اثرات سے نجات عطا فرما۔ جو لوگ مہلک بیماریوں میں ہیں ان کو صحتِ کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرما۔

اے اللہ! جو مقروض ہیں ان کے قرضوں کی ادائیگی کی شکلیں پیدا فرما۔ عافیت کے ساتھ ان کے قرضے اپنے خزانۂ غیب سے ادا کروادے۔

اے اللہ! جو کاروبار میں گھاٹے کا شکار ہیں اے اللہ! ان کے گھاٹے کو دور فرما کر دوبارہ نفع بخش تجارت ان کو عطا فرمادے۔ اے اللہ! کاروباری لائن سے جتنے بھی تیرے بندے پریشانیوں میں مبتلا ہیں ان کی پریشانیوں کو دور فرمادے۔ اے اللہ! سب کو حلال برکت والی کشادہ روزی عطا فرما۔ حرام سے مکمل حفاظت فرما۔ ہماری تمام ضروریات کی اپنے خزانۂ غیب سے کفالت فرما کسی کا محتاج اور دست نگر نہ بنا۔ اے اللہ! اپنا خصوصی فضل فرمادے۔

اے اللہ! جن کی اولادیں نافرمان ہیں ان کی اولاد کو مطیع وفرمانبردار بنا کر ماں باپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا فرمادے۔ اے اللہ! جنہوں نے اپنی اولاد کو حصولِ علمِ دین کے لیے وقف کیا ہے، اے اللہ! ان کی یہ تمنائیں اپنی اولاد کی طرف سے پوری فرما۔ ان کی ان تمام اولاد کو علومِ نافعہ، اعمالِ صالحہ، اور اخلاقِ فاضلہ سے مالا مال فرما، ان کی طرف سے ماں باپ کی آنکھیں ٹھنڈی فرما۔ بری صحبتوں سے ان کی حفاظت فرما۔ اے اللہ! اپنا خصوصی فضل فرمادے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اے اللہ! جو بے اولاد ہیں ان کو اولادِ صالح عطا فرما۔ جو نرینہ اولاد کے خواہش مند ہیں ان کو نرینہ اولاد عطا فرما۔ جن کی اولاد شادی کی عمر کو پہنچ چکی ہے۔ سب کو صالح جوڑ عطا فرما۔ جن کے لیے شادی کے اسباب نہیں ہیں عافیت کے ساتھ ان کو نکاح کے اسباب مہیا فرما۔ اے اللہ! جن کی ازدواجی زندگی تلخی کا شکار ہے ان کو ازدواجی زندگی کی حقیقی مسرتیں عطا فرما۔ جو بے گھر ہیں ان کو گھر عطا فرما۔ جو بے سہارا ہیں ان کو سہارا عطا فرما۔ جو جس مصیبت میں گرفتار ہے، اے اللہ! اس کو اس سے نجات عطا فرما۔

اے اللہ! تیرے بے شمار بندے قید و بند میں محبوس ہیں، اے اللہ! محض اپنے فضل سے ان کی رہائی کی شکلیں صورتیں پیدا فرمادے۔ اے اللہ! جو مقدمات میں ماخوذ ہیں ان کو عافیت کے ساتھ بری فرمادے۔ اے اللہ! اپنا خصوصی فضل فرمادے۔ پورے عالَم میں تیری اور تیرے دین کی نسبت پر تیرے جن بندوں کو گرفتار کیا گیا ہے اے اللہ! عافیت کے ساتھ ان کو رہائی عطا فرمادے۔ اے اللہ! سب پر اپنا فضل فرما۔

اے اللہ! ہم سب سے راضی ہوجا۔

اے اللہ! تیرے جن جن بندوں کی جو جو حاجتیں ہیں، سب کے دلوں کے بھید سے اور دلوں کے حال سے تو واقف ہے اور تیرے خزانے بھرے ہوئے ہیں، اے اللہ! سب کی جائز مرادیں محض اپنے فضل وکرم سے پوری فرما۔

اے اللہ! تیرے جن بندوں نے دعاؤں کے لیے کہا یا لکھا، یا توقع اور امید رکھتے ہیں ان سب کی جائز مرادیں پوری فرمادے۔

اے اللہ! یہ سلسلہ جب سے چلا ہے، تونے محض اپنے فضل سے آج اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کتاب کی تکمیل کی سعادت عطا فرمائی، اے اللہ! اس کے ترجمہ وتشریح میں کوئی کوتاہی اور غفلت ہوئی ہو تو محض اپنے فضل سے معاف فرما۔ اور جو کچھ بھی ہوا ہے اس کو محض اپنے فضل سے قبول فرمالے اور آئندہ مزید کی توفیق عطا فرمادے۔ اس پر عمل کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ! تیرے تمام بندوں، کو سننے والوں سنانے والوں کو اور اس کے لیے سعی کرنے والوں کو بے انتہاء قبول فرمالے۔

اے اللہ! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جتنی خیر و بھلائی آپ سے مانگی، وہ سب ہمیں اور پوری امت کو عطا فرما۔ اور جن شرور و برائیوں سے پناہ چاہی، ان سے ہماری اور پوری امت کی بھرپور حفاظت فرما۔ اے اللہ! ہماری دعاؤں کو محض اپنے فضل و کرم سے قبول فرما۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

# خاتمہ

| اُسی کے فضل سے آغاز کا انجام ہوتا ہے | اُسی کی مہربانی سے جہاں کا کام ہوتا ہے |
|---|---|

خداوندی تعلیم وہدایت کا جوسرمایہ خاتم النبیین، فخرِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل دنیا کو میسرا ہوا اس کے دو جزء ہیں: (۱) ''قرآن مجید'' جولفظاً ومعنیً کلام اللہ ہے۔ (۲) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وہ ارشادات اورآپ کی وہ تمام قولی وعملی ہدایات وتعلیمات جوآپ، اللہ تعالیٰ کے نبی ورسول، اس کی کتاب کے معلّم وشارح اوراس کی مرضی کے نمائندے ہونے کی حیثیت سے امت کودیتے تھے، آپ کی تعلیمات وہدایات کے اس حصہ کا نام وعنوان ''حدیث اورسنت'' ہے۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو اپنی عمرِ طبعی گزار کراس دنیا سے تشریف لے گئے؛ لیکن ہمیشہ کے لیے انسانی دنیا کی رہنمائی کے واسطے اپنی لائی ہوئی تعلیم وہدایت کے یہ دونوں سلسلے یعنی قرآنِ کریم اورحدیث شریف اپنے پیچھے چھوڑ گئے، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے ذریعہ روشنی اورہدایت عام کرنے کے ہر دَور میں ظاہری وباطنی انتظامات فرمائے، کہ یہ غور وتدبر کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی اور حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معجزوں میں سے ایک زندہ معجزہ ہے۔

ان ہی خداوندی انتظامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس دَور میں کتاب و سنت کی جس قسم کی ضرورت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کے دلوں میں اس کا داعیہ پیدا کرکے ان کواس کی طرف متوجہ فرمادیتے ہیں، عہدِ نبوی سے لے کراس وقت تک قرآن شریف وحدیث نبوی کی خدمتیں جن جن مختلف شکلوں میں انجام دی گئی ہیں،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اگر کوئی تفکر کی نگاہ سے دیکھے تو صاف نظر آئے گا کہ یہ جو کچھ ہوا، ہر دَور کی ضرورتوں کا ایک خداوندی انتظام تھا اور ہے، اور جن بندوں کے ذریعہ ہوا وہ صرف اور صرف آلۂ کار ہیں:

| | |
|---|---|
| کارِ زلفِ تست مشک افشانی اما عاشقاں | مصلحت را تہمتے برآہوئے چیں بستہ اند |

ترجمہ: درحقیقت مشک آگیں خوشبو بکھیرنا تیری ہی زلفوں کا کمال ہے؛ لیکن یاروں نے کسی مصلحت سے یہ الزام غزالانِ دشت (جنگل کے ہرن) پر لگا رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے اسی دَور میں اپنے ایک ناتواں بندے سے حدیثِ نبوی کی ایسی خدمتیں کرائیں جن کی اس دَور میں ضرورت تھی، اسی سلسلے کی ایک کڑی یہ "حدیث کے اصلاحی مضامین" ہیں، جس کا پس منظر اور تکمیل کی کارگزاری آگے آرہی ہے۔

اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں اظہارِ شکر و مسرت کے لیے سجدہ ریز ہوں کہ اپنے ناتواں اور نااہل بندے سے ایک اہم کام لے لیا، یہ موقع انتہائی خوشی و مسرت کا ہے، اس موقع پر خوشی کے اظہار کی اصل موجود ہے، اور اکابر علمائے امت کا تعامل بھی۔ جس کی تفصیل یہ ہے:

## تکمیل پر اظہارِ مسرت کی اصل

تاریخِ اسلام میں ایسے مبارک دنوں کی کمی نہیں تھی جن کی خوشی ہر سال اجتماعی طور پر منائی جاسکے، دنیا ہی کا نہیں اس پوری کائنات کا سعید ترین دن وہ تھا جس میں سرورِ کائنات فخرِ دو عالم حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے، یا وہ دن تھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت کا عظیم منصب عطا فرمایا گیا، اور دنیا کے لیے آخری پیغامِ ہدایت قرآن کریم کی شکل میں نازل ہونا شروع ہوا، اس دن کی عظمت بھی ہر شک وشبہ

سے بالاتر ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینۂ منورہ کو اپنا مستقر بنا کر پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی، اسی طرح اس دن کی شان وشوکت کا کیا ٹھکانہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین سو تیرہ نہتے جاں نثاروں نے بدر کے میدان میں باطل کے مسلح لشکر کو شکستِ فاش دی اور جسے خود قرآنِ کریم نے ''یوم الفرقان'' (یعنی حق وباطل کے درمیان امتیاز کا دن) قرار دیا، اس دن بھی مسلمانوں کی بے انتہا فرحت ومسرت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے جب مکۂ مکرمہ فتح ہوا اور کعبے کی چھت سے پہلی بار حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان گونجی؛ غرض آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ میں ایسے جگمگاتے ہوئے دن بے شمار ہیں جنھیں مسلمانوں کے لیے جشنِ مسرت کی بنیاد بنایا جا سکتا تھا؛ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا ہر دن عظیم تھا، جس میں مسلمانوں کو کوئی نہ کوئی دینی یا دنیوی دولت نصیب ہوئی۔

لیکن اسلام کی یہ شان نرالی ہے کہ، پوری امت کی سالانہ عید مقرر کرنے کے لیے اِن میں سے کسی دن کا انتخاب نہیں کیا گیا، اور دینی طور پر مسلمانوں کی لازمی سالانہ عید مقرر کرنے کے لیے یکم شوال اور ۱۰/ذی الحجہ کی تاریخیں منتخب کی گئیں، جن سے بہ ظاہر تاریخ کا کوئی امتیازی واقعہ وابستہ نہیں تھا؛ بلکہ یہ دو دن ایسے مواقع پر مقرر کیے گئے جن پر پوری امت ایک ایسی اجتماعی عبادت کی تکمیل سے فارغ ہوتی ہے جو سال میں ایک بار ہی انجام دی جاتی ہے، عید الفطر اس وقت منائی جاتی ہے جب مسلمان رمضان المبارک میں نہ صرف روزوں کی تکمیل کرتے ہیں؛ بلکہ اس مقدس مہینے کے ایک تربیتی دور سے گذر کر اپنی روحانیت کو جلا بخشتے ہیں، اور عید الاضحیٰ اس وقت منائی جاتی ہے جب ایک دوسری سالانہ عبادت یعنی حج کی تکمیل ہوتی ہے، اور لاکھوں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

مسلمان عرفات کے میدان میں اپنے پروردگار سے مغفرت کی دعائیں کرکے ایک نئی زندگی کا آغاز کرچکے ہوتے ہیں، اور جو لوگ براہ راست حج میں شریک نہیں ہوسکے وہ قربانی کی عبادت انجام دیتے ہیں۔ اس طرح اسلام نے اپنے پیرووں کے لیے سالانہ عید منانے کے واسطے کسی ایسے دن کا انتخاب نہیں کیا جو ماضی کے کسی یادگار واقعہ سے وابستہ ہو، اس کے بہ جائے مسلمانوں کی عید ایسے واقعات سے وابستہ کی گئی ہے جو تکمیل عبادت سے متعلق ہے۔

الیوم أکملت لکم دینکم وأتممت علیکم نعمتي ورضیت لکم الإسلام دینا: اس آیت کے نزول کی خاص شان ہے: عرفہ کا دن ہے جو تمام سال کے دنوں میں ''سید الایام'' ہے، اور اتفاق سے یہ عرفہ جمعہ کے دن واقع ہوا جس کے فضائل معروف ہیں، مقام میدان عرفات کا جبل رحمت کے قریب ہے جو عرفہ کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نزولِ رحمت کا خاص مقام ہے، وقت عصر کے بعد کا ہے جو عام دنوں میں بھی مبارک وقت ہے، اور خصوصاً یوم جمعہ میں کہ قبولیتِ دعا کی گھڑی بہت سی روایات کے مطابق اسی وقت آتی ہے، اور عرفہ کے روز اَور زیادہ خصوصیت کے ساتھ دعائیں قبول ہونے کا خاص وقت ہے، حج کے لیے مسلمانوں کا سب سے بڑا پہلا عظیم اجتماع ہے جس میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم شریک ہیں، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابۂ کرام کے ساتھ جبلِ رحمت کے نیچے اپنی ناقۂ عضباء پر سوار ہیں، اور آپ حج کے بڑے رکن یعنی وقوف عرفات میں مشغول ہیں؛ ان فضائل و برکات اور رحمتوں کے سایہ میں یہ آیتِ کریمہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی۔

ایک مرتبہ چند علمائے یہود حضرت فاروقِ اعظمؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اور عرض کیا کہ: تمھارے قرآن میں ایک ایسی آیت ہے جو اگر یہود پر نازل ہوتی تو وہ اس کے نزول پر ایک ''جشنِ عید'' مناتے، فاروق اعظمؓ نے سوال کیا کہ: وہ کونسی آیت ہے؟ انھوں نے یہی آیت الیوم أکملت لکم دینکم پڑھ دی، حضرت فاروق اعظمؓ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ: ہاں ہم جانتے ہیں کہ یہ آیت کس جگہ اور کس دن نازل ہوئی؟ اشارہ اسی بات کی طرف تھا کہ وہ دن ہمارے لیے دوہری عید کا دن تھا: ایک عرفہ، دوسرے جمعہ۔

اس کائنات میں اکمالِ دین اور اتمامِ شریعت کے مبارک دن سے کوئی بڑا بابرکت دن نہیں ہوسکتا، اس مسعود دن میں حضرات صحابۂ کرامؓ بے حد مسرور وخوش ہوئے، تفسیر رازی وغیرہ کے الفاظ ہیں: روي أنه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لماقرأ هذه الآية على الصحابة فرحوا جداوأظهروا السرور العظيم یعنی بیان کیا گیا ہے کہ: نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب آیت کریمہ الیوم أکملت إلخ صحابہ رضی اللہ عنہم کو پڑھ کر سنائی، تو صحابہ رضی اللہ عنہم خوش ہوئے اور بے حد مسرت کا اظہار فرمایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی دینی نعمت کے حصول پر مختلف انداز سے مسرت کا اظہار صرف جائز ہی نہیں؛ بلکہ امرِ مستحسن ہے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ارشادات اور قولی وعملی ہدایات وتعلیمات، قرآن مجید ہی کی شرح وبیان ہے۔ آج احادیث مبارکہ کا ایک مستند مجموعہ (ریاض الصالحین اور اس کی تشریح) پایۂ تکمیل کو پہنچا، اس پر ہم جتنے خوش ہوں کم ہے۔

## حضرات اکابر کا معمول

متقدمین نے ایسے مبارک مواقع پر مختلف انداز سے خوشی کا اظہار کیا، کتبِ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

تواریخ وسیر میں کسی تصنیف کی تکمیل پر جشن منانے کے واقعات موجود ہیں، اکابر علمائے دیوبند، ہمارے سلسلے کے بزرگوں اور موجودہ اکابر کے واقعات میں بھی کسی کتاب کے اختتام پر اظہارِ مسرت اور انعقادِ تقریب کے دل چسپ نمونے موجود ہیں جو ہمارے لیے بہترین اسوہ ہیں۔

## تکمیلِ بذل المجہود پر حضرت سہارن پوریؒ کا اظہارِ مسرت اور دعوت

(۱) سنن ابی داود کی بے شمار شروحات لکھی گئی ہیں، جن میں مختصر اور مفصل ہر طرح کی شروح موجود ہیں؛ لیکن دورِ آخر میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری ثم مہاجر مدنیؒ نے ''بذل المجہود'' کے نام سے جو شرح لکھی ہے، وہ اپنی جامعیت اور افادیت کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔ ''بذل المجہود'' مکمل ہونے پر حضرت سہارنپوریؒ کس قدر مسرور تھے اس کا اندازہ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھیؒ کی تحریر سے کیجیے، فرماتے ہیں:

''بذل کے ختم پر حضرت کو اس درجہ مسرت وخوشی ہوئی کہ جس کا مقابلہ دنیا کی بڑی سے بڑی خوشی نہیں کرسکتی، ہفت اقلیم کی سلطنت کا ملنا انتہائے خوشی کا محاورہ استعمال کیا جاتا ہے؛ مگر اہل اللہ کو دنیوی لذتوں کے حصول میں تو خوشی مفقود ہوجاتی ہے؛ اس لیے میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے حضرت کی اس خوشی کا اندازہ ناظرین کو کرا سکوں''۔

آپ نے ختم پر ۲۳ رشعبان یوم جمعہ کو علمائے مدینہ اور احباب حاضرین کی ضیافت کا سامان کیا، اور خاص اپنے پیسہ سے اور بڑے اہتمام کے ساتھ عربی طرز کی ضیافت کا سامان کیا، کہ آپ کا رُواں رُواں شکرِ الٰہی میں چور اور انعامِ باری تعالیٰ پر اتنا فرحاں ومسرور تھا کہ اس کا اندازہ وہیں کے رہنے والے حاضر باش حضرات نے کیا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہوگا۔آپ نے دعوت کے خطوط طبع کرائے اور ایک بڑے پیمانہ پر ''جیرانِ رسول'' کی میزبانی کا شوق پورا کیا۔

اِس خوشی کا اندازہ اس سے کیجیے کہ ان دعوتی خطوط میں حضرت نے اپنے ہندی خدام کو بھی فراموش نہ فرمایا، اور ہر چند کہ سمندر پار شرکت محال تھی؛ مگر اس اطلاع کے لیے کہ حق تعالیٰ نے یہ مبارک وقت دیکھنا نصیب فرمایا جس کی بہ ظاہرِ اسباب کوئی توقع نہ تھی، اس کی خوشی میں اپنے جن دوستوں کو ہندوستان رہتے وقت شریکِ دعوت فرماتے، ان کو بھی خطوط بھیجے کہ تصور وخیال میں تو وہ شریکِ ضیافت تھے ہی، چناں چہ بندۂ ناچیز کو بھی دعوتی خط بھیجا اور تحریر فرمایا کہ:

''گذشتہ ہفتہ میں بحمداللہ ''بذل المجہود'' کی پانچویں جلد سے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے فراغت ہوگئی، فالحمدللّٰہ علیٰ ذلك. بدھ کو اختتام ہوا، اور جمعہ کو مدینۂ منورہ کے علما وفضلا کی دعوت کا جلسہ قرار پایا۔ بہ جز کھانے کے اَور کسی تقریر وغیرہ کا نظم نہیں کیا گیا؛ البتہ دعوتی خطوط طبع کیے گئے، جو آپ حضرات کی مسرت کے لیے آپ کے پاس بھی ارسال ہیں''۔

مولانا سید احمد صاحب مہاجر فیض آبادی نے -جن کے مکان پر حضرت کا قیام تھا اور وہ حضرت کی اس روحانی مسرت کا پہلے سے خوب اندازہ فرما رہے تھے- بندہ کو اس طرح تحریر فرمایا:

''تعلیقِ ابوداود قریب الختم ہے، حضرت مدّظلّہ کی طرف سے سب خدام کی دعوت ہوگی، کاش! آپ بھی رونق افروز ہوتے۔ غالب گمان ہے کہ ۲۵ر شعبان سے پہلے ختم ہوجائے گی؛ لہٰذا اس تاریخِ مذکورہ تک عریضہ پہنچنا تو مشکل

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

معلوم ہوتا ہے؛ اس لیے جب بھی عریضہ پہنچ جائے آپ اس خوشی کی دعوت کی نیت سے اچھے اچھے کھانے گھر میں پکوا کر سب گھر بھر مل کر کھا لیجیے۔ ہم دور افتادوں کو بھی یاد کر لیجیے، جس طرح کہ ہم آپ کو یاد کیے بغیر نہیں رہیں گے۔ فقط''

بہر حال! اس خوشی کے وقت حضرت نے اپنے اُن خدّام کو جو نظروں سے دور تھے؛ مگر دل سے دور نہ تھے، اس طرح شریک کیا کہ دعوتی خطوط ہر ایک کے نام جدا جدا آئے، اور لکھا کہ خیالی شرکت تم صاحبوں کی ضرور ہے، اور مسرت کے لیے خطِ مطبوعہ ارسال ہے۔ وہ مطبوعہ خط جو مدینۂ منورہ کے مطبعة طيبة القيحاء میں طبع ہوا، اور مدعو کا نام قلم سے لکھنے کے لیے جگہ چھوٹی ہوئی تھی، یہ تھا:

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمدللّٰہ وحدہ والصلاۃ والسلام علیٰ من لا نبي بعدہ عالی

حضرت الشیخ.................................المحترم مدفیوضہم

السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ

وبعد: فقد منّ اللّٰہ علی الداعي أن مَنَحه بتالیف بذل المجهود في حل أبي داود، وجعل ختامه ببلدة صاحب المعجزات علیه وعلیٰ اٰله أفضل الصلوات وأزکی التسلیمات، جعله اللّٰہ خالصا لوجهه الکریم ونفع به الإسلام والمسلمین اٰمین.

فنؤمل تشریفکم بعد صلاة الجمعة في ۲۳/شعبان ۱۳۴۵ھ إلیٰ مدرسة العلوم الشرعیة الکائنة في زقاق البدور لتناول ما حضر؛ إتماما للمسرة بقدومکم وشکرا لِلّٰہ تعالیٰ. والسلام

داعیکم: خادم الطلبة خلیل أحمد عفي عنه

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ترجمہ: سلام کے بعد! عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِس داعی پر احسان فرمایا کہ ''بذل المجہود فی حل ابی داود'' کی تالیف عطا فرمائی اور اُس کا اختتام صاحبِ معجزات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شہر میں قرار دیا، اللہ تعالیٰ اس کو صرف اپنی کریم ذات کے لیے قرار دیں اور اس سے اسلام اور مسلمانوں کو نفع پہنچائیں۔

ہم امید کرتے ہیں کہ ۲۳/شعبان ۴۵ھ جمعہ کی نماز کے بعد ''مدرسۃ العلوم الشرعیۃ'' واقع: گلی زقاق البدور میں ما حضر تناول فرمانے کے لیے تشریف لائیں؛ تاکہ آپ کی تشریف آوری سے مسرت کی تکمیل ہو اور حق تعالیٰ شانہٗ کا شکر ادا ہو۔

والسلام

الداعی: طلبہ کا خادم خلیل احمد عفی عنہٗ

# لامع الدراری کی تکمیل پر حضرت شیخ کی شادمانی

حضرت سہارنپوری کے فیضِ صحبت کا نتیجہ تھا کہ، بقیۃ السلف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ- جو اکابر علمائے دیوبند کی ایک ایک ادا پر قربان ہونے کو اپنی سعادت جانتے تھے- نے جب ۱۳۸۸ھ میں '' لامع الدراری علیٰ جامع البخاری'' پر تعلیقات کا اختتام کیا (یہ لامع حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے افادات درس بخاری ہیں، حضرت گنگوہیؒ نے آنکھوں میں نزولِ آب کی حالت میں حضرت مولانا یحییٰ صاحبؒ کو صحاح ستہ پڑھائی تھی، اس کی تقریر کو حضرت مولانا نے درس کے بعد عربی زبان میں محفوظ کر لی تھی، جس کو بعد میں حضرت شیخ نے اپنے قیمتی حواشی اور وجیز مقدمہ کے ساتھ مزین کر کے طبع فرمایا تھا۔ اس موقع پر حضرت شیخؒ نے بڑی مسرت کے ساتھ بہ طورِ شکرانہ شاندار دعوت کا اہتمام فرمایا تھا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

# تکملۂ فتح الملہم کی تکمیل پر شیخ الاسلام کا سرور وابتہاج

۱۴۱۵ھ میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم نے صحیح مسلم کی نادر المثال شرح (فتح الملہم) کی تکمیل فرمائی، تو جامع مسجد دار العلوم کراچی میں اظہارِ تشکر ومسرت کے طور پر تاریخی تقریب منائی، جس میں بڑے بڑے علما موجود تھے، جنھوں نے حضرت مولانا عثمانی کو مبارک بادیاں پیش فرمائیں اور خود حضرت نے ''ایک خوشی کا واقعہ'' سے اِس پر مضمون لکھ کر ''جنگ'' اخبار میں شائع کروایا، جو بعد میں ''فکر و نظر'' کے مجموعۂ مضامین میں شامل کیا گیا۔ وہ اپنے اس مضمون میں تحریر فرماتے ہیں:

''میں نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے حکم سے اللہ تعالیٰ کے نام پر ۱۹۷۶ء میں اِس شرح کی تکمیل کا کام شروع کیا تھا، ''تکملۂ فتح الملہم'' کے نام سے اس کی چار ضخیم جلدیں اب تک شائع بھی ہوچکی ہیں، اپنی گوناگوں مصروفیات کی بنا پر میں بہ مشکل ڈیڑھ، دو گھنٹہ یومیہ اس کام میں صرف کر پاتا تھا اور پے درپے سفروں کی وجہ سے بیچ میں طویل وقفے بھی آجاتے تھے؛ لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ اٹھارہ سال نو مہینے کے بعد اِس ہفتے [۳۱/اگست ۱۹۹۴ء کو] یہ کام پایۂ تکمیل کو پہونچ گیا، ایک طویل سفر کے مسافر کو منزل پر پہنچ کر جو سرور اور سکون میسر آتا ہے دِل نے چاہا کہ اپنے قارئین کو بھی اس کی مسرت میں شریک کروں الخ''

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع صاحب عثمانی دامت برکاتہم تو مارے خوشی کے بے تحاشا رو پڑے، چناں چہ فرماتے ہیں:

جس دن انہوں نے یہ کام (تکملۂ فتح الملہم) مکمل کیا، ظہر سے پہلے کا کچھ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

وقت تھا، یہ (مؤلف مدظلہ) خوشی خوشی سارے مسودے اٹھا کر میرے پاس تشریف لائے، جب انہوں نے یہ سارے رجسٹر میرے سامنے رکھے تو میں بے تحاشا رو پڑا، کہ آج دنیا میں اس کی قدر کرنے والے شاذ و نادر ہی رہ گئے، آج ان اکابر کا سایہ بھی ہمارے سروں سے اٹھ چکا ہے جن کی تمنائیں بار آور ہوئیں''۔

بہر حال! ریاض الصالحین کی اس شرح کی تکمیل پر خوشی کا اظہار ایک فطری امر ہے، اس سلسلہ میں بھی مذکورہ اکابر کے نمونے ہمارے سامنے ہیں، احقر نے چوں کہ اس شرح میں جگہ جگہ ہمارے اکابر کے واقعات ملفوظات کا سہارا لیا ہے، ان سے استدلال کیا ہے؛ اس لیے خاتمہ میں بھی ان کا مبارک اسوہ ذکر کیے بغیر رہا نہیں جاتا۔ حاشا وکلاّ ان واقعات سے ہر گز یہ مقصود نہیں کہ ''حدیث کے اصلاحی مضامین'' ان کی کتب کے ہم پلہ ہے۔

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

| | | |
|---|---|---|
| کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر | | گرچہ ماند در نوشتن شَیر و شِیر |

پاک حضرات کے کاموں کو اپنے اوپر قیاس مت کر، اگر چہ لکھنے میں شَیر اور شِیر ایک ہی طرح لکھے جاتے ہیں؛ لیکن شیر آدمی کو کھاتا ہے، اور شِیر (دودھ) کو آدمی استعمال کرتا ہے۔

''بذل المجہود'' سے صرف ظاہری اِتنی مناسبت ہے کہ ''بذل'' کی تکمیل مدینہ منورہ کی مبارک فضا میں ہوئی اور احقر کی اِس کتاب کا آخری درس مسجدِ نبوی علیٰ صاحبہا الف الف تحیۃ وسلاماً کے صحن میں لکھا گیا، کیا بعید ہے کہ باری تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے بابرکت جگہ میں بابرکت بندوں کے ساتھ مشابہت کو قبول فرما کر نوازدیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

تیرے خلیل کی یارب! شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کردے میں صورت لے کے آیا ہوں

# کتاب کا پس منظر

سیدی ومولائی فقیہ الامت حضرت اقدس مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کی وفاتِ حسرت آیات (۱۴۱۷ھ) کے بعد سورت میں مقیم معتقدین ومنتسبین خصوصاً محب مکرم مولانا محمد علی منیار زید مجدہم ومکارمہم (مجاز حضرت فقیہ الامتؒ) کا تقاضا و اصرار ہوا کہ، کسی ایک دن آپس میں مل بیٹھنے کی کوئی صورت نکالی جائے، اپنی نااہلیت کی بنا پر کچھ عرصہ تک اس کو عملی جامہ پہنانے میں تردّد رہا، اسی دوران حضرت اقدس قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی نور اللہ مرقدہٗ (م ۱۴۱۹ھ) کا ورودِ مسعود ہوا، حضرت فقیہ الامت کے وصال کے بعد اہم امور میں احقر حضرت باندوی کی طرف رجوع کرتا تھا، احقر نے حضرت کا عندیہ معلوم کرنے کی غرض سے احباب کی مذکورہ خواہش اور اصرار کا تذکرہ کیا، تو حضرت نے بڑی حوصلہ افزائی کے ساتھ تاکید فرمائی کہ یہ سلسلہ ضرور شروع کیا جائے اور خوب دعائیں دیں، اس کے بعد کچھ ڈھارس بندھی اور ہمت کر کے شب یکشنبہ مل بیٹھنے کے لیے طے ہوئی۔ یہ رات طے کرنے کی وجہ لوگوں کی سہولت ہے، کاروباری اور ملازم حضرات عام طور پر اتوار کو فارغ ہوتے ہیں؛ اس لیے رات کو صبح کام کاج پر جانے کا فکر نہیں ہوتا ہے، اس پروگرام میں عشاء کی نماز کے بعد ''ریاض الصالحین'' سنانا طے پایا، نیت یہ تھی کہ احباب کی معیت میں دین کی باتوں کے مذاکرہ سے خود بھی مستفیض ہوں گا۔ اس مجلس میں ہونے والے حدیث کے مضامین کو بذریعۂ کیسٹ ضبط کرنے کا اہتمام دوسری مجلس ہی سے عزیز مکرم مولوی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

عبدالمنان بن شیخ محمد منیار صاحب سلمہٗ (فاضلِ جامعہ ڈابھیل) نے کیا، جس کا سلسلہ اخیر تک برابر جاری رہا۔ اس وقت عزیز موصوف ہی نے بعض احباب کی حوصلہ افزائی اور ترغیب پر ان مجالس کو کیسٹ میں (اور بعد میں سی ڈی میں) محفوظ کر کے بہ غرضِ افادہ اس کو بالاقساط اشاعت کی خواہش ظاہر کی تھی، اور دیگر احباب نے بھی ان کی تائید کی، غور وخوض کے بعد اپنے لیے باعثِ اجر وثواب اور ذریعۂ نجات سمجھ کر احقر نے بھی اشاعت کی اجازت دے دی تھی، الحمدللہ یوں یہ سلسلہ جلد پندرہ پر اپنی انتہاء کو پہنچا۔

## تشکر وامتنان

''ریاض الصالحین'' شروع کرتے وقت دُور دُور تک وہم وگمان بھی نہیں تھا کہ آئندہ اسے محفوظ ومطبوع شکل دی جائے گی، اللہ تعالیٰ کے تکوینی نظام کے تحت جب یہ کام وجود میں آہی گیا تو:

اوّلاً: اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے کہ اس نے اپنے بعض بندوں کے دلوں میں کتاب کے مضامین ضبط کر کے تنقیح وتہذیب کی توفیق بخشی؛ ورنہ واقعہ یہ ہے کہ احقر کا اس میں کوئی دخل نہیں۔

ثانیاً: نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک کلام کی برکت ہے، کہ جس کی تاثیر نے سامعین اور احباب کو متأثر کیا۔

ثالثاً: حضرت قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی نور اللہ مرقدہ کی توجہات اور دعاؤں کی برکت جن کے ارشاد؛ بلکہ حکم سے یہ مبارک سلسلہ شروع کیا گیا تھا۔ اسی طرح حضرت اقدس سید مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ کی دعا کی برکت ہے جو جلد اول کی تقریظ میں مرقوم ہے کہ: ''اللہ کرے کہ بقیہ قسطیں بھی جلد از جلد منظر عام پر آویں''۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کتاب کے مضامین ضبط کرنے سے قابلِ طباعت بنانے میں جن جن احباب نے معاونت کی ہے ان کی فہرست طویل ہے، احقر ان تمام حضرات کا دل سے شکرگزار ہے، بالخصوص عزیز مکرم مولوی عبدالمنان بن شیخ محمد منیار سلمہٗ سورتی کا، کہ موصوف نے شروع سے اخیر تک مضامین کی کتابت، تہذیب اور تیاری میں بہ طور خاص جس عرق ریزی کا مظاہرہ کیا ہے، اور جس قابلیت اور سلیقے کے ساتھ عناوین قائم کرنے میں محنت کی ہے، ان کو خراجِ تحسین پیش نہ کرنا بڑی ناسپاسی ہوگی۔

اسی طرح عزیز مکرم مفتی محمد طاہر سلمہٗ سورتی (فاضلِ جامعہ ڈابھیل) کا ممنون ہوں کہ ہر جلد کی ابتدا میں اداریہ تحریر کرکے اس جلد کے مضامین کا لب لباب اور عطر کشیدہ پیش کرنے میں غیر معمولی محنت اٹھائی ہے۔ اسی طرح دیگر مخلصین ومحبین حضرات کا شکرگزار ہوں جنھوں نے کسی بھی نوع کا تعاون پیش کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ ان تمام کو جزائے خیر عطا فرمائے، ان کو علم، عمر اور عمل میں ظاہری وباطنی ترقیات سے مالا مال فرمائے، اور ان کو صدق واخلاص کے ساتھ دین کی خدمت کی بیش از بیش توفیقِ ارزانی نصیب کرے۔

میرے جن بزرگوں اور اہلِ علم نے کتاب پر تقاریظ لکھ کر میری حوصلہ افزائی فرمائی ہے، اُن کا بھی دِل کی گہرائی سے ممنون ہوں کہ اُن حضرات نے احقر کے ساتھ حسنِ ظن رکھتے ہوئے میری حیثیت سے بڑھ کر وقیع کلمات تحریر فرما دیے ہیں۔

فجزاهم الله تعالىٰ خيراً أوّ أحسن الجزاء في الدارين

اپنے ناقص الفاظ میں دعا دینے کے بہ جائے دعا کرتا ہوں کہ: اللہ تعالیٰ تمام محسنین کو احادیث کی حفاظت اور نشر واشاعت کے بارے میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے حسبِ ذیل الفاظ مبارک اور مقبول دعا کا مصداق بنائے:

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

نضّر اللّٰہ عبداً سمع مقالتي فحفظها ووعاها وأداها (**اللہ تعالیٰ اُس بندہ کو تروتازہ رکھے (یعنی اُس کی قدر ومنزلت بڑھائے اور دین ودنیا میں اُس کو بہت زیادہ خوش وخرم رکھے) جس نے میری بات (حدیث) سنی، اور پھر اس کو یاد کیا اور ہمیشہ یاد رکھا اور پھر اس کو جس طرح سنا تھا اُسی طرح لفظ بہ لفظ دوسرے لوگوں تک پورا پورا پہنچایا (یعنی الفاظِ حدیث کی بھی روایت کی اور اُس کے معنی ومراد اور مطالب بھی بتائے اور سمجھائے)۔**

من حفظ علیٰ أمتي أربعين حديثا من أمر دينهم بعثهُ اللّٰہ يوم القيامة فقيها عالما (**جو شخص میری امت کے لیے امورِ دین سے متعلق چالیس حدیثیں حفظ کرلے، بروز قیامت اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو طبقۂ علماء وفقہاء کے زمرے میں سے اٹھائے گا)۔**

**سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت میں یوں مذکور ہے کہ، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:** من حفظ علیٰ أمتي أربعين حديثا مما يحتاجون إليه من الحلال والحرام كتبه اللّٰہ فقيها عالما (**جو شخص میری امت کے لیے حلال وحرام کے مسائل سے متعلق چالیس ایسی احادیث یاد کرے، جن کی انہیں ضرورت ہو تو اللہ تعالیٰ اسے عالم اور فقیہ لکھ دے گا)۔**

**سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایت میں ہے کہ، رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:** من حفظ علیٰ أمتي أربعين حديثا في السنة كنتُ له شفيعا يوم القيامة (**جو شخص میری امت کے لیے میری سنتوں سے متعلق چالیس احادیث یاد کرلے، بروز قیامت اس کی شفاعت کروں گا)۔**

**سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شافعِ محشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:** من حفظ علیٰ أمتي أربعين حديثا ينفعهم اللّٰہ بها قيل له أدخل من أي أبواب الجنة

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

شئت (جو شخص میری امت کے لیے چالیس احادیث یاد کرلے جس سے اللہ پاک انہیں نفع دے، تو اس سے کہا جائے گا جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہوجا)

وفي رواية ابن عمر: كُتِب في زمرة العلماء وحُشِر في جملة الشهداء. حضورا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص میری امت کے فائدہ کے واسطے دین کے کام کی چالیس احادیث یاد کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو عالموں کی جماعت میں شامل فرمادے گا، اور قیامت کے دن شہیدوں کی جماعت میں اٹھائے گا۔

من حفظ... كنتُ له يوم القيامة شافعا و شهيدا. (شعب الإيمان) جو شخص میری امت کے فائدہ کے واسطے دین کے کام کی چالیس احادیث یاد کرے گا، میں اس کے لیے سفارشی اور گواہ بنوں گا۔

(الروايات في هذا الباب كثيرة بألفاظ مختلفة، انظر: كنز العمال، الباب الثالث في آداب العلم، وفيه فصلان: الفصل الأول في رواية الحديث وآداب الكتابة)

## اعتذار

اِس کتاب کے مطالعہ کے وقت یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ یہ کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں ہے؛ بلکہ احباب کی مجلس میں بہ نیتِ درس کی ہوئی باتیں ہیں جو کیسٹوں اور سی ڈی کی مدد سے تیار کی گئی ہیں؛ لہٰذا اس کا اسلوب تحریری نہیں بلکہ خطابی ہے، خطاب برجستہ ہوتا ہے، جب تقریر مرتب کرکے لائی گئی تو اگرچہ اس پر نظرِ ثانی کی گئی ہے، پھر بھی اس میں ایک بشر ہونے کے ناطے زبانی تعبیر کی کمزوری رہنا مستبعد نہیں؛ بلکہ مسامحات کا ہونا قرینِ قیاس ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب: قرآن مجید کے علاوہ کسی بھی کتاب کے بارے میں تسامح سے خالی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

امام مزنیؒ فرماتے ہیں: میں نے کتاب الرسالہ کو حضرت سیدنا امام شافعیؒ کی خدمت میں اسّی سے زائد بار پڑھا، اِسی دوران آپ ہر بار کسی نہ کسی غلطی پر مطلع ہوتے رہے، یہاں تک کہ بالآخر تھک کر فرمانے لگے: هيه! أبى الله أن يكون كتابا صحيحا غير كتابه. لہٰذا اِس کتاب میں کسی صاحب کو غلطی نظر آئے تو مطلع فرما کر ممنون فرمائیں، احقر ایسے حضرات کو اپنا محسن سمجھے گا، اور ان کے شکریہ کے ساتھ آئندہ ایڈیشن میں تصحیح وتدارک کی کوشش کی جائے گی ان شاء اللہ۔ سرِ دست اس وقت دو تسامح کی نشان دہی کی جاتی ہے:

(۱) جلد ششم (ص: ۲۵۷) میں ''باب زيارة أهل الخير ومجالستهم وصحبتهم ومحبتهم'' میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوشع علیہ السلام کے واقعہ میں ایک عنوان ''حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گوشمالی'' نام سے ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی کے لیے گوشمالی کا لفظ مناسب نہیں، اس سے سوئے ادب کی بو آتی ہے، آئندہ ایڈیشن میں ان شاء اللہ یہاں عنوان میں یہ ترمیم کی جائے گی: ''حضرت موسیٰ علیہ السلام کو من جانب اللہ سبق''۔

(۲) اسی جلد میں ص: ۲۵۵ میں چھپا ہے:

''حُقُب'' یہ ''حُقْبَةٌ'' کی جمع ہے، تیس سال کو کہا جاتا ہے۔ اور ''حُقْبَةٌ'' جمع ہے، اور عربی میں جمع کا صیغہ کم سے کم تین پر بولا جاتا ہے، اِس اعتبار سے دیکھا جائے تو ایک سو بیس سال ہو جاتے ہیں۔ انتھیٰ۔

آئندہ ایڈیشن میں ان شاء اللہ حسبِ ذیل ترمیم ہوگی:

حقباً، حقبة کی جمع ہے، اہل لغت نے کہا کہ: ''حُقْبَةٌ'' اَسّی سال کی مدت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہے، بعض نے اُس سے زیادہ کو ''حُقْبَۃٌ'' قرار دیا، صحیح یہ ہے کہ زمانۂ دراز کو کہا جاتا ہے، تحدید وتعیین کچھ نہیں۔ (معارف القرآن، سورۂ کہف ۵/ ۶۰۹)

# آخری گزارش

سنا ہے کہ بعض احباب ''حدیث کے اصلاحی مضامین'' کو مساجد ومجالس میں سنانے کا اہتمام کرتے ہیں، جب کہ بعض مدرسین ''ریاض الصالحین'' کے مطالعہ میں اس سے استفادہ کرتے ہیں، متعدد حضرات نے روبہ رو اور بذریعۂ فون کتاب کے مضامین کی افادیت کا اظہار بھی فرمایا، فللّٰہ الحمد والمنۃ. ایسے تمام باتوفیق ناظرین و سامعین سے گزارش ہے کہ: کتاب کا مطالعہ وسماعت خالص علمی سیر کے طور پر ہرگز نہ کیا جائے؛ بلکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنے ایمانی تعلق کو تازہ کرنے کے لیے اور عمل وہدایت اور اپنی اصلاح کی نیت سے کیا جائے، نیز مطالعہ کے وقت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت ومحبت کو دل میں ضرور مستحضر ومتصور کیا جائے، اور اس طرح ادب وتوجہ سے پڑھا جائے، سنا جائے کہ گویا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس اقدس میں حاضر ہیں، اور آپ ارشاد فرمارہے ہیں اور ہم سن رہے ہیں؛ اگر اس کا اہتمام کیا گیا تو اس کے انوار وبرکات روزِ روشن کی طرح ان شاء اللہ نقد نصیب ہوں گے۔ وباللّٰہ التوفیق۔

دل سے دعا ہے کہ: اللہ تعالیٰ کتاب کے مضامین کو ہم سب کے لیے مفید ونافع بنائے، اور آخرت میں ذخیرہ ونجات کا ذریعہ بھی۔ اٰمین برحمۃ سید المرسلین وصلی اللّٰہ علیہ وعلیٰ اٰلہ وأصحابہ أجمعین.

أملاہ: العبد احمد خانپوری عفی عنہ
۳۰/ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ قبیل الجمعہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

# ’’حدیث کے اصلاحی مضامین‘‘ کی تمام جلدوں کی

# اجمالی فہرست

## جلداول (۱)



## جلددوم (۲)



Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

# جلد سوم (۳)



Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

# جلد چہارم (۴)



# جلد پنجم (۵)



Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

# جلد ششم (۶)



Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

# جلد ہفتم (۷)



Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

# جلد ہشتم (۸)



Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

# جلد نہم (۹)



Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

# جلد دہم (۱۰)



Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

# جلد یازدہم (۱۱)



Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

# جلد دوازدہم (۱۲)



Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

# جلد سیزدہم (۱۳)



Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

# جلد چہاردہم (۱۴)



Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/